۷۸۶
۹۲

شیخ الحدیث والتفسیر، علامۂ زماں، رازی دوراں، فقیہہ العصر

مناظر اسلام حضرت قاضی محمد عبد السبحان صاحب ہزاروی

کے

۲۷ مناظروں کی تفصیلی روئیداد

فیوضاتِ سُبحانیہ

ترتیب و تالیف

۱۔ علامہ ابو الفتح الحاج قاضی غلام محمود ہزاروی مولوی فاضل منشی فاضل
حال خطیب جامع عید گاہ جہلم

۲۔ علامہ مفتی سیف الرحمٰن ہزاروی خطیب جامع پنیاں (ہزارہ)

۳۔ مولوی صوفی غلام سرور جادوی جہلمی خطیب جامع مسجد کالا گیٹ فوجی ملز جہلم

ناشر:۔ مکتبہ غوثیہ مہریہ جی ٹی روڈ جادہ جہلم
(قیمت سترہ روپے پچاس پیسے)
(بار اول) ایک ہزار

اعلان

علامۂ زمان حضرت قاضی محمد عبد السبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر تصانیف غیر مطبوعہ ہیں۔ جن کی فہرست اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۰ پر دیکھی جاسکتی ہے۔ سو اگر کوئی صاحب ان کتب میں سے کوئی کتاب چھپوانا چاہیں تو وہ حضرت کے صاحبزادوں سے کتاب حاصل کر کے چھپوا سکتے ہیں۔

صاحبزادہ ابو الفتح قاضی غلام محمود حال خطیب جامع مسجد عید گاہ جہلم۔ و
صاحبزادہ مفتی سیف الرحمٰن حال خطیب جامع مسجد بیچنیاں (ہزارہ)

مواہب الرحمٰن فی ردّ جواہر القرآن

مولوی غلام اللہ خان صاحب (راولپنڈی) نے ۱۹۴۲ء میں ایک کتاب بنام "جواہر القرآن" لکھی تھی۔ جس میں علمائے حقانی اور اولیاء اللہ کے عقائد کو کفر و شرک بنا کر اپنے غلط عقائد کے اثبات میں بزعم خویش قرآن پاک سے استشہاد کیا تھا۔ کچھ عرصہ تک اس کتاب کا جواب علمائے اہل سنت میں سے کسی نے نہ لکھا۔ تو قاری احمد حسین صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا غلام قادر صاحب (لالہ موسیٰ) نے حضرت علامہ قاضی محمد عبد السبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ جواہر القرآن کا جواب بہت ضروری ہے اور اہل سنت کے علماء میں سے کسی نے بھی تو آج تک اس کا مکمل رد نہیں لکھا۔ چنانچہ حضرت علامہ موصوف نے قلم اٹھایا تو تحقیق کے دریا بہا دئیے۔ یہاں ذکر کر دینا مناسب ہے کہ "مواہب الرحمٰن" کا مسودہ محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر بہت پسند فرمایا تھا۔ اور علامہ احمد سعید صاحب کاظمی نے بھی دیکھا اور بہت پسند فرمایا تھا۔

قیمت ساڑھے تین روپے ۳/۵۰ علاوہ محصول ڈاک۔

تقریظ

علامہ مولٰنا ابو البرکات سید احمد صاحب

شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

حامداً و مصلیاً و مسلماً

فقیر نے کتاب مواہب الرحمٰن کو بعض مقامات سے دیکھا۔ یہ کتاب حضرت علامہ مولٰنا قاضی عبد السبحان صاحب ہزاروی قدس سرہ، کی تالیف ہے۔ مولانا مرحوم کی ذات گرامی علمی حلقہ میں محتاج تعارف نہیں۔ اپنے وقت کے عمدہ ترین مدرسین میں شمار کئے جاتے تھے۔ اس کتاب میں حضرت مصنف نے ان غلطیوں اور خیانتوں کی نشاندہی کی ہے جو مولوی غلام خان نے جواہر القرآن کے پردے میں کی ہیں۔ اور کتاب و سنت اور اصول و قواعد کے ماتحت صحیح اصلاحات بیان فرمائی ہیں۔ نہایت فاضلانہ مضامین ہیں۔ علماء اور طلباء کے لئے بہت مفید ہے۔ مولیٰ سبحانہٗ و تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

فقیر قادری ابو البرکات سید احمد غفرلہٗ
مفتی دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور
۱۳ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ

انوار الاتقیاء فی حیات الانبیاء

یہ کتاب بھی حضرت علامہ استاذ العلماء جناب قاضی محمد عبد السبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف و تالیف ہے۔ جو کہ مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر ایک نہایت پر مغز علمی، تحقیقی مضمون بیان ہے۔ اس مسئلہ پر زیر نظر بیش قیمت دلائل

دئیے گئے اور مخالفین کے سوالات کے نہایت تحقیقی اور علمی جوابات دئیے گئے ہیں معلوم ہو کہ حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لائل پور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو بہت پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا اور اس کے نسخے منگوا کر تقسیم فرمائے تھے۔ قیمت سوا روپیہ ۱/۲۵ علاوہ ڈاک خرچ

"سعیٔ محمود"

شیخ التفسیر والحدیث شمس العلماء حضرت علامہ ابوالفتح قاضی غلام محمود صاحب مدظلہم العالی نے اس کتاب میں سُنّی بریلوی عقائد کا ثبوت مخالفین کی اپنی کتابوں سے دیا ہے۔ حوالہ جات غلط ثابت کرنے والے کو پانچسو روپے انعام کا تحریری اعلان کیا گیا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے علماء کرام نے اس کتاب کو بہت پسند کیا ہے چنانچہ سلطان الواعظین حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب مدیر ماہ "طیبہ" ماہنامہ ماہ طیبہ شمارہ جنوری ۱۹۶۸ء میں رقمطراز ہیں کہ "مولانا قاضی غلام محمود صاحب خطیب عیدگاہ جہلم نے یہ کتاب لکھ کر اہل سنت پر بڑا کرم فرمایا ہے۔ مولانا کی یہ کتاب "سعی محمود" واقعی سعی محمود ہے"! اور اہل سنت و جماعت کے ترجمان پندرہ روزہ "رضائے مصطفےٰ" کے شمارہ ۲۲/۲۲ نومبر ۱۹۶۷ء کے پرچہ میں فاضل مدیر نے یوں تبصرہ کیا ہے کہ حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب نے اس کتاب "سعی محمود" میں بریلوی اہل سنت کو مشرک کہنے والوں کو اپنے گھر کی حیرت انگیز فہرست پیش کر کے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ایں گناہیست کہ در شہر شمانیز کنند

مزید لکھا ہے کہ اس کتاب کا مخالفین اہل سنت کے ساتھ رابطہ رکھنے والوں کے مطالعہ میں رہنا بہت مفید ہوگا"۔ جس کے پاس یہ کتاب ہوگی کوئی مخالف اس کے ساتھ کسی عقیدہ پر بات نہ کر سکے گا۔ جلد از جلد منگوا لیجئے۔ تاکہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے

قیمت :- ایک روپیہ پچاس پیسے ۱/۵۰

علاوہ ڈاک خرچ

"سُنّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حصہ اوّل دوم"

میں زندگی کے ہر قدم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت بتادی گئی ہے ایسی جامع کتاب آپ کے دیکھنے میں نہ آئی ہوگی۔ جس پر سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ نے ماہ طیبہ کے شمارہ نمبر ۱ جنوری ۱۹۶۸ء میں یوں تبصرہ کیا ہے۔ کہ "مولانا موصوف نے اس کتاب میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مبارکہ کا ذکر فرما کر مسلمانوں کے لئے ایک مشعل مہیا فرمادی ہے۔ (ماہ طیبہ)

پندرہ روزہ رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ شمارہ ۲۲/۲۲ نومبر ۱۹۶۷ء میں یوں تبصرہ ہوا ہے کہ رسالہ ہذا حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی کی تالیف ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے معمولات اور معاشرتی زندگی کے متعلق آپ کی سنتِ مبارکہ کا بیان ہے (رضائے مصطفےٰ) اپنی زندگی کو سراپا اسلامی زندگی بنانے کے لئے یہ کتاب ضرور منگوائیے۔ قیمت حصہ اوّل ۱/۵۰ روپے حصہ دوم ایک روپیہ علاوہ [illegible] خرچ

منتخبُ النفائس معروف بہ کارآمد مسائل

مولانا ابوالفتح غلام محمود مدظلہ العالی کی تالیف ہے۔ کتاب ہذا میں فقہ و حدیث وغیرہ دس علوم دینیہ کے تقریباً ساٹھ سوالات کے نہایت محققانہ جوابات دئیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر خلفائے راشدین و آئمہ مجتہدین و حضرات محدثین اور دیگر ۶۲ بزرگان دین کی تاریخ وصال اور اکثر حضرات کا تاریخ ولادت معتبر کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔ کتابی سائز معہ ٹائیٹل رنگین قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

شب برات

حضرت مولانا موصوف مدظلہ العالی نے ایک چھوٹا سا کتابچہ تحریر کیا ہے۔ جس میں شب برات کا وعظ اور اس کے نوافل کا بڑے احسن طریقے سے بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۹ پیسے علاوہ محصول ڈاک۔

فن حدیث پر بہترین تازہ تصنیف (اردو)

عُمدۃ الاصول فی حدیث الرسول

تصنیف: قاضی ابوالفتح غلام محمود صاحب مولوی فاضل، منشی فاضل
خطیب جامع عید گاہ جہلم

زیر نظر کتاب میں ضرورتِ حدیث، حدیث کی تعریف، علم حدیث کی تعریف، حدیث کا موضوع، غرض و غایت، حدیث کی اقسام، تواتر کی چار قسمیں۔ خبر واحد کی پہلی تقسیم، دوسری تقسیم، خبر واحد کی تیسری و چوتھی تقسیم و پانچویں تقسیم، روایت ضعیف کا حکم، صحیح، صحیح الاسناد، حسن، وحسن الاسناد۔ میں فرق۔ اصح الاحادیث فی الدنیا کون سی ہے۔

امام ابو حنیفہ تابعی تھے۔ حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں لکھی گئی اس کے حوالے۔ حدیث صحابہ کرام کے زمانہ کے لکھے جانے کے حوالے۔ امام بخاری کے حالات۔ کل احادیث کی تعداد۔ صحیح بخاری شریف کی احادیث کی تعداد، جامع ترمذی کی خصوصیات۔ امام ابو حنیفہ کا حدیث میں مقام۔ امام اعظم کے ۱۵ مسانید کا ذکر۔ روایت بالمعنیٰ کے بارے میں محدثین کے آٹھ قول۔ بیان کتب حدیث وغیرہا ایک سو ستر عنوانات کے تحت قابل قدر تحقیق درج ہے۔

قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ:- مکتبہ غوثیہ۔ مہریہ۔ جی ٹی روڈ جادہ۔ جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجۃ الاسلام حضرت علامہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی

شیخ التفسیر، محدث عصر، امامِ زماں۔ فقیہ اعظم۔ امام شریعت۔ قطب طریقت علامہ زماں فخرِ دوراں، جامع منقول و معقول۔ حاوی فروع و اصول۔ مناظر اسلام عاشق رسول۔ محبِ غوثِ اعظم، دلدادۂ فقراء، صوفی باصفا۔ شیخ الاسلام والمسلمین استاذ العلماء، سلطان المناظرین، غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں حضرت علامہ قاضی محمد عبدالسبحان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کی تاریخ پیدائش یہ ہے۔

تاریخ پیدائش

آپ کی پیدائش ١٨٩٩ء عیسوی میں بروز جمعۃ المبارک ہری پور ہزارہ کے ایک گاؤں کھلابٹ (جو ہری پور سے چھ میل شمال مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہ خوانین اور شرفاء کی مشہور پرانی بستی ہے) میں قریشی ہاشمی علوی خاندان کے ایک شہرہ آفاق علمی و مذہبی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کرنل طاسر محمد خان صاحب ساکن کھلابٹ کے ہم عمر تھے۔ کرنل صاحب ابھی بقید حیات ہیں۔ لوگوں میں اس خاندان کو بے پایاں شہرت حاصل تھی۔ اور صدیوں سے اس خاندان کے لوگ دین و مذہب کے پیشوا مانے جاتے تھے۔ اور اس خاندان کو لوگوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل تھی۔ اور ہر طرف سے اس پر لوگوں کی نگاہیں جمی ہوئی تھیں۔ اس پاکیزہ اور صاف ستھرے علمی گھرانے میں حضرت موصوف پیدا ہوئے۔

عجیب خواب

کہتے ہیں آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پیدائش سے قبل یہ خواب دیکھا۔ کہ میری گود میں ایک نہایت حسین پھول پڑا ہے۔ اور کوئی صاحب فرما رہے ہیں کہ بیٹی اس کو سنبھال لے اور میں پھول کی رنگت و حسن کو دیکھ کر محو حیرت ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہی ہوں۔ پھر اس کے

مجھ پر کتنا کرم فرمایا۔ جب موصوف کی والدہ بیدار ہوئیں اور اپنا نرالا خواب بیان کیا۔ تو سب نے ان کو مبارکباد دی۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرزندِ جمیل عطا فرمائے گا۔ جو دنیا میں ایک نشان ہوگا۔ چنانچہ اس خواب کے کچھ عرصہ بعد حضرت قاضی صاحب پیدا ہوئے اور آپ کے علم و فضل کا چشمِ فلک نے وہ نظارہ دیکھا۔ جو بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔

حضرت مولانا گرہان والے

گرہان ایک پہاڑی گاؤں ہے۔ جو کھلابٹ سے چار میل کے فاصلہ پر مغرب کی طرف واقع ہے۔ مولانا اس گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ان کے تعارف کے لئے یہی کافی ہے۔ کہ انہوں نے آٹھ سال تک فن معقولات عزتِ زماں خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف سے پڑھا تھا اور ان کو حضرت پیر صاحب کی خصوصی شاگردی حاصل تھی۔ حضرت والد صاحب دو سال ان کے پاس رہے اور ان سے نحو اور معقولات کی کچھ کتابیں پڑھیں۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ گرہان کے درس میں روٹی کا معقول انتظام نہ تھا دونوں وقت گاؤں سے روٹی مانگ کر لائی جاتی تھی اور اس میں زیادہ تر جو کے ٹکڑے ہوتے اور ساتھ سوائے لسی (چھاچھ) اور ساگ کے اور کچھ نہ ہوتا اور بسا اوقات روٹی سوکھی کھانی پڑتی۔ اور اس کے باوجود بھی روٹی کم ہوتی کہ کوئی شکم سیر نہ ہوتا۔ اور طالب علم بڑے شوق سے جمعرات کا انتظار کرتے۔ کیونکہ قرب و جوار کے طالب علم گھر چلے جاتے اور جو رہ جاتے انہیں سیر ہو کر کھانا مل جاتا۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ مجھے حصول علم کا بے حد شوق تھا۔ گھر والے جو کچھ دیتے میں ساتھیوں میں تقسیم کر دیتا۔ اور خود بڑی خوشی سے نان جویں پہ قناعت کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا کیونکہ اسباق مرضی کے مطابق ہوتے تھے۔ اور ہر وقت ٹیلوں اور پتھروں پہ اکیلے بیٹھ کر یاد کرتا رہتا۔ ہفتہ میں ایک دفعہ حضرت مولانا کے لئے پہاڑ

سے لکڑیاں لانا پڑتیں۔ کچھ طالب العلم بچ بچاتے اور ادھر ادھر چلے جاتے۔ مگر میں بڑے شوق سے اس کام کے لئے جاتا۔ جب مولانا کو میرے جانے کا علم ہوتا تو بہت ناراض ہوتے اور فرمایا کرتے تم نہ جایا کرو۔ مگر میں یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ حضرت مجھے اس کے بغیر چین نہیں آتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ سب جائیں اور میں یہیں بیٹھا رہوں حضرت مولانا مجھ پر بڑی شفقت فرماتے۔ اور بڑی محنت اور کاوش سے مجھے سبق پڑھاتے۔ حضرت مولانا کا انتقال اپنے اسی گاؤں گرہان میں ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے اور اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑی جن میں صرف ایک لڑکا عالم تھا۔ مگر معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا انتقال کب ہوا۔ آیا حضرت مولانا کے زمانہ حیات میں ہوا یا بعد میں ہوا زمانہ کے دستور کے مطابق مولانا بھی بڑے سادہ اور مجسمہ ایثار و قربانی اور سراپا عجز و انکسار تھے۔ اس کے باوجود نہایت صاف گو اور بڑے دلیر تھے۔ اور فن مناظرہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

(۲)

استاذ العلماء فخر الفضلاء و علامہ زماں غزالی دوران مخدومنا المکرم حضرت مولانا قطب الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ یہ والد صاحب کے خصوصی اور معتمد استاد تھے۔ والد صاحب نے اکثر علوم ان سے حاصل کئے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے انہی کا ہے۔ اور انہی کی نظرِ کرم نے مجھے یہاں تک پہنچایا۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ بہرحال بحمد اللہ تعالیٰ زیادہ تر ان کے ساتھ رہے۔ اور سفر و حضر میں آپ نے ان کی غلامی اختیار کی۔

اب استاذ العلماء کے قدرے حالات سنئے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کس قدر بلند پایہ انسان تھے۔

حضرت مولانا ضلع کیمبل پور کے مشہور قصبہ غورغشتی کے رہنے والے تھے۔ اور آپ نہ صرف خود ہی عالم نہ تھے۔ بلکہ آپ کا سارا خاندان علمی خاندان تھا۔ ان کے خاندان میں ایک صاحب تھے جو فیضی میاں کے نام سے مشہور تھے۔ کہتے ہیں یہ طالب علموں کو پڑھاتے وقت کتاب نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ بغیر کتاب کے آنکھیں بند کر کے بیٹھے رہتے۔

یوں معلوم ہوتا کہ مراقبہ کر رہے ہیں۔ جب طالب العلم عبارت پڑھتا تو خاموشی سے سنتے رہتے۔ اس کے فارغ ہونے کے بعد اس کو مطلب سمجھا دیتے اور زیادہ تر جرح قدح کرتے۔ مطلب کتاب کی طرف کم توجہ کرتے اگر طالب العلم کے ذہن میں کوئی خدشہ پیدا ہوتا تو اس کے اظہار سے پہلے ہی جواب دیدیتے۔ اور ان کے حلقۂ درس میں بڑے بڑے علماء داخل ہوتے۔ وجہ یہ کہ ان سے استفادہ کرنا ہر ایک کا کام نہ تھا ان سے صرف شائقین فن ہی مستفید ہو سکتے تھے۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ یہ صاحب کشف بزرگ تھے۔ اور آپ نے صرف چھ ماہ میں سارے علوم حاصل کئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے استاد حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اور ان کے حالات بتاتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے۔ میں نے والد صاحب سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے بحر العلوم لکھنوی کی اکثر کتابوں کا اردو لکھا تھا۔ جن میں سے بعض کو میں نے خود دیکھا تھا۔ مگر لوگوں کی سستی اور بدقسمتی سے کوئی تصنیف طبع نہ ہو سکی۔

استاذ العلماء اگرچہ ہر علم میں کمال رکھتے تھے۔ مگر معقولات کے تو مانے ہوئے امام تھے۔ ہمیشہ سینکڑوں طلبہ حلقہ درس میں شامل ہوتے۔ بلکہ اکثر مانے ہوئے فاضل شریک درس ہوتے اور مدتوں آپ کے قدموں میں پڑے رہتے۔ میں نے والد صاحب سے سنا کہ ہمارے استاذ المکرم کے حلقہ درس میں ایک چوٹی کے فاضل مولانا عبد السلام گڈ شریک ہوتے تھے۔ یہ کون تھے اس کے بارے اتنا ہی معلوم کر لینا کافی ہے۔ کہ انہوں نے علم منطق کی مشکل کتاب حمد اللہ کی بحث نکات پر حاشیہ لکھا تھا۔ جو پندرہ (۱۵۰۰) سو صفحات پر پھیلا ہوا تھا۔ اور ایک دفعہ استاذ العلماء صدرا پڑھا رہے تھے۔ کہ ایک مقام پر رک گئے۔ غالباً حاشیہ اور کتاب کی عبارت میں تضاد تھا جو تین دن تک حل نہ ہو سکا۔ آخر استاذ العلماء نے فرمایا گڈ کے پاس جاؤ۔ جب طلبا گئے تو چند منٹوں میں مشکل حل ہو گئی۔ انہوں نے یہ کہہ کر کتاب واپس کر دی کہ حاشیہ کی عبارت میں فلاں غلطی ہے۔ اور اصل کتاب ٹھیک ہے۔ ہم سب حیران ہو گئے۔ پھر میں نے کسی موقعہ

پر گڈ مولانا صاحب سے پوچھا کہ جب آپ اتنے بڑے فاضل ہیں تو یہاں کیا کرتے ہیں تو فرمایا یہ میرے استاذ ہیں مجھے ان سے بے حد محبت ہے۔ جس کی وجہ سے میں جدائی گوارا نہیں کرتا اور نیز ان میں ایک خصوصی وصف ہے جو بہت کم علماء میں پایا جاتا ہے اور وہ ہے کسی بگڑی ہوئی بات کی توجیہ کرنا۔ حضرت مولانا کے اس کمال نے مجھے قید کر رکھا ہے۔

یہ تو استاذ العلماء کے حلقہ درس کا حال تھا۔ کہ بڑے بڑے فضلاء زمانہ شریک درس ہوتے تھے۔ زبان میں اتنا فیض تھا کہ جو حلقہ درس میں شامل ہوا فیض پانے سے خالی نہ رہا بلکہ ہر شریک درس درجۂ کمال کو پہنچا۔ آنے والے کو فیض سے مالا مال کرنے کا قدرتی وصف بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر استاذ العلماء میں یہ وصف خصوصیت سے موجود تھا۔

سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا سائل کو دیدیتے۔ بڑے مہمان نواز تھے اگر کوئی مہمان آتا تو بڑے خوش ہوتے اور اچھے سے اچھا کھانا ان کے سامنے پیش کرتے۔ مولویوں میں یہ وصف بہت کم ہوتا ہے مگر استاذ العلماء کے اندر یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔ زہد و عبادت میں بے مثال تھے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں محو رہتے اور لیا اوقات خلوت میں پروردگار کو یاد کرتے۔

حضرت کے مزاج میں بے حد استغناء تھا کسی بڑے سے بڑے آدمی کی دنیاوی لالچ کی وجہ سے پرواہ نہ کرتے تھے اور بلا وجہ کسی کے پاس نہ جاتے تھے۔ ہمیشہ گھر میں بیٹھے رہتے یا اپنے کھیتوں پر چلے جاتے۔ فن مناظرہ میں بہت ماہر تھے۔ والد بزرگوار نے انہی سے اس فن کی کتابیں پڑھیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ مشق بھی کی۔ موصوف نہایت ہی کریم النفس اور فیاض انسان تھے۔ لالچی مزاج نہ تھے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کام کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ بے حد ہمدردی کرتے تھے بہت بلند پایۂ اخلاق کے مالک تھے۔ اہل سنت کے مذہب

مسلک کے پابند تھے۔ مسائل میں زمانۂ حال کے وہابیوں کے سخت خلاف تھے
کئی بار ان سے مناظرہ کر چکے تھے۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ بہت
سے وہابی مولوی کہ جن میں کٹر وہابی مولوی حسین علی واں بھچراں والے کے
اکثر پیروکار تھے۔ اور حضرت مولانا کے چچا مولوی نصیر الدین بھی شامل تھے
جب یہ اکٹھے ہوئے تو انہوں نے اہل سنت کو للکارا۔ پھر سنیوں کی طرف
سے حضرت مولانا صاحب تشریف لے گئے۔ جب وہابی مناظرہ میں ناکام
ہوئے تو حضرت مولانا نے ان پر فتویٰ کفر دیا اور حق کے مقابلہ میں کسی کی
پرواہ نہ کی۔ اور اپنے چچا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر باز نہ آؤ گے تو تمہارا بھی
یہی حشر ہو گا۔ اور اب اپنے پیر کو بلاؤ کہ تمہارا ساتھ دے۔ میں نے
یہ بھی والد صاحب سے سنا کہ مولوی عبد الغفور صاحب ہزاروی جو آج کل
وزیر آباد میں مقیم ہیں۔ جب بریلی شریف سے فارغ ہو کر اپنے گھر موضع
چنبہ پنڈ آئے تو ایک تقریب پر بہت سے عالم جمع تھے۔ والد صاحب تو
ننھیال کی وجہ سے خود ہی شریک تھے اور حضرت استاذ العلماء بھی تشریف
لائے بوجہ اس کے کہ آپ مولوی عبد الغفور صاحب اور ان کے قبلہ والد
صاحب دونوں کے استاد تھے۔ اس موقع پر علاقائی دستور کے مطابق مولوی
عبد الغفور صاحب ہزاروی کی دستار بندی کرنے کی تجویز پاس ہوئی اور
سب کی طرف سے والد صاحب مختار مقرر ہوئے زیادہ ڈر اس بات کا تھا
کہ حضرت مولانا نہیں مانیں گے اور ان سے بات کون کرے گا۔ اور اس وقت
علماء کا یہ دستور تھا کہ جس آدمی کی دستار بندی کی جاتی۔ تمام موجود علماء
اس کی علمی قابلیت جانچنے کی غرض سے اس پر علمی سوالات کر کے اس سے
جوابات کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ والد صاحب نے فرمایا اس کا فکر نہ کریں
حضرت الاستاذ کو میں منواؤں گا۔ چنانچہ والد صاحب ان کے پاس عرض
کرنے گئے۔ اور وہ پہلے یہ بات کسی سے سن چکے تھے۔ والد صاحب کے

حاضر خدمت ہوتے ہی فرمانے لگے قاضی صاحب جس کی دستار بندی کرنے کا پروگرام
بنایا گیا ہے ذرا اس کو تو میرے پاس لاؤ میں دیکھوں۔ والد صاحب فرماتے تھے۔ کہ
حضرت بڑے مدبر۔ باوقار اور نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ کسی کو بات
کرنے کی جرأت نہ ہوتی اور جب آپ گفتگو فرماتے تو ساری مجلس پر سکوت طاری ہو
جاتا۔ استاذ العلماء نے جب بڑے رعب سے دستار فضیلت والے کو اپنے پاس بلانے
کو فرمایا تو والد صاحب نے عاجزانہ طور پہ عرض کیا کہ حضرت آپ اس کو کیا دیکھیں
گے صرف دعا فرمائیں۔ کہ وہ اس قابل ہو جائے۔ اس پر فرمایا اچھا جیسا مناسب
ہو کرو۔ پھر والد صاحب بڑی خوشی سے واپس لوٹے اور آکر باقی بزرگوں کو سارے
واقعہ سے آگاہ فرمایا۔ سب بہت خوش ہوئے اور استاذ العلماء خود بھی شریک محفل ہوئے جب
طلباء جمع ہو چکے تو والد صاحب نے مولوی عبد الغفور صاحب سے فرمایا کہ تم اٹھ کر
کوئی سی آیت پڑھ کر اس کے بارے میں دس پندرہ منٹ کچھ بیان کر دو اور کچھ بھی کسی
کی پرواہ نہ کرو۔ پہلے تو یہاں کسی کو بولنے کی جرأت نہیں۔ اور اگر کوئی بول پڑا تو میں
اس کے لئے کافی ہوں۔ تمہیں خیال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

والد صاحب فرماتے تھے بڑی مشکل سے میں نے مولوی صاحب کو آمادہ کیا پھر
جب یہ بیان کرنے کے لئے اٹھے تو ہیبت مجلس کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گئے تھے۔ اور
تمام جسم پر لرزہ طاری تھا۔ خیر بڑی مشکل سے انہوں نے قرآن پاک کی آیت قل
ان کنتم الخ پڑھی۔ پھر اس کے بارے میں چند منٹ کچھ بیان کیا۔ اور میں تسلی اور
حوصلہ افزائی کے لئے ساتھ کھڑا تھا جبکہ یہ بیان کر چکے تو حاضرین میں سے پہلے
حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے دستار بندی کی مبارک رسم ادا فرمائی اور پھر
باقی حاضرین نے بھی اس رسم کو پورا کیا۔ پھر سب نے میرے ماموں صاحب بزرگوار کو
مبارکباد دی۔ پھر دعا مانگی گئی اور مجلس برخاست ہوئی۔

استاذ العلماء کو حضرت والد صاحب سے بے حد محبت تھی۔ آپ کے تمام شاگردوں
میں والد صاحب کو شرف امتیاز حاصل تھا۔ جب آپ ریاست [illegible] جو ہندوستان کی

ایک ریاست تھی) تدریس کے لئے گئے تو قبلہ والد صاحب کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہاں اپنے بچوں کی طرح والد صاحب کو رکھا۔ ہمیشہ کھانا کھاتے وقت ساتھ بٹھاتے اور ہر ہر بات کا خیال رکھتے۔ والد صاحب بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب بعد وصال آپ کا نام لیتے تو کئی بار نام کے ساتھ قدس سرہ العزیز فرماتے اور دوران تدریس اکثر آپ کے علمی مسائل کا ذکر فرماتے۔ اور جب کوئی انوکھی بات بیان فرماتے۔ تو فرماتے یہ میرے حضرت الاستاذ کا فیض ہے ورنہ میں اس قابل کب تھا۔ اور اکثر اپنے گاؤں سے مولانا صاحب کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور اپنے مشفق استاذ کو دیکھ کر چین پاتے اور معاملات میں آپ کے مشورہ پر عمل کرتے۔ اور ہر بات میں ادب کا خیال رکھتے۔

۱۹۵۷ء میں گجرات مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ میں قبلہ والد صاحب صدر مدرس تھے۔ کہ ان ہی دنوں میں استاذ العلماء کے وصال پر ملال کی خبر سنی تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا۔ اور تمام رات روتے رہے۔ اور اپنے محسن آقا کو یاد کرتے رہے۔

اور اسی موقعہ پر کچھ اشعار بھی وجد و اضطراب کی حالت میں قلمبند فرمائے

(جو کہ یہ ہیں)

ابیات حسرت آیات بر وفات علامۂ دھر قطب زماں حضرت استاذنا واستاذ الکل مولانا و مولی الکل جناب مولانا قطب الدین صاحب عوزغشتوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ الشریف و جعل ماٰواہ جنۃ فردوسا و افاض علینا من برکاتہ و علومہ و فیوضہ و امدادہم من علمہ مادام القمران منیرین با النون والصاد۔

(۱) آنکہ بودہ قطب عالم در علوم انس و جاں / فیض او در ہند و کابل بود در عالم رواں
(۲) در ہزارہ ملک پکھلی ہم چنیں در دو فیشیا ل / در تناول ہم چکیسر بود در فکر ... رواں
(۳) ہم چنیں کولش و بجاڑی در چھرزی فیض دال / در الائی ملک سمہ ہم چنیں در کوہستاں
(۴) در پشاور در وہ ابو ... دربار ... دال / در سوات و ملک بنول ڈیرہ اسماعیل خاں
(۵) [illegible] چترال دال / در بخارا بلخ غزنی ہم چنیں در روس دال

(۶) ہم چنیں ہشت نگر در ملک چھاچھی بجر دال / ہم چنیں در کاشکار و ملک ترکی فیض دال
(۷) ہم چنیں ملک جلو جاسائیز در پنجاب دال / در قندھار و خوست کم فیض او جاری رواں
(۸) ہم چنیں در سندھ ہم چنیں در ملک تبت فیض دال / ہم چنیں جہلم کراچی نیز در گجرات دال
(۹) مثل او عالم نیامد در علوم عقل کل / در علوم علم حکمت فلسفہ او شاہ کل
(۱۰) در معانی و بیان و در علوم ہندسہ / در کلام بے نظیر و در عقائد ہم فلسفہ کو
(۱۱) در علوم علم ہیئۃ اصدہ او بے نظیر / در عروض و ہم قوافی بود او شاہ کبیر
(۱۲) ہم چنیں علم مناظر ہم چنیں علم اکر / در جبلی فیض عالم بود آں شاہ اکبر
(۱۳) ہم چنیں رمل و نجوم و کیمیا و فیض دال / سیمیا و ہیمیا و ... فیض دال
(۱۴) در علوم علم شرعی بود آں قطب زماں / در تصوف در نصوص و در فتوحات الغیب دال
(۱۵) در علوم علم فقہ بود آں شمس جہاں / در اصول و در حدیث بود استاذ زماں
(۱۶) در علوم علم عقیدہ و در قرآن فیض دال / در علوم علم قرآں بود آں قطب زماں
(۱۷) کرد رحلت از جہان فانی فانی جہاں / عوزغشتی را رہا کردہ شدہ جنت رواں
(۱۸) کرد رحلت از جہانے فانی فانی جہاں / درس او از عوزغشتی نقل کردہ در جناں
(۱۹) علم رفت و جہل ماند و شد سیاہ عالم جہاں / روز در رفت و شب ماند و شد سیاہ آں جہاں
(۲۰) طالبان و طوطیان و بلبلان فیض او / در فغان و گریہ زاری آہ رفتہ فیض او
(۲۱) ایں فلاح دار التسلی ہست جاری فیض او / در دو عالم فیض جاری فیض جاری فیض او
(۲۲) یاالہی روح پاکش را چناں رحمت رساں / تاکہ باشد در دو عالم فیض او جاری رواں
(۲۳) طالبان و طوطیان و بلبلان از فیض او / ہر یکے سیراب گشتہ از علوم فیض او
(۲۴) عبد سبحاں او غلام خاص و عام فیض او / دائما باشد فیوضش بر سرش از فیض او

(ضروری نوٹ) تحریر کردہ اشعار سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) موصوف کو اپنے مشفق استاذ کے ساتھ بے حد محبت و عقیدت تھی۔
(۲) تمام علوم میں جناب اپنے محترم استاذ کو یکتائے روزگار سمجھتے تھے۔
(۳) باطنی علوم میں بھی آپ بلند پایہ درجے پر فائز تھے۔

(۴) اپنے محسن اور نامور استاذ کی جدائی سے قلبی صدمہ ہوتا ہے۔ یہ فرماں بردار تلامذہ کی یہی نشانی ہوتی ہے اور یہی فرماں بردار اور نافرماں شاگرد میں حد فاصل ہے۔

(۵) استاذ کے قدر و احترام سے شاگردِ صادق کا کمال معلوم ہوتا ہے۔ شاگرد جتنا مؤدب ہو گا۔ اتنا ہی اس میں کمال ہو گا۔ اور اسی سے شرافتِ نفس کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۶) جس میں شرم و حیا کی رمق نہیں ہوتی اور کمینہ پن سے بھرا ہوتا ہے۔ وہی اپنے محسن استاذ کی مخالفت کرتا ہے۔ اور استاذ کے حق میں بے وفا نکلتا ہے۔

اس موقع پر حضرت سعدی شیرازی نے کیا خوب فرمایا۔

ؔ سعدیا شیراز یا سبق مدہ بدذات را — بدذات چوں کامل شود دشنام دہد استاد را

(ترجمہ) اے سعدی شیرازی بدذات کو تعلیم مت دے کیونکہ بدذات جب کامل ہو جائے گا تو استاد کو گالیاں دیگا یعنی برا کہیگا

حضرت مولانا مرحوم سے بے شمار لوگوں نے فیض پایا چنانچہ آپ کے چند نامور تلامذہ کے نام یہ ہیں

(۱) حضرت علامہ قاضی صاحب کھلابٹ (۲) پیر طریقت جناب قاضی محمد صدرالدین صاحب خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ ہری پور (۳) حضرت مولانا محمد فیروز الدین صاحب درویش (۴) حضرت مولانا محمد عبدالغفور صاحب وزیر آبادی (۵) حضرت مولانا چھنبہ پنڈ والے یعنی مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی کے والد صاحب (۶) مولانا محمد دین صاحب بدھو والے (۷) حضرت مولانا غلام نبی صاحب گوڈر پور علاقہ پکھلی مصنف حاشیہ رفع الاشتباہ بر کتاب حمد اللہ (۸) حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قندھاری (۹) حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ابن حضرت قاضی صاحب مرحوم (۱۰) ملا کنٹر صاحب۔

ان کے علاوہ بھی آپ کے بے شمار شاگرد تھے۔ اور ہر علاقہ آپ کے تلامذہ سے بھرا تھا۔ مگر افسوس ان کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ لہٰذا ان ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔[1]

(۳) حضرت مولانا عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی قبلہ والد صاحب کے استاذ تھے جن دنوں والد صاحب پڑھنے ریاست میسور تشریف لے گئے تھے۔ یہ حضرت وہاں

[1] حضرت مولانا مرحوم کے جو شاگرد ہوں۔ وہ مندرجہ ذیل پتہ پر ہمیں لکھیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کے نام بھی لکھے جائیں
کتب خانہ غوثیہ چشتیہ جی ٹی روڈ جادہ جہلم

مدرس ثانی تھے۔ اور قبلہ استاذ العلماء کے ماتحت کام کرتے تھے۔ کچھ اسباق والد صاحب کے ان کے پاس تھے۔ حضرت الاستاذ کے ارشاد فرمانے پر اسباق ان کے پاس رکھ لئے تھے۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ نہایت صوفی منش انسان تھے۔ پیکر زہد و عبادت تھے۔ اکثر خاموش رہتے۔ بہت کم لوگوں سے مجلس کرتے۔ اوقات تدریس کے علاوہ احاطہ مدرسہ میں بہت کم دکھائی دیتے۔ مدرسہ کے مقررہ اوقات کے مطابق آکر پڑھانے بیٹھ جاتے۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پڑھاتے ہوئے کئی مقامات میں رک جاتے اور میں خداداد ذہانت کی وجہ سے بڑے پیچیدہ اور مشکل سوالات کر بیٹھتا۔ اور اکثر بڑے پریشان ہوتے میری وجہ سے دوسرے طلبہ کو بھی سوالات کا موقع مل گیا تھا۔ چونکہ وہ مجھے مطمئن نہیں کر سکتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض اسباق میں نے چھوڑ دیئے تھے۔ جب حضرت الاستاذ کو علم ہوا تو فرمایا مجھے پہلے ہی علم تھا کہ وہ تمہیں نہ پڑھا سکیں گے۔ میرے پاس چونکہ وقت بہت کم ہے۔ تم نسخۂ کتاب ان سے سمجھ لیتے اور جو سوال و خدشہ ہوتا مجھ سے آکر پوچھ لیتے تو تمہارے لئے اچھا ہوتا۔ خیر کوئی بات نہیں جو سبق چھوڑ دیئے ہیں وہ مجھ سے پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ وہ اسباق حضرت مولانا اوقاتِ فرصت میں والد صاحب کو پڑھا دیا کرتے تھے۔ اور ایک آدھ کتاب مولانا عبدالباقی صاحب سے پڑھ لیا کرتے تھے۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ نو عمر ہونے کی وجہ سے میں ان کے جوہر باطن سے ناآشنا تھا۔ اگرچہ وہ علوم ظاہری میں خاص کمال نہیں رکھتے تھے۔ مگر ان کے صاحب باطن ہونے میں کچھ شک نہ تھا۔ کشف و کرامت کے مالک تھے ان سے بحث و تکرار کی وجہ سے مجھے بڑا نقصان پہنچا۔ مگر اس کا علم مجھے واپس آجانے کے بعد ہوا چنانچہ میں پھر وہاں گیا اور ان کو تلاش کر کے ناراضی کی معافی مانگی اور ان کو بہت اچھی طرح راضی کیا۔

حضرت فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت برسائے بہت ہی شریف النفس ا

سادہ طبع ۔ اور فرشتہ سیرت انسان تھے۔ اب بھی جب انہیں یاد کرتا ہوں۔ تو میرے اندر ایک کیف و سرور پیدا ہوتا ہے۔ جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔

(۴) حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محترم تھے۔ جب آپ ریاست ٹونک پڑھنے گئے۔ اور نواب ٹونک کے مدرسہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ تو اس مدرسہ اسلامیہ کے نگرانِ اعلیٰ جناب حکیم صاحب تھے۔ اور والیٔ ریاست کے مخصوص معالج بھی تھے۔ ہر روز شاہی سواری پر سوار ہو کر نواب کے پاس جاتے اور اس کی نبض دیکھتے اور کھانا وغیرہ ملاحظہ فرماتے یہ جناب کی خصوصی ڈیوٹی تھی۔

حضرت والد صاحب جب اس مدرسہ میں داخل ہوئے تو جناب حکیم صاحب سے کچھ اسباق پڑھے اور ویسے بھی علمی استفادہ کیا۔ پھر کچھ دنوں بعد وہیں بیمار ہو گئے اور جناب حکیم صاحب ہی کے زیر علاج رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ از راہ کرم آپ ہر روز مجھے بھی دیکھنے مدرسہ میں تشریف لاتے اور بڑے غور و فکر سے مجھے دیکھتے۔ اگر نسخہ میں کوئی تبدیلی کرنا ہوتی تو یہ کام بھی خود کرتے۔ اتنی شفقت کسی مریض پر نہ کرتے تھے۔ جتنی کہ میرے ساتھ کرتے یہ محض آپ کا حسنِ خلق تھا۔ ورنہ میں اس قابل کہاں تھا۔ یہ بھی سنتے جائیے کہ یہ حکیم صاحب کون تھے۔ اور کتنے بلند پایہ عالم تھے۔ اس کے لئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جناب حکیم صاحب مشہور اور نامور فاضلِ زمانہ حضرت علامہ فضل حق صاحب خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگرد اور مولانا فضل حق رامپوری کے ساتھ استاد بھائی تھے۔ مقام م۔ ہندوستان میں صرف چار خاندان خدمت علم میں مشہور ہوئے۔ جن کو زمانہ جانتا ہے۔ اور ان کی علمی یادگاریں آج تک ان کے فضل و کمال پر شاہد عدل ہیں۔ ان چار میں سے دو خاندان تو معقولات کے امام ہوئے ہیں آئیے آپ کو بتاؤں کہ معقولات کے کون امام ہوئے ایک تو لکھنوی خاندان تھا اور دوسرا خیرآبادی خاندان یہ لوگ فلسفہ و منطق کے موجد ہوئے ہیں۔ اور اس میں جو کمال ان کو حاصل تھا آج تک کسی کو نہ ہو سکا اور منقولات میں سب سے پہلے خادم دین اور خادم حدیث

رسول حضرت شیخ اجل شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ اور دوسرا خاندان حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بلند پایہ خاندان تھا۔ آج جتنے بھی عالم دیکھتے ہیں، خادم دین متین ہیں سب حضرت شاہ صاحب کے گھر کے خوشہ چین ہیں۔ ایک بھی ایسا عالم دین نہیں جس کو اس گھرانہ کی شاگردی حاصل نہ ہو۔

یہ چار نامور خاندان ہوئے کہ جن کے فیضانِ علم سے ساری دنیا سیراب ہوئی اور ان کے جام علم سے ہر ایک نے اپنی پیاس بجھائی۔ ان میں خیرآبادی خاندان کے ساتھ علامۂ زماں جناب حکیم برکات احمد قدس سرہٗ العزیز وابستہ تھے۔

(۵) حضرت مولانا شیر بہادر مار تونگی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی جناب والد صاحب کے مشفق استاذ تھے۔ حضرت موصوف نے کچھ اسباق ان سے پڑھے تھے۔ ان کو والد صاحب کے ساتھ بے حد پیار تھا۔ اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور آپ کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ یہ مولانا مار تونگ کے رہنے والے تھے۔ جو کہ پٹھانوں کا علاقہ ہے۔ پرانے عالموں کی طرح نہایت سادہ وضع رکھتے تھے۔ اور سادہ لباس پہنتے تھے۔ حضرت مولانا خان بہادر مار تونگی جو آج کل علاقہ سوات کے مشہور عالم دین اور وہاں کے بڑے مدرسہ اسلامیہ کے شیخ الحدیث ہیں۔ حضرت مولانا ان کے چچا تھے۔ افسوس کہ حضرت مولانا صاحب کے بارے زیادہ تفصیلات کا علم نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

(۶) اور جب والد بزرگوار قرب و جوار سے علم حاصل کر چکے تو زمانہ کے دستور کے مطابق ہندوستان جانے کی فکر ہوئی۔ چونکہ آپ والدہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور پورے خاندان کے مرکزِ توجہ تھے۔ اس وجہ سے اس قدر دور دراز کے سفر کو گھر والوں میں سے کوئی پسند نہ کرتا تھا۔ مگر دادا صاحبؒ کو علمی ذوق اس پر مجبور کرتا تھا۔ بایں وجہ ان کی مرضی ہندوستان بھیجنے کی تھی۔ اس زمانہ میں دو جگہیں مرکز علوم تھیں اور لوگ تکمیل علم کے لئے وہاں جایا کرتے تھے۔ ایک جگہ رام پور۔ دوسرا دیوبند اب یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ان دونوں میں سے کس جگہ بھیجا جائے۔ اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آفتاب زمانہ حضور قاضی صاحب آدان شریف کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے
حضور قبلہ قاضی صاحب سے پہلی ملاقات میں عرض کیا کہ حضور میرا لڑکا تکمیل علم کے لئے
ہندوستان جانا چاہتا ہے۔ اب فرمائیے کہ کہاں جائے۔ کیونکہ مقام دو ہیں۔ ایک
رام پور۔ دوسرا دیوبند۔ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا مولوی صاحب جو جگہ قریب
ہو وہاں بھیجو صرف اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔ حضور کے ارشاد سے دادا صاحب
نے اس وقت یہ سمجھا کر دیوبند بھیجنے کا فرما رہے ہیں (کیونکہ یہ رام پور سے قریب ہے)
چنانچہ واپس آکر دادا صاحب نے والد صاحب کو دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ وہاں داخلہ
کا امتحان شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب لیا کرتے تھے۔ اور اکثر طلباء
ان کے سامنے جانے سے ڈرتے تھے۔ وجہ یہ کہ مولانا امتحان لینے میں بڑی سختی کرتے
تھے۔ قبلہ والد صاحب بڑی دلیری سے ان کے سامنے امتحان دینے جا بیٹھے۔ اور کتاب
کھول کر ایک ورق عبارت پڑھ ڈالی اور مطلب بیان کرنے لگے۔ مولانا ان کی قابلیت
بھانپ گئے۔ کہنے لگے کتاب بند کر دو میں نے تمہاری خداداد قابلیت کا اندازہ کر لیا۔
تم امتحان میں اول نمبر ہو۔ اس پر باقی جتنے طلبہ تھے سب حیران رہ گئے۔ اور کہنے
لگے۔ کہ مولانا جس کا امتحان لیں اس کا تو پاس ہونا ہی مشکل ہوتا ہے۔ تم پر خاص اللہ
تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا ہے۔

قبلہ والد صاحب نے دارالعلوم دیوبند کے بارے میں مندرجہ ذیل انکشافات
کئے۔

(۱) دارالعلوم میں کم از کم تین ہزار طلبہ رہائش پذیر تھے۔
(۲) ہر ایک علم کے لئے الگ الگ استاذ مقرر تھے۔ اور ہر فن کے استاذ کو
اس فن کا شیخ کہا جاتا تھا۔ مثلاً فقہ پڑھانے والے کو شیخ الفقہ اور ادب پڑھانے
والے کو شیخ الادب اور منطق پڑھانے والے کو شیخ المنطق اور حدیث پڑھانے والے
کو شیخ الحدیث کہا جاتا تھا۔
(۳) طلبہ کرام کو دونوں وقت نہایت عمدہ کھانا دیا جاتا کہ جس کو باقاعدہ ڈاکٹر

ملاحظہ کرتا۔ اگر کھانے میں کسی قسم کی کوئی خرابی ہوتی تو اس کو پھینک دیا جاتا۔
(۴) اگر کوئی طالب علم بیمار ہوتا تو اس کے لئے طبی امداد کا انتظام تھا۔ اور
بیمار کو اس کے مزاج کے مطابق غذا دی جاتی۔
(۵) دارالعلوم کا نہایت اعلیٰ اور عمدہ نظام تھا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہ تھا
عمارت عمدہ۔ کمرے شاندار۔ درسگاہیں نفیس غرضیکہ جیسا ایک اسلامی دارالعلوم کا
انتظام ہونا چاہیئے ویسا ہی اس دارالعلوم کا انتظام تھا۔

حضرت والد بزرگوار نے امتحان داخلہ کے بعد علم معانی کے کچھ اسباق مولانا
عبدالسمیع صاحب سے۔ اور منطق کے کچھ اسباق شیخ المنطق مولانا محمد ابراہیم صاحب سے
شروع کئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جن دنوں مولانا انور شاہ صاحب کشمیری
دارالعلوم میں شیخ الحدیث تھے۔

حضرت والد صاحب شاہ صاحب کے درسِ حدیث میں بھی کبھی کبھی جا کر شریک ہوتے
تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب بخاری شریف پڑھاتے ہوئے نہایت مبسوط تقریر
کیا کرتے تھے۔ مگر مجھے اسباق کے سلسلہ میں کسی سے اطمینان نہ تھا۔ اور نہ ہی مجھے کوئی
مطمئن کر سکتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی جو میں پوچھنا چاہتا تھا اس کا کوئی جواب نہ ملتا تھا
جس کی وجہ سے میری پریشانی میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

یہ بھی میں نے والد صاحب سے سنا کہ ایک دفعہ مختصر المعانی پڑھتے ہوئے میں نے
اپنے استاذ سے ایک عبارت کا حل پوچھا۔ جس کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر مجھے
ایک بڑے استاذ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے بڑی طویل گفتگو فرمائی۔ مگر میرے سوال
کا وہ بھی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ میں جیسا گیا تھا۔ ویسا ہی اُٹھ کر آگیا۔ اور
اس پریشانی میں دو تین دن گزر گئے۔ آخر میں نے خود غور کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ
کے فضل و کرم سے وہ عقدہ حل ہو گیا۔ تب کہیں جا کر میری پریشانی رفع ہوئی۔

مولانا ابراہیم صاحب سے میں حمد اللہ پڑھتا تھا۔ وہ بھی بڑی مبسوط اور طویل تقریر
کرتے تھے۔ مگر میری باتوں کا کوئی جواب نہ دیتے۔ جب میں نے دیکھا کہ اسباق میرے

حسبِ منشا نہیں ہوتے تو میں خود غور و فکر سے مطالعہ کرنے لگا۔ اور طرداً للغیاب جا کر شریک ضرور ہو جاتا۔ مگر اپنی جگہ محنت خود کرنے لگا تاکہ احتیاج ہی نہ رہے۔

دارالعلوم سے باہر کچھ فاصلہ پر ایک مزار تھا۔ میں اکثر کتابیں اٹھا کر وہاں چلا جاتا۔ اور سارا دن وہیں مطالعہ کرتا رہتا اور شام کے وقت واپس آتا۔ ان دنوں میرا یہی شغل تھا اور اسی میں دن گذارے۔

دارالعلوم کے قیام کے دوران میرے ساتھ ہزاروی طلبہ میں سے چند افراد تھے کہ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) مولوی محمد اسحاق صاحب ڈسٹرکٹ خطیب ایبٹ آباد (۲) مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی (۳) مولوی ولی الرحمان جھنگا غاقی اور ان کے علاوہ دوسرے علاقوں یا ملکوں کے طلبہ تھے۔

ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ میں طالب العلموں میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ مولوی اسحاق صاحب کتاب اٹھائے ہوئے مجلس میں داخل ہوئے کہ آج میں نے نور الانوار پڑھتے ہوئے اپنے استاذ پر نہایت قوی سوال کیا کہ جس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے اور میں نے ان کو لاجواب کر دیا۔ دوسرا تو کوئی نہ بولا میں نے کہا اپنے اساتذہ کے بارے میں ایسی بے ہودہ گفتگو تمہیں مناسب نہیں۔ وہ کہنے لگے میں سچ کہتا ہوں۔ اس میں کونسی قباحت ہے۔ میں نے کہا اچھا اعتراض بتاؤ۔ انہوں نے کتاب کھولی اور جس عبارت پر اعتراض تھا وہ بتائی۔ اس سے پہلے میں نے نور الانوار کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔

عبارت محل خدشہ یہ تھی۔ کہ مصنف نور الانوار لکھتے ہیں۔ اَنَّ الجزاء اذا وقع مطلقاً فی معرض العقوبات۔ سوال یہ تھا کہ جزاء کو مطلق کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ جزاءً بما کسبا کی قید سے مقید ہے۔ مطلق نہیں۔ میں نے جب عبارت اور سوال پر غور کیا تو مولوی صاحب کو کہا کہ یہ تمہارا اعتراض نہیں۔ یہ تو حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی کا اعتراض ہے جو کہ حاشیہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس میں تم نے کیا کمال کیا۔ کسی کے اعتراض کو نقل کر دینا کوئی کمال کی بات نہیں کمال یہ ہے۔ کہ تم

اس کا جواب دیتے۔ اور پھر یہ کہ تمہارا مصنفِ کتاب پر اعتراض نہیں۔ بلکہ مذہب حنفی پر اعتراض ہے۔ کیونکہ مصنف اصولِ احناف کے طور پر کلام فرما رہے ہیں۔ اب بتاؤ کیا تم خود اس کی زد میں نہیں آتے۔ اور پھر میں نے کہا آؤ میں تمہیں اس کا جواب دیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اعتراض مذکور کے تین جواب دیئے پہلا جواب قواعد نحو کی بنا پر دیا۔ دوسرا جواب اصول فقہ کے قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیا۔ تیسرا جواب قواعدِ منطق کے مطابق دیا۔ اور یادگار کے طور پر تینوں جواب حاشیہ کتاب پر تحریر کر دیئے۔ جو آج بھی دارالعلوم کے کتب خانہ میں محفوظ ہوں گے۔

حضرت والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دارالعلوم میں ان دنوں کسی قسم کا کوئی جھگڑا اور اختلاف نہ تھا۔ میں نے وہاں کسی سے اختلافی و نزاعی مسئلہ نہیں سنا۔ بلکہ مدتوں بعد اس قسم کے اختلافات کا انکشاف ہوا۔ ورنہ پہلے اختلاف کا کوئی علم نہ تھا۔ اور عدم علم کی وجہ یہ تھی کہ وہاں اس قسم کی کوئی بات نہ ہوتی تھی۔

والد صاحب چھ مہینے دارالعلوم میں قیام پذیر رہے۔ مزید کیوں نہ رہے۔ اور وہاں سے کیوں چلے آئے۔ یہ بھی سن لیجئے تاکہ واقعات کی ترتیب اور تکمیل ہو جائے۔

چھ ماہ گذرنے کے بعد واقعہ یہ پیش آیا کہ مولوی غلام غوث ہزاروی نے طلبہ میں سے چند شر پسند افراد کو اپنے ساتھ ملایا اور سب نے مل کر انتظامیہ کے خلاف ایک منصوبہ تیار کیا۔ جس کا پہلا نکتہ یہ تھا کہ دارالعلوم کی انتظامیہ کو بر سر عام مارا پیٹا جائے اور درمیان میں جو آئے اس کی بھی بے حرمتی کی جائے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ مرعوب ہو کر ہماری حسبِ منشا کام کریں گے۔ اور ہمارے کسی معاملہ میں مداخلت نہ کریں گے۔ بالآخر انہوں نے اپنے تیار کردہ منصوبہ کی بنا پر ایک دن بر سر عام دارالعلوم کے صحن میں اودھم مچایا اور انتظامیہ پر ہلہ بول دیا۔ اور صحن مدرسہ میدانِ جنگ نظر آنے لگا۔

جب فتنہ و فساد کی آگ ٹھنڈی ہوئی تو مہتمم مدرسہ کی طرف سے اس فتنہ میں حصہ لینے والے افراد کو دارالعلوم سے خارج کرنے کا حکم سنایا گیا۔ مجھے بھی ملکی عصبیت کی وجہ سے ساتھ دینا پڑا۔ اور ہم سب اکٹھے نکلے اور سیدھے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں

آ گئے اور وہاں سب کی رائے ٹھہرنے کی ہوئی۔

چونکہ تعلیمی سال آدھا گذر چکا تھا۔ جو اسباق شروع تھے ان میں شرکت کئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اور میں مستقل سبق پڑھنے کا خواہش مند تھا۔ اراکین مدرسہ میری قابلیت کی وجہ سے اس پر بھی رضامند ہو گئے تھے اور میرے رہنے پر بار بار اصرار کرتے تھے۔ اور اسباب آسائش مہیا کرنے کی تسلی دیتے تھے۔ مگر میرا دل اٹھ گیا۔ کہیں اس خطہ میں ٹکتا ہی نہ چاہتا تھا۔ تو اس وجہ سے میں سیدھا پنجاب آ گیا اور کہاں ٹھہرا اور کس کے پاس ٹھہرا یہ بھی سنیئے۔

پہلے تو گجرات اتر کر حضرت سید کبیر الدین صاحب دریائی گجراتی کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا دو تین دن وہیں ٹھہرا۔ اور کس مپرسی اور گم نامی کی صورت میں وقت گذارا۔ پھر وہاں سے تحصیل پھالیہ کے ایک گاؤں موضع اٹی چلا گیا۔ وہاں ایک مشہور فاضل زمانہ بزرگ تھے۔ ان کے پاس ٹھہر گیا اور ان سے متداول درسی کتاب میر زاہد رسالہ شروع کی مولانا نہایت سادہ اور عامیانہ وضع رکھتے تھے۔ ناآشنا آدمی ان کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ مگر بڑے پختہ عالم تھے۔ انہیں سبق کا خلاصہ بیان کرنے میں خصوصی کمال ... میں کتاب کے تین چار ورق پڑھتا تھا کہ جس کا دو تین جملوں میں خلاصہ بیان کر دیتے تھے۔ اور الفاظ بہت سادہ اور عام فہم ہوتے تھے۔

ایک دن حضور غریب نواز حضرت قاضی صاحب آوان شریف کا ذکر چھڑ گیا۔ تو حضرت مولانا نے ان کی بے حد تعریف کی۔ اور اسی دوران فرمایا کہ ایک دفعہ ایک خستہ حال آدمی میرے پاس آیا کہ جس کی بظاہر کوئی پہچان نہ تھی۔ پھر وہ میرے والد بزرگوار کی قبر کے پاس چلا گیا۔ میں بھی اس کے پاس چلا گیا۔ وہ قبر پر جاتے ہی کہنے لگا۔ صاحب قبر بڑے اچھے حال میں ہے۔ کوئی باوقار آدمی معلوم ہوتا ہے اور قبر میں نہایت آرام و چین سے جلوہ فرما ہے۔ میں نے کہا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ اس نے بتایا کہ میں حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نیازمند ہوں۔ اور اُن کے نیازمندوں کو اس قسم کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں کیونکہ حضور قاضی صاحب آفتاب ولایت اور اصحاب مشاہدہ

میں سے ہیں۔ مولانا نے فرمایا اس کے کلام سے مجھے بہت حیرت ہوئی اور میں نے کہا کیا جو لوگ بھی وہاں جاتے ہیں۔ ان کو یہ کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ فرمایا ہاں یہ کمال ان کے مریدوں کو ضرور حاصل ہے۔ پھر میں خود حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ عرض کی کہ حضور کیا مردے باتیں کر سکتے ہیں۔ اور ان سے کوئی ہم کلام ہو سکتا ہے۔ فرمایا ایسا ہو سکتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک رقعہ کاغذ پر ایک سوال عربی میں تحریر فرمایا اور مجھے حضرت پیر لنگر صاحب (یہ اعوان شریف اور کنگ کلاں کے درمیان ایک مشہور مزار ہے۔ اور حضور نے ہی فرمایا کہ صاحب قبر جن ہوئے ہیں) کے مزار پر جانے کا حکم دیا اور فرمایا یہ رقعہ ساتھ لے جاؤ اور مزار پر رکھ کر ایک طرف کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو جانا۔ پھر کچھ دیر بعد جا کر رقعہ اٹھا لینا اس سوال کا جواب صاحب مزار خود دیں گے۔ میں اگرچہ محو حیرت تھا۔ مگر جب ارشاد چلا گیا اور رقعہ قبر پر رکھ کر کچھ دور کھڑا ہو گیا۔ پھر جب کچھ دیر کے بعد رقعہ اٹھانے گیا تو کیا دیکھا کہ سرخ رنگ کہ جس میں کسی چمکدار سنہری چیز کی ملاوٹ بھی ہے۔ اس سے جواب نہایت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کہ جس کو دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پھر جب اس کو لے کر حضرت کے پاس آیا۔ تو فرمایا کہ اب تسلی ہوئی کہ نہیں میں نے عرض کیا حضور جب مشاہدہ ہو جائے تو پھر کیسے تسلی نہ ہو۔ اس چشم دید واقعہ کے بعد ان باتوں کا دل سے قائل ہو گیا ہوں۔

رقوث ہا راقم الحروف سیف الرحمٰن ہزاروی کہتا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ یہ واقعہ حضرت مولانا کے ساتھ پیش آیا۔ یا اس آنے والے اجنبی آدمی کو پیش آیا۔ ان دونوں میں سے ایک کا تعین نسیان کی وجہ سے مشکل ہو گیا۔ بہرحال اصل واقعہ میں نے والد بزرگوار سے ضرور سنا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

مولانا صاحب اٹی والے نہایت پاکباز اور زہد و عبادت میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ اور احتیاط و تقویٰ و ورع میں بے مثال تھے۔ میں نے والد صاحب سے سنا کہ ایک دفعہ اپنے کھیت میں پڑھا رہے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کھیت کو پانی چھوڑ رکھا تھا۔ دریں اثنا کوئی طالب العلم پیشاب کے لئے اٹھا۔ اور اس نے فراغت کے بعد دیکھا کہ پانی سے ایک حصہ

زمین کا سیراب ہو گیا ہے تو اس نے معمولی کام سمجھ کر پانی کا رخ دوسرے حصہ کی طرف موڑ دیا۔ جب مولانا گئے تو یہ دیکھ کر فرمایا یہ کام کس نے کیا ہے۔ اس نے عرض کیا میں نے کیا ہے۔ فرمایا تم پڑھنے کے لئے گھر سے نکلے ہو یا میرا کام کرنے آئے ہو؟ اور میں نے کئی بار تمہیں کام کرنے سے روکا ہے۔ مگر تم پھر بھی باز نہیں آتے۔ اس کھیت میں گندم تھی۔ جب گندم کاٹنے کا وقت آیا۔ تو اس تمام جگہ کی گندم کو خیرات کر دیا اور اسے اپنے استعمال میں نہ لائے یہ حضرت مولانا کے کمالِ احتیاط اور تقویٰ کی روشن دلیل ہے۔ دوسرے اساتذہ کی طرح حضرت مولانا کو بھی والد صاحب سے بے حد پیار تھا۔ اور انہیں بڑے شوق اور محنت سے پڑھایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں لائق تلامذہ کے ساتھ بڑا پیار کرتا ہوں۔ حقیقت میں یہی استاذ کے اصل جانشین ہوتے ہیں۔

کچھ مدت رہنے کے بعد گھر سے بکثرت خطوط آنے لگے کہ جن میں اس بات پر زور تھا کہ بہت جلد گھر آ جائیے۔ جس کی وجہ سے والد صاحب گھر چلے آئے۔

(۹) حضرت مولانا حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بزرگ مانسہرہ کے رہنے والے تھے۔ والد صاحب ان سے پڑھتے رہے۔ ان کے حلقہ درس میں سینکڑوں طلبا دور دراز سے آکر شریک ہوتے۔ مگر کھانے کا کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ اس کے باوجود شائقینِ علم بکثرت ہوتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مولانا علم کے ایک بحرِ ناپیدا کنار تھے اور ان کے علم وفضل کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت مولانا میں یہ خصوصی کمال تھا۔ کہ بلا مطالعہ ہر کتاب پڑھاتے تھے۔ اور جو بھی کتاب (اگرچہ زندگی میں پہلی بار دیکھی ہو) سامنے رکھ دی جائے بلا جھجک اسے پڑھانا شروع کر دیتے یہ کمال بہت ہی کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے حضرت مولانا کو اس کمال سے نوازا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ شاید آپ اسی کمال کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور آپ بہت بڑے ذہین تھے اس دولت سے بھی وافر حصہ پایا تھا کہتے ہیں حضرت مولانا بے حد بردبار تھے۔ آپ کو بالکل غصہ نہ آتا تھا۔ ایک خطیب صاحب آپ کو برسرِ عام کچھ عرصہ گالیاں دیتے رہے۔ مگر مولانا اس بات کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے

اور اکثر نماز جمعہ ان کے پیچھے جاکر پڑھتے۔ آپ کے شاگرد عرض کرتے کہ وہ آپ کو گالیاں دیتے ہیں مگر آپ پھر ان کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے کہ میں ان کے علم کی وجہ سے انہیں کچھ نہیں کہتا۔ اور اسی وجہ سے نماز پڑھتا ہوں جب خطیب صاحب کو اس بات کا علم ہوتا تو پھر گالیاں دیتے۔ غرضیکہ وہ ہمیشہ خرافات بکتے رہتے۔ مگر مولانا ان کے ساتھ حسن سلوک ہی کرتے۔ ایسے ہی لوگ مقتدائے قوم بننے کے قابل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحمت کی بارش نازل فرمائے۔

(۱۰) حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ یہ بزرگ قبلہ والد صاحب کے حقیقی چچا اور خسر بھی تھے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حدیث کی کتابیں اور تفسیریں پڑھی تھیں۔ یہ بزرگ فن حدیث اور تفسیر میں بے حد مہارت رکھتے تھے۔ کتب حدیث کا اکثر حصہ ان کو زبانی یاد تھا۔ اور بے شمار تفسیری نکات بھی ازبر تھے کہتے ہیں کہ تفسیر روح البیان ان کو زبانی یاد تھی۔ جو کہ بڑی ضخیم آٹھ جلدوں میں ہے۔ پڑھاتے وقت کتاب نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ طلبہ کے ساتھ ساتھ زبانی عبارت پڑھتے جاتے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد مظہر جمیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ زہد وعبادت اور تقویٰ وورع میں بے نظیر تھے۔ ہر وقت ذکر وفکر میں مشغول رہتے لوگوں سے کم میل وملاپ رکھتے۔ بلاناغہ پچھلی رات اٹھ کر عبادت کرتے۔ ہر روز دس پارے قرآن مجید پڑھتے۔ ہر مہینہ سنت کے مطابق کچھ روزے رکھتے۔ اکثر قرب وجوار کے پہاڑوں میں جاکر عبادت الٰہی کرتے۔ ساتھ کچھ معمولی توشہ لے جاتے پھر اسی پر وقت گزارتے۔ کہتے ہیں کہ آپ پیکر حسن وجمال اور بہت جمیل وخوبصورت تھے۔ جو آپ کو دیکھتا محو حیرت ہو کر سبحان اللہ کہہ دیتا۔ چہرہ کی چمک دمک اور قدرتی رعب کی وجہ سے کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ بڑے ہنس مکھ تھے۔ اکثر مسکراتے رہتے۔ بہت کم غصہ آتا تھا۔ اور اگر غصہ آجائے تو پھر دیر سے ٹھنڈا ہوتا تھا۔ بے حد فیاض اور مجسمہ جود وسخا تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ مہمان آنے پر بہت خوش ہوتے اور ان کی بڑی تواضع کرتے۔

ہر آنے والے سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ رشتہ داروں کے ساتھ بے حد ہمدردی اور حسن سلوک کرتے تھے۔ آپ کی پانچ بہنیں اور ہر ایک کی اولاد بھی تھی۔ ان سب سے بے حد پیار و محبت کرتے تھے۔ کئی کئی دن ان کو گھر لاکر رکھتے۔ اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے اور پھر ان کو خود جاکر گھر پہنچاتے۔ ہمیشہ آپ کا یہی دستور رہا۔ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کرتے اور پھر ان کی رائے کے مطابق عمل کرتے۔ آپ پیکر شرم و حیا تھے۔ گھر میں اونچی بات کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی گھر میں زیادہ دیر ٹھہرتے۔ صرف کھانا کھانے آتے یا رات کو آتے اور اکثر اوقات مسجد میں پڑھتے پڑھاتے گذارتے۔ یا کچھ وقت کام کے لئے اپنے کھیتوں پر چلے جاتے۔ اور خود اپنا کام کرتے اس میں شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ آپ پر تصوف اور روحانیت کا زیادہ غلبہ تھا۔ جوانی کے زمانہ میں ایک دفعہ گھر سے ناراض ہو کر چلے گئے اور مدتوں گم نام رہے۔ کہتے ہیں بارہ سال گم رہے آپ کے بعد والدین بے حد پریشان ہو گئے اور ہمیشہ ان کو یاد کر کے زار و زار روتے۔ والدہ یہ دعا مانگتی کہ یا اللہ ایک دفعہ بیٹا ملا دے کہ میں ان آنکھوں سے دیکھ لوں پھر دنیا سے اٹھا لینا۔ کیونکہ جانا یہاں سے تو ضرور ہے۔ کہتے ہیں والدہ کو ان کے ساتھ بے حد پیار تھا۔ جب یہ گم ہو گئے تو وہ روتے روتے بیمار ہو گئیں بہنیں فراق میں ہمیشہ روتیں اور اکثر کھانا چھوڑ دیتیں اور بھائی کے آنے کی نذریں مانتیں غرضیکہ گھر والے قلق و اضطراب کی زندگی گذار رہے تھے۔

ادھر حضرت موصوف گھر سے نکلنے کے بعد بنگال (مشرقی پاکستان) چلے گئے۔ وہیں ایک نواب کے پاس ٹھہرے۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی لڑکی سے عقدِ نکاح ہو گیا۔ آرام اور آسائش سے رہنے سہنے لگے۔ ایام زندگی میں کوئی غم نہ تھا۔ بڑی خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے۔ کہ اچانک گھر والوں کا خیال دامن گیر ہوا۔ اور عجیب و غریب خواب آنے لگے۔ اور ایک دم طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ اور دل اداس ہو گیا۔ اور ہر وقت گھر کا خیال دل میں چٹکیاں لینے لگا۔ ایک دن کہیں باہر سے گھر آرہے تھے کہ اچانک اپنی بیوی صاحبہ کو دروازے میں کھڑا دیکھا تو اس سے دل میں شدید نفرت پیدا ہو گئی دوسرے

روز صبح سویرے اٹھتے ہی کسی کو اطلاع دیئے بغیر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور عازم وطن ہو گئے۔ جب اپنے گاؤں پہنچے تو نصف رات گذر چکی تھی۔ گھر کے صحن میں دیوار پھاند کر داخل ہوئے پھر مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا گھر والے آپ کو بھول چکے تھے۔ وہ حضرت کی زندگی سے ناامید ہو چکے تھے۔ اپنے خیال میں آپ کو مردوں میں شمار کر چکے تھے۔ جب آپ نے دروازہ پر دستک دی اور آواز بھی دی تو گھر والوں نے بڑی تیزی سے دروازہ کھولا۔ اور پھر دیر تک مدتوں کے بچھڑے ہوئے مسافر کے گلے لگ کر روتے رہے۔ تھوڑی دیر کے لئے گھر ماتم خانہ نظر آنے لگا۔ پھر سب نے آپ سے حالات سفر پوچھے اور پھر صبح ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے شکریہ میں صدقات بانٹے گئے۔ اور پروردگار عالم کے آستانے پر شکر کے سجدے بجا لائے گئے کہتے ہیں کہ حضرت کے آنے کے کچھ دنوں بعد آپ کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ پورا ہو گیا۔

پھر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد گھر والوں نے آپ کی شادی کا انتظام کیا۔ اس سلسلہ میں کافی کوشش کی گئی۔ آخر گوجرہ علاقہ تربیلا کے مشہور اور مستند عالم دین حضرت مولانا محمد عزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہو گئی کچھ مدت بعد آپ نے دوسری شادی ڈھینڈہ سے کی۔ کہتے ہیں آپ کی دوسری بیوی سے بھی کچھ اولاد ہوئی۔ مگر اس بیوی کا جلد ہی انتقال ہو گیا اور اولاد بھی زندہ نہ رہی۔

پہلی بیوی سے سات لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ چار لڑکے تو بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ کہتے ہیں ایک لڑکا چارپائی سے گرتے ہی مر گیا۔ دوسرا ایک دن حضرت موصوف کے پاس کھڑا تھا اور آپ کہیں باہر (غالباً ہمشیرہ کو لینے موضع بھیڈیاں جا رہے تھے) کہ اس کو بہلانے کی غرض سے آلو بخارے دیئے۔ ایک اس نے منہ میں ڈالا جو گلے میں اٹک گیا اور اس بے چارے کی جان نکل گئی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ ایک لمحہ میں شادی ماتم میں بدل گئی۔ جو ابھی ہنس رہے تھے۔ وہی اب روتے دکھائی دے رہے ہیں اور ایک تھوڑے سے وقت میں بنے ہوئے پروگرام میں انقلاب آگیا۔

بزرگو۔ دوستو اسی سے مالک الملک کی پہچان ہوتی ہے۔ جناب علیؓ نے کیا خوب فرمایا عرفت ربی بفسخ العزائم۔ یعنی ارادوں کے ٹوٹنے سے میں نے پروردگار کو پہچانا۔ مطلب یہ کہ میں سمجھ گیا کہ جو انسانی ارادوں پر قابو رکھتا ہے وہی خدا ہے۔ اور وہی سب کا حاجت روا ہے۔

حضرت موصوف کے دوسرے دو لڑکے بھی کسی معمولی حادثے کا شکار ہو کر دنیا سے چل بسے۔ باقی تین لڑکے رہ گئے۔ بس یہی گھر والوں کی امیدوں کا سہارا تھے۔ اب سنیئے ان بے چاروں کے ساتھ کیا ہوا۔

کہتے ہیں یہ تینوں بڑے خوبصورت اور پیکر حسن و جمال تھے۔ جس گلی سے گزرتے تھے۔ لوگ ان کو دیکھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور ایک دوسرے سے پوچھتے یہ کس کے فرزند ہیں۔ اور سمجھدار دیکھتے ہی ماشاء اللہ پڑھتے۔ اف تقدیر نے ان کے ساتھ یہ کیا کہ جب سرحد جوانی میں داخل ہوئے تو تینوں اچانک مرض چیچک میں مبتلا ہو گئے۔ اور ان کی اکلوتی بہن ان کے ساتھ ہی بیمار ہوئی۔ اور سب کا مرض دن بدن بڑھتا گیا۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آخر صرف ایک ہفتہ میں یہ تینوں دنیا سے چل بسے اور ہمشیرہ صحت یاب ہو گئی۔ جب اس کو افاقہ ہوا۔ تو اس نے کیا دیکھا کہ سارا گھر خالی ہو چکا ہے۔ اور اس کے ناز و ادا والے بھائی عدم کو روانہ ہو چکے ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت مولانا صبر و استقامت کے پہاڑ تھے اتنا عظیم صدمہ آنے کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں ذرا لغزش تک نہ آئی۔ اور اتنے بڑے حادثہ کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اور اس حالت میں بھی کوئی حرف شکایت زبان سے نہ نکلا۔ اور آج تک لوگ بیان کرتے ہیں کہ جتنے صابر حضرت مولانا تھے اتنا صابر کسی کو نہ دیکھا گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ پر کوئی صدمہ پیش آیا ہی نہیں۔ صبر و استقلال اللہ تعالٰی کے عظیم عطیات میں سے ایک نادر عطیہ ہے۔ بہت تھوڑے لوگوں میں یہ وصف پایا جاتا ہے۔ مگر حضرت موصوف میں یہ نادر وصف بدرجہ کمال موجود تھا۔ اگر آپ کو صبر و استقامت

کا معدن کہا جائے تو بجا ہے۔

حضرت موصوف کے گھر میں صرف ایک لڑکی رہ گئی۔ جو سب کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اور سارے گھر والوں کی نظریں اس پر مرکوز تھیں یہی ان کے لئے راحت جان تھی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا نے اپنی لڑکی کا عقد نکاح اپنے بھتیجے حضرت علامہ قاضی صاحب سے کر دیا۔ اور یہ اس لئے کیا کہ دونوں گھروں میں پھوٹ پیدا نہ ہو۔ اور دونوں آرام سے زندگی بسر کر سکیں۔ اور پھر آپ نے حرمین الشریفین کے سفر کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ حج کے موقعہ پر تیار ہو گئے۔ جب لوگ آپ کو رخصت کرنے کے لئے جمع ہوئے تو سب آبدیدہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت واپس لائے۔ حضرت مولانا فرماتے یہ دعا نہ کرو بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے وہیں موت دے۔ اور اسی پاک زمین پر سلامتی ایمان سے میرا خاتمہ ہو۔ چنانچہ لوگوں سے الوداع کے وقت موصوف نے یہی دعا مانگی۔ پھر آپ رخصت ہو گئے۔ پھر وہاں کیا ہوا۔ یہ بھی سن لیجئے۔ تاکہ واقعات کی تکمیل ہو جائے۔

حضرت مولانا حالتِ احرام میں خدا کے گھر داخل ہوئے۔ اور پھر احسن طریق سے مناسکِ حج ادا کئے۔ ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ اثنائے طواف میں علاقہ تربیلا کی ایک عورت نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا۔ (یہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ وہیں قیام پذیر تھی) پھر عورت جلدی سے گھر آئی اور خاوند سے کہا کہ آج میں نے اپنے وطن کے نامور عالم دین کو دیکھا۔ جو کہ ہمارے ہاں تشریف فرما ہیں۔ اور میں ان کی دعوت کرنا چاہتی ہوں۔ لہٰذا تم جلدی سے کپڑے بدلو اور وہیں کعبۃ اللہ میں جا کر نماز جمعہ ادا کرو اور نماز پڑھنے کے بعد حضرت مولانا کو اپنے ساتھ لے آؤ۔ یہاں انہیں ایک دو دن ٹھہرائیں گے اور ان کی حسب منشا خدمت کر کے اپنے اللہ کو راضی کریں گے۔ چنانچہ اس عورت کا خاوند بہت جلدی سے بیت اللہ شریف میں داخل ہوا پھر اس نے باقی لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی پھر نماز پڑھ لینے کے بعد حضرت مولانا کی تلاش میں ادھر ادھر گھومنے لگا۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ ایک جنازہ آ رہا ہے۔ اور بکثرت اس کے ساتھ لوگ ہیں

اس نے حیران ہو کر پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہزارہ کے ایک مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ ان کا جنازہ ہے۔ جب بتانے والوں نے یہ بتایا۔ تو پوچھنے والا محوِ حیرت ہو گیا۔ اور کفِ افسوس ملنے لگا۔ کاش میں زندگی میں حضرت کی زیارت کر لیتا اور ان کی خدمت کا کوئی موقع ہاتھ آ جاتا۔ تو کتنا اچھا ہوتا۔ مگر آہ بدقسمتی سے میں یہ دولت نہ پا سکا۔ پھر اس نے بھی حضرت کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر آہ و زاری کرتا ہوا گھر گیا۔ اور سارا ماجرا اپنی بیوی کو کہہ سنایا۔ وہ بھی سن کر دنگ رہ گئی۔ کہنے لگی قریباً دس بجے میں نے ان کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور اس وقت بظاہر آپ کو کوئی تکلیف نہ تھی۔ پھر وہ عورت زار زار رونے لگی اور آپ کی خدمت نہ کر سکنے کا افسوس کرنے لگی اور آپ کی عجیب و غریب موت پر ہر ایک کو تعجب ہوا۔ دراصل حضرت مولانا کی پروردگار عالم نے دعا سن لی۔ کیونکہ آپ کی دلی تمنا یہی تھی۔ جب لوگ نمازِ جنازہ پڑھ چکے۔ تو آپ کو مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان جنت معلیٰ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
آپ کتنے خوش قسمت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ کے لئے اپنے گھر میں سلا دیا۔ اور خاکِ مکہ (کہ جس کو قرآن نے بلداً امین کہا ہے) کو آپ کے مدفن کے لئے منتخب فرمایا۔

کہتے ہیں کہ جاتے وقت علاقہ تربیلا کا کوئی آدمی آپ کے ساتھ تھا۔ وہاں بھی وہ ہی آپ کے ساتھ رہا اور آخری وقت بھی وہی آپ کے پاس تھا۔ آپ نے آخری وقت سارا سامان اس کے حوالہ کیا۔ اور کچھ سونے کے پونڈ بھی اس کو دئے اور یہ وصیت فرمائی کہ میری کچھ چیزیں یہیں تقسیم کر دینا اور باقی سامان اور پونڈ جب وطن جانا۔ تو میرے بھتیجے کے حوالے کر دینا اور میری موت کی بھی اسے اطلاع دے دینا۔

بڑی سختی سے آپ نے ان باتوں کی اس کو تاکید فرمائی۔ نیز فرمایا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو بروزِ قیامت تو میرا چور ہو گا۔ اس نے وصیت پوری کرنے کا وعدہ کیا۔ ([illegible]) کے قبلہ والد صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب وہ آدمی واپس گھر آیا تو اس کے آنے سے پہلے ہی ہمیں اطلاع ہو گئی تھی۔ مگر ہم مزید تسلی کے لئے اس کی آمد کے منتظر تھے۔ ہر روز اس کا انتظار کرتے آخر وہ کئی دن گذرنے کے بعد میرے پاس آیا پھر اس نے سامان

اور پونڈ میرے حوالے کئے۔ جب میں نے پونڈ شمار کئے تو کم تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کچھ پونڈ اس نے خود رکھ لئے میں نے کہا یہ پورے نہیں۔ کاغذ میں جتنی تعداد لکھی ہوئی ہے اس کے مطابق نہیں بتاؤ باقی پونڈ کہاں ہیں۔ جب میں نے بار بار اصرار کیا تو کہنے لگا راستہ میں بدوؤں نے مجھ سے چھین لئے ہیں۔ اگر میں نہ دیتا تو جان کا خطرہ تھا بایں وجہ کچھ میں نے ان کو دیدئے اور ان سے جان بچائی۔ مگر یہ اس کا جھوٹ تھا چنانچہ میں نے کہا۔ کیا تو اس بات پر قسم کھا سکتا ہے۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے وہ کچھ پھیکا پڑ گیا۔ آخر میں نے کہا۔ تو سن اگر یہ پونڈ بھی تم مجھے نہ دیتے تو کوئی پرواہ نہ تھی۔ جب چچا مرحوم ہی مجھے اکیلا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ تو اگر تمام پونڈ مل جاتے تو کس کام کے تھے مگر افسوس تو صرف اس بات کا ہے کہ تم نے ان کی وصیت پوری نہ کی۔ کاش مال کے لالچ میں تم ایسا نہ کرتے۔ تو کیا اچھا ہوتا اچھا کوئی بات نہیں میرے حضرت کو ہمیشہ دعاؤں میں یاد کرنا۔ ان کا تم پر حق ہے اس حق کو نہ بھولنا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم پر رحمتوں کی بارش برسائے آمین۔ پھر وہ بعد خوشی مجھ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔

پھر میں نے اپنے تمام رشتہ داروں کو حضرت کی وفات کی اطلاع دی۔ وہ سب آ گئے ان کے علاوہ اور بھی جو سنتا میرے پاس دعا کے لئے آ جاتا کئی دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور ان ہی دنوں میں نے حضرت مرحوم کے ایصالِ ثواب کی خاطر خیرات کی۔ جو سب لوگوں نے کھائی۔ حضرت کی بہنیں اور بھانجے بھانجیاں رونے لگے۔ اور کہنے لگے آج ہماری آمد و رفت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب ہم کس کے پاس آیا کریں گے۔ تو میں نے سب کو بٹھا کر مؤدبانہ عرض کی۔ کہ میں چچا مرحوم کے مقام کو تو نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ان کی طرح تمہاری خدمت کر سکتا ہوں۔ مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی کے آخری دم تک میں تمہارا خادم ہی رہوں گا۔ اور کسی کام میں تم سے سرتابی نہ کروں گا۔ اور آج کے بعد تمہارا آنا جانا میرے گھر ہو گا۔ اور یہ وہی گھر ہے کہ جس میں حضرت مرحوم مجھے بٹھا کر گئے ہیں۔ میں نے اپنے والد بزرگوار کی جگہ چھوڑ دی اور چچا مرحوم کی جگہ رہنا اختیار کیا۔ یہ سب کچھ ان کی

خوشنودی کے لئے کیا ہے۔ اور میں تمہیں بھی ان کی رضا جوئی کے لئے ان شاء اللہ خوش رکھوں گا۔ جب میری یہ باتیں سب نے سنیں تو ہر طرف سے شاباش کی صدائیں آنے لگیں اور پھر سب نے میرے حق میں دعا خیر فرمائی۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان کے سارے بزرگوں کی ہمت اور طاقت تجھے عطا کرے کیونکہ اب تم ہی ان سب کے مسند نشین ہو۔ اور پھر اس کے بعد میں نے اپنی تمام عمر ان کی خدمت کرنے میں گذار دی ہے۔ اور ہر معاملہ میں ان کو خوش رکھا

(۱۱) حاذق الحکماء حضرت مولانا قاضی عبد القیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بزرگ بھی والد صاحب کے اساتذہ کرام میں سے تھے۔ اور ان کے گھر والد صاحب کی پھوپھی صاحبہ تھی۔ میں نے والد صاحب سے سنا کہ میں نے قطبی اور میر قطبی کے کچھ سبق مولانا سے پڑھے تھے۔ کہ اچانک ایک دن کتابیں لے کر ان کے پاس جا بیٹھا۔ تو وہیں حضرت مولانا مجھے پڑھانے لگ گئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جن دنوں میں نہ تو کسی مولوی سے پڑھنا پسند کرتا تھا اور نہ ہی مجھے ہر عالم پڑھا سکتا تھا۔ مولانا کی اس جرات سے میں نے اندازہ لگایا کہ آپ اچھے عالم ہیں ورنہ اس وقت حالت یہ تھی کہ میں جس عالم کے سامنے کتاب کھولتا وہ کانپنے لگ جاتا۔ حضرت مولانا کے معلومات وسیع تھے۔ طبیعت آپ کی سادہ تھی اور بھولے بھالے آدمی تھے۔ زیادہ چست مزاج نہ تھے۔ بلکہ ڈھیلا مزاج رکھتے تھے مزاج میں بے حد تحمل تھا۔ چڑچڑا پن بالکل نہ تھا وجیہ اور پر وقار شخصیت کے مالک تھے۔ جب بات کرتے تو آہستہ اور ٹھہر کر کرتے۔ اور چلتے وقت آہستہ آہستہ چلتے انکو غصہ بہت کم آتا تھا۔ میرے ساتھ بے حد پیار کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو کام بھی ہو مجھے بتایا کرو۔ طب یونانی کے بادشاہ تھے۔ اس میں جو کمال آپ کو حاصل تھا۔ وہ بہت کم کسی میں دیکھا گیا ہے۔

آپ کے زمانہ میں ایک ہندو ڈاکٹر ہری پور میں پریکٹس کرتا تھا۔ مگر اس کے پاس کوئی نہ جاتا تھا۔ وہ اکثر حضرت کے پاس آتا اور اپنے روزگار کی شکایت کرتا۔ اور عرض کرتا کہ آپ لوگوں کو میرے پاس بھیجا کریں۔ اور میری تشہیر کیا کریں۔ تو آپ انکو

جواب دیتے کہ تیرے پاس مریض جا کر کیا کریں گے۔ تشخیص امراض کا تو تجھے کوئی علم نہیں ہاں البتہ تو چیر پھاڑ کا کام کر سکتا ہے۔ اگر اس قسم کا کوئی مریض آیا تو بھیج دیا کروں گا۔ مگر یاد رکھنا کسی کا علاج نہ کرنا اس کی تمہیں کوئی سمجھ نہیں خواہ مخواہ کسی کی جان ضائع کر دو گے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو طب میں کتنا کمال حاصل تھا۔ موصوف شاہی حکیم تھے۔ بڑے بڑے رئیس اور راجے آپ کو ڈولی میں بٹھا کر لے جاتے اور بڑی خطرناک اور ہوش ربا بیماریوں کا آپ فراخ دلی سے علاج کرتے۔ اور آپ کے علاج سے ہزاروں مریض شفایاب ہوتے۔

کہتے ہیں ایک دفعہ راجہ کشمیر نے آپ کو بلایا۔ جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے بتایا کہ مجھے کثرت پیشاب کی تکلیف ہے۔ ہزاروں علاج کرنے کے باوجود کوئی آرام نہیں آیا۔ اس کی عادت تھی کہ جس مرض میں خود مبتلا ہوتا اس مرض کے سینکڑوں مریض اپنے پاس رکھتا۔ کوئی بھی حکیم اس کو دوا دیتا۔ تو پہلے وہ ان کو استعمال کراتا اگر فائدہ ہوتا تو خود استعمال کرتا۔ اس کے اس دستور کے مطابق کثرت پیشاب کے سینکڑوں مریض اس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت قاضی صاحب جب اس کی کیفیت معلوم کر چکے تو فرمایا میرے پاس صرف ایک خوراک دوائی اس مرض کے لئے ہے۔ جو کہ اکسیر اعظم ہے۔ صرف ایک خوراک دے دینا ازالہ مرض کے لئے کافی ہے۔ بہتر ہے۔ کہ تم خود اسے استعمال کرو۔ تاکہ اس مرض سے نجات ہو۔ وہ کہنے لگا پہلے فلاں مریض کو استعمال کراؤ پھر میں کروں گا۔ فرمایا صرف ایک خوراک ہے اور تو ہے ہی نہیں۔ اگر اس کو دے دی تو یقیناً وہ اچھا ہو جائے گا۔ مگر پھر تیار کیا ہو گا۔ دوا تو تین چار مہینے کے بعد تیار ہو گی۔ کیونکہ جس بوٹی میں تیار ہوتی ہے ابھی وہ بوٹی ہی پیدا نہیں ہوئی اور تم ایک ہفتہ تک مر جاؤ گے۔ لہذا اپنی جان پر رحم کر کے خود استعمال کرو۔ اس قدر سمجھانے کے باوجود وہ نہ مانا۔ آخر جناب قاضی صاحب نے دوا ان کو راس کے تمام ہوئے مریض کو کھلا دی۔ کہتے ہیں اسے رات میں کئی برتن پیشاب آتا تھا۔ مگر وہ صرف

ایک خوراک استعمال کرنے سے صبح تک ٹھیک ہو گیا۔ اور اس کی تمام تکلیف رفع ہو گئی جب راجہ کشمیر کو اس کی صحت کا علم ہوا۔ تو حضرت قاضی صاحب سے کہنے لگا۔ خدا کے لئے مجھے بھی وہی دوائی دو۔ فرمایا وہ تو ایک ہی خوراک تھی۔ جو تیرے کہنے پر مریض کو کھلا دی۔ اب وہ تو اچھا ہو گیا اور تیری خیر نہیں۔ کیونکہ مزید دوا میرے پاس ہے نہیں اور اس کے جانے کا موسم بھی نہیں۔ اب تو موت کے لئے تیار ہو جا۔ تو حضرت کی یہ بات سن کر وہ کف افسوس ملنے لگا۔ اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا۔ چنانچہ حضرت قاضی صاحب کے بتائے ہوئے وقت کے مطابق وہ ہندو راجہ ہفتہ کے بعد مر گیا۔ اس واقعہ سے جناب قاضی صاحب کے اس کمال پر روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ کو طب قدیم میں کتنی مہارت تھی۔ اور آپ کس قدر لائق تھے۔

مجھے موضع جاگل والے جناب حافظ سید ایوب صاحب نے یہ بتایا کہ جناب قاضی صاحب ڈھینڈہ والے میرے والد صاحب کے گہرے دوست تھے۔ جب میرے والد صاحب انہیں ملنے ڈھینڈہ جاتے تو انہیں رخصت کرنے حضرت قاضی صاحب ان کے ساتھ جاگل آتے۔ بلکہ گھر چھوڑ کر جاتے۔ اس قدر دونوں کا آپس میں پیار تھا۔ ایک دفعہ میرے والد بیمار ہو گئے میں حضرت کے پاس گیا۔ اور بیماری کی کیفیت بتائی۔ فرمایا میں جا کر انہیں دیکھ کر دوائی دیتا۔ مگر میں کھانا کھا چکا ہوں۔ اب نہیں جا سکتا۔

جناب حافظ صاحب نے بتایا کہ ان کی عادت تھی کہ روٹی کھا لینے کے بعد کچھ دیر آرام کرتے تھے۔ کہیں ادھر ادھر نہیں جاتے تھے۔ تو اس وقت خود تو نہ آئے۔ البتہ علامات معلوم کر کے دوائی دے دی۔ جب آکر والد صاحب کو دوائی کھلائی والد صاحب نے رات آرام سے گذاری۔ اور دوسرے روز ٹھیک ہو گئے۔ جب قاضی صاحب آئے تو ان کو بیٹھا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ موصوف کے پاس بے شمار لوگ آیا کرتے تھے اگر زندگی ہوتی تو جس کو آپ دوا دے دیتے اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے دیتا۔

(ضروری نوٹ) اوپر جن بزرگ لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ سب ہمارے والد بزرگوار حضرت قاضی محمد عبدالسبحان صاحب کے اساتذہ تھے۔ ان سب سے ہمارے والد صاحب

علم حاصل کیا اور کماحقہٗ ان بزرگوں سے استفادہ کیا۔

وہ مقامات جہاں حصول علم کے لئے حضرت قاضی صاحب تشریف لے گئے

(۱) کاندل (۲) پڈھانہ (۳) بیل گرہان (۴) عوز غشتی (۵) موضع انہی (۶) دیوبند (۷) سہارن پور (۸) ریاست میندھو (۹) ریاست ٹونک (۱۰) مانسہرہ (۱۱) ڈھینڈہ (۱۲) گجرات

اساتذہ کرام کے خصوصی اوصاف و کمالات

(۱) حضرت مولانا محمد منظر جمیل صاحب مرحوم۔ ان کو علم فقہ میں کمال ملکہ تھا ان کے پاس بیٹھنے سے آدمی فقیہ ہو جاتا تھا۔ (۲) جناب ڈاکٹر عبداللہ خان صاحب ان کو شعر و شاعری میں کمال حاصل تھا۔ اور بہت سی زبانوں پر بھی کامل عبور تھا۔ اور اخلاقیات میں بھی بے نظیر تھے۔ (۳) حضرت مولانا عبداللہ صاحب ان کو کتابوں کے رموز اور اشارات سمجھنے میں کمال حاصل تھا۔ ان کے فیض صحبت میں طالب العلم کے اندر یہ وصف پیدا ہو جاتا تھا (۴) حضرت مولانا صاحب گرہان والے۔ یہ معقولات میں کمال رکھتے تھے اور تکلم میں بے حد ملکہ تھا۔ ان سے پڑھنے والے میں بھی یہ وصف پیدا ہو جاتا تھا (۵) فاضل زمانہ حضرت مولانا قطب الدین صاحب ان کو بات کی توجیہ کرنے میں بے پایاں کمال حاصل تھا یہ وصف بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ (۶) جناب حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی۔ یہ بزرگ عقلیات کے مسلّم امام تھے۔ تو ان کے شاگردوں کو بھی یہ کمال حاصل ہو جاتا تھا۔ (۷) جناب مولانا ابراہیم صاحب ان کو مبسوط بیان کرنے پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ ذرا سی بات کو بڑی شرح و بسط سے بیان کیا کرتے تھے (۸) حضرت مولانا صاحب انہی والے ان کو خلاصہ کلام بیان کرنے میں بے حد کمال حاصل تھا۔ کئی صفحات عبارت کا مطلب چند الفاظ میں بیان کر دیتے تھے۔ اگر اس وصف میں ان کو امام الوقت کہا جائے تو بجا ہے۔ (۹) حضرت مولانا حمید الدین صاحب۔ یہ بزرگ ہر کتاب پڑھانے پر قادر تھے۔ کسی کتاب کے پڑھانے میں ان کو کوئی اندیشہ نہ تھا جو بھی کتاب سامنے رکھ دی جائے بس اسی وقت پڑھانے لگ جاتے۔ یوں معلوم ہوتا کہ

اس کو پہلے سے اچھی طرح مطالعہ کر چکے ہیں۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو شاذ و نادر کسی عالم میں پایا جاتا ہے۔ مگر حضرت مولانا اس سے بدرجہ کمال متصف تھے۔ (۱۰) حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی ہیں ان کو تفسیر و حدیث میں کمال حاصل تھا۔ یہ اپنے دور کے مانے ہوئے محدث و مفسر تھے۔ یہ بزرگ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حضرت نے ان سے حدیث پڑھی تھی۔ (۱۱) جناب قاضی عبدالقیوم صاحب ہزاروی ہیں ان کو طب یونانی میں کمال حاصل تھا۔ آج تک اس فن میں زمانہ آپ کی نظیر پیش نہیں کر سکا۔ آپ اس فن کے مانے ہوئے امام تھے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ قاضی محمد عبدالسبحان صاحب کے چند تلامذہ اور شاگردوں کے نام

(۱) فاضل جلیل حضرت مولانا قاضی حبیب الرحمٰن صاحب آف موضع تھپلہ ضلع ہزارہ۔ حال صدر المدرسین مدرسہ جامعہ فتحیہ و خطیب جامع مسجد اچھرہ لاہور۔

(نوٹ) موصوف نے علوم و فنون درسیہ کی اکثر کتب حضرت موصوف سے پڑھیں۔

(۲) شیخ التفسیر والحدیث قاضی ابرار شاہ صاحب آف موضع کیا (دریائے سندھ سے پار) ضلع ہزارہ سابق مدرس مدرسہ میر ٹھو داکوڑہ خٹک ضلع پشاور جنہوں نے اکثر کتب علوم و فنون کی حضرت موصوف سے پڑھی ہیں۔

(۳) قاضی محمد حسین صاحب آف ڈھینڈہ ضلع ہزارہ۔

(۴) میاں یحییٰ صاحب آف جوڑانپڈ۔ حال خطیب جامع مسجد موضع کرہیٹریاں ضلع ہزارہ۔

(۵) مولوی سعید الرحمٰن صاحب آف کوٹ نجیب اللہ سابق صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ ضلع ہزارہ (۶) مولوی غلام رسول صاحب خطیب جامع مسجد کوٹ نجیب اللہ۔ (۷) مولوی عبدالحکیم صاحب نقشبندی خطیب جامع مسجد کرتارپورہ و مہتمم مدرسہ فرقانیہ مدینہ سعید راولپنڈی (۸) عالم باعمل مولانا سید احمد صاحب جو علاقہ کونٹر افغانستان کے رہنے

والے تھے۔ حال مقیم کراچی۔

(۹) مولوی سکندر شاہ صاحب آف سریکوٹ ضلع ہزارہ (۱۰) مولوی رحمٰن شاہ صاحب سری کوٹ (۱۱) مولوی فرمان شاہ صاحب (سریکوٹ) (۱۲) مولوی عبدالحق صاحب (منگل چھائی علاقہ تیرہ) (۱۳) مولوی عبدالسلام صاحب (منگل چھائی) (۱۴) قندھار ملا صاحب۔ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ہفتہ میں صرف ایک سبق حضرت سے پڑھا کرتے تھے۔ اور بہت لائق تھے۔ ان کو پڑھانے کی جرأت ہر عالم نہیں کرتا تھا۔ جب شیخ الاسلام نے ان کو پڑھانا شروع کیا۔ تو مولوی صاحب کو حضرت سے بے حد عقیدت ہو گئی تھی (۱۵) پکھل ملا صاحب (اصلی نام معلوم نہیں) اسی نام سے وہ درس میں پکارے جاتے تھے۔ حضرت سے علم نحو کی انتہائی مشکل کتاب "متن متین" پڑھا کرتے تھے۔ اور حضرت نے اسی طالب علم کے لئے متن متین پر حاشیہ لکھا تھا۔ جو اب بھی متن متین کے کنارے پر آپ کے اپنے خط سے مرقوم ہے۔ جس سے اصل کتاب کی پوری توضیح ہوتی ہے۔ ایک دفعہ مؤلف حالات ابوالفتح سے ان کی ملاقات لاہور مدرسہ حزب الاحناف کے اندر ہوئی۔ جب کہ مؤلف ان دنوں حزب الاحناف میں زیر تعلیم تھا۔ اور پکھل ملا صاحب اچھرہ میں حافظ صاحب کے پاس پڑھ رہے تھے۔ کہنے لگے۔ حضرت میرے لئے متن متین کا حاشیہ لکھ کر لایا کرتے تھے۔ جس سے کتاب کی پوری وضاحت ہو جاتی تھی۔ حضور رات کو لکھا کرتے تھے۔ پکھل ملا صاحب نے بتایا تھا کہ اسی حاشیہ کی وجہ سے میں حضرت کا عاشق بن گیا تھا۔

پھر مجھے (ابوالفتح) اپنے ہمراہ مدرسہ اچھرہ میں لے گئے۔ اور مدرسہ دکھایا۔

(۱۶) تناول ملا۔ (ان کا بھی نام معلوم نہیں ہو سکا) ریاست تناول کے رہنے والے تھے۔ درس کے اندر اسی نام سے پکارے جاتے تھے۔

(نوٹ) حضرت کے درس میں جو طالب علم جس علاقہ کا رہنے والا ہوتا تھا۔ اسی علاقہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (۱۷) امیر املّا۔ یہ مولوی صاحب علماء سے علمی سوالات پوچھتے رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی بہت شہرت ہو گئی تھی۔ عموماً مولوی بھی ان سے ڈرتے اور کتراتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی موصوف نے دارالعلوم دیوبند میں حلوت بھائی کا سوال

جو حضرت شیخ الاسلام صرف بہائی کی تعلیم کے دوران پڑھایا کرتے تھے۔ کہ ثلاثی مشتق ہے ثلثۃٌ ثلثۃٌ سے اور رباعی مشتق ہے اربعۃٌ اربعۃٌ سے اور خماسی مشتق ہے خمسۃٌ خمسۃٌ سے۔ تو پھر چاہیے کہ حروف چھ والے کلمے کو ثلاثی کہا جاوے۔ نہ کہ تین والے کو کیونکہ ثلثۃٌ ثلثۃٌ کے معنی ہیں تین تین۔ اور تین اور تین چھ ہوتے ہیں۔ یونہی رباعی آٹھ حروف والے کلمے کو۔ اور خماسی دس حروف والے کلمے کو کہا جائے۔ لکھ کر لٹکا دیا۔ اور جواب کا مطالبہ کیا۔ تو کوئی طالب علم جواب نہ دے سکا۔

(۱۸) قاضی عبدالنبی صاحب کوکب لاہور (۱۹) صاحبزادہ مسعود الحسن صاحب چورہ شریف (۲۰) مولانا کوکب صاحب نے بتایا کہ حضرت شیخ الاسلام نے صاحبزادہ کی کتاب معانی الآثار للامام الطحاوی المعروف بہ طحاوی شریف پر قابل قدر حاشیہ لکھا تھا۔ وہ اب صاحبزادہ صاحب کے پاس ہی ہے۔

(۲۰) مولانا عبدالرزاق صاحب آف گڑھو۔ حال مدرس مدرسہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف۔ (۲۱) مولانا حافظ سید علی صاحب آف لالہ موسیٰ حال خطیب جامع مسجد محلہ خواجگان شہر گجرات (۲۲) مولوی عبدالشکور صاحب آف موضع سامان ضلع کیمبل پور سابق شیخ الحدیث دارالعلوم راولپنڈی (۲۳) مولانا عنایت اللہ صاحب (سانگلا ہل) مشہور مناظر۔ (۲۴) مولانا محمد عبداللہ صاحب آف ڈوگہ ضلع گجرات حال خطیب منگلا کینٹ (۲۵) مولانا حافظ محمد فاضل صاحب ٹنگروٹ والے حال سجادہ نشین درگاہ حافظ صاحب ڈنگری بالا ضلع میرپور۔ (۲۶) صاحبزادہ سید حامد علی شاہ صاحب گجراتی حال خطیب جامع سرگودھا (۲۷) حاجی احمد شاہ صاحب صدر مدرس مدرسہ خدام الصوفیہ گجرات (۲۸) صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب گجرات (۲۹) مولوی محمد اسحاق صاحب۔ ابن مولانا محمد اسماعیل صاحب (مشہور نحوی عالم) آف موضع کوکل ضلع ہزارہ (۳۰) صاحبزادہ صاحب سجادہ نشین کنگراں شریف ضلع ہزارہ (۳۱) مولوی گل رحمن صاحب آف ٹانڈہ علاقہ پکھلی ضلع ہزارہ۔ حال مدرس مدرسہ محبوب آباد حویلیاں (۳۲) صاحبزادہ فخرالدین صاحب ایضاً مولانا نصیرالدین صاحب آف غورغشتی۔

ضلع کیمبل پور (۳۲) سید دلبر شاہ صاحب آف گندپ ضلع ہزارہ (۳۳) مولانا صاحبزادہ حبیب الرحمن صاحب آف سوابی میرہ ضلع ہزارہ (۳۴) مولوی محمد سلیمان صاحب ریاست تناول (۳۵) مولوی عبدالمالک صاحب لقمانیاں تربیلہ والے (۳۶) مولوی غلام نبی صاحب (۳۷) مولوی محمد شاہ صاحب (۳۸) مولوی غلام ربانی صاحب آف موضع پھرباڑی حال خطیب جامع مسجد موضع چہاڑ۔ تربیلہ ہزارہ (۳۹) مولوی محمد جان علاقہ ایبٹ آباد (۴۰) مولوی عبدالشکور ابن مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی (۴۱) مولوی عبداللطیف صاحب کھاسیاں (۴۲) مولوی غلام حسین صاحب تلہ گنگ (۴۳) مولوی محمد بخش صاحب خطیب جامع مسجد گوجرہ تربیلہ (۴۴) مولوی حافظ محمد عظیم صاحب حال خطیب منگلا کینٹ (۴۵) مولوی محمد اسلم صاحب ضلع گجرات (۴۶) مولوی خلیل الرحمن صاحب آف کھیاں ضلع ہزارہ (۴۷) مولوی عزیز گل صاحب (۴۸) مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم خطیب جامع گوجرہ تربیلہ۔ (۴۹) مولانا عبدالقیوم صاحب آف قاضی ضلع ہزارہ (۵۰) مولوی محمد حسین صاحب آف عمر چک ضلع گجرات حال مدرس ہائی سکول اوکاڑہ وخطیب جامع مسجد لائل پور (۵۱) مولوی محمد افضل صاحب (۵۲) مولوی اللہ دوست صاحب علاقہ پکھلی ہزارہ (۵۳) مولوی عبداللطیف علاقہ پکھلی (۵۴) مولوی محمد یوسف صاحب گجرات (۵۵) مولوی محمد بشیر صاحب آف دریالہ ضلع جہلم۔ مشہور مقرر (۵۶) مولوی نذیر حسین شاہ صاحب آف بھلوال حال ڈسٹرکٹ خطیب جامع مسجد دربار عالیہ شاہدولہ صاحب گجرات (۵۷) صاحب حق صاحب علاقہ اگرور (۵۸) مولوی عبدالدیان علاقہ اگرور (۵۹) علاقہ چھچھ کے تین چار مولوی صاحبان۔ (۶۰) مولوی صاحب آف پی پی کنڈیا پشاور۔ ان کو شرح جامی اور شافیہ زبانی یاد تھے بہت لائق آدمی تھے حضرت کے بہت پیارے شاگرد تھے (۶۱) باوے ملا صاحب (علاقہ غیر) (۶۲) مولوی محمد یوسف صاحب نقشبندی آف کننگ شریف ضلع لاہور (۶۳) مولوی صوفی عبدالغفور صاحب خطیب جامع مسجد میاں سیدوالی باغبانپورہ لاہور۔ سابق شیخ الحدیث جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف (۶۴) مولوی گل خان صاحب مردان؛ عرف پشاوری ملا۔ حال صدر مدرس جامعہ چنیوٹ (۶۵) مولوی صاحب خطیب محکمہ اوقاف

چنیوٹ (نام یاد نہیں رہا) علماء سیمینار منعقدہ ۲۴ اگست ۷۶ء لاہور کے موقعہ پر خود انہوں نے بتایا کہ میں حضرت قاضی صاحب سے پڑھتا رہا ہوں۔ (۴۶) مولوی محمد اسحاق صاحب حال صدر مدرس جامعہ احیاء العلوم بھائی پھیرو ضلع لاہور (۴۷) مفتی سید مزمل حسین شاہ صاحب صدر مدرس دار المبلغین شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ (۴۸) مولانا حافظ محمد انور صاحب گجراتی خطیب جامع مسجد دوتہ گکھڑ و مدرس جامعہ تبلیغ الاسلام ڈوگر شریف ضلع گجرات (۴۹) مولانا محمد یونس صاحب قصور (۵۰) مولانا عبد الخالق صاحب [illegible] (ضروری نوٹ) حضرت والد صاحب کے تلامذہ کا فی الواقعہ حد و شمار نہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت کے شاگردوں کا احصاء ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ یہ چند نام تو ہزاروں میں "مشتے نمونہ از خروارے" ہیں۔ ہر علاقہ بلکہ پاک و ہند سے باہر کے طلباء نے بھی آپ سے کسب فیض کیا ہے۔ مگر اس وقت تمام تر زور تعلیم و مطالعہ پر صرف کیا جاتا تھا کتابوں کے مسائل اور عقدے حل کرنے میں کمال پیدا کیا جاتا تھا۔ اور طلباء کے ناموں کے اندراج کے لئے رجسٹر نہیں رکھے گئے تھے۔ تمام کام محض فی سبیل اللہ اور خالص رضائے الٰہی کے لئے ہوتا تھا۔ نہ کوئی جلسہ نہ جلوس۔ نہ کوئی اشتہار نہ اخبار۔ نہ تشہیر۔ نہ اطلاع۔ قدرتی طور پر صحیح کام ہوتا۔ دیکھ یا سن کر ہر علاقہ سے لوگ کھچے چلے آتے تھے۔ اب بھی ہر علاقے میں حضرت کے شاگرد تدریس و تبلیغ دین میں مصروف عمل ہیں۔ نامعلوم اور غیر متعارف علماء کے ساتھ ملاقات کے دوران انکشاف ہوتا ہے۔ کہ یہ تو ہمارے حضرت کے شاگرد ہیں۔

وہ علاقے جہاں کے لوگ حضرت قاضی صاحب مرحوم سے پڑھتے رہے

(۱) ہزارہ (۲) علاقہ تناول (۳) علاقہ پکھلی (۴) علاقہ نگری وند سیاڑ (۵) علاقہ الائی۔ (۶) کوہستان (۷) گلگت و چلاس (۸) لداخ (۹) کونش (۱۰) دیشیان (۱۱) انگور (۱۲) سمرقند و تاشقند وغیرہ۔ (۱۳) بخارا (۱۴) بلخ (۱۵) ماسکو دار الحکومت روس (۱۶) علاقہ چھچھ (۱۷) علاقہ میانوالی (۱۸) علاقہ سمرگ (۱۹) ریاست سوات (۲۰) علاقہ بنیر (۲۱) قابل و قندھار (۲۲) علاقہ پشاور (۲۳) علاقہ بنوں و کوہاٹ (۲۴) علاقہ تیراہ (۲۵) علاقہ وزیرستان (۲۶) علاقہ ٹھنڈ (۲۷) علاقہ باجوڑ

* حضرت شیخ الاسلام کے شاگرد اپنے اسمائے گرامی ہماری طرف ارسال فرمادیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں وہ بھی شامل کئے جائیں

(۲۸) کوہستان سوات (۲۹) پنجاب (۳۰) مشرقی پاکستان بنگال وغیرہ (۳۱) علاقہ سندھ مندرجہ بالا علاقوں اور ملکوں کے لوگوں نے حضرت مرحوم سے مختلف اوقات میں فیض حاصل کیا۔ آپ کے حلقہ درس میں اندازاً سو کے قریب ہمیشہ طلبہ ہوتے۔ گاہے کم و بیش بھی ہو جاتے تھے۔ کھانے کا معقول انتظام نہ ہونے کے باوجود طلبہ جانے کا نام نہ لیتے تھے۔ اور جو ایک دفعہ آپ سے پڑھ لیتا پھر وہ کسی دوسرے کے پاس جانے کا نام نہیں لیتا تھا۔ اور نہ ہی کسی عالم کو تسلیم کرتا تھا۔ آپ کے شاگرد دل و جان سے آپ پر فدا ہوتے تھے اور آپ کے ساتھ انہیں والہانہ عقیدت ہوتی تھی۔ میں نے آپ کے بعض تلامذہ کو دیکھا ہے کہ آپ کی مجلس میں بے وضو نہ بیٹھتے تھے۔ اور نہ ہی آپ سے بے وضو ہونے کی حالت میں بات کرتے تھے بلکہ جب آپ کے پاس جانا ہوتا یا کوئی بات کرنی پڑتی تو پہلے وضو کر لیتے۔ حضرت مرحوم کے شاگردوں کو اس قدر عقیدت تھی کہ جس کی مثال زمانہ پیش کرنے سے عاجز ہے۔

حضرت علامہ کے اوقات تدریس

آپ سحری کے وقت اٹھتے اور آذان سے کچھ پہلے پڑھانا شروع کرتے اور یہ سلسلہ ظہر تک جاری رہتا گویا سحری سے لے کر نماز ظہر تک آپ پڑھاتے تھے۔

اکثر بیس پچیس اعلیٰ کے اسباق ہوتے تھے۔ گاہے تیس تک بھی ہو جاتے تھے۔ اسباق چاہے کتنے زیادہ کیوں نہ ہوں آپ ظہر تک پڑھا کر فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد آپ نے کبھی کسی کو نہیں پڑھایا۔ بلکہ پڑھانے والوں پر تعجب کیا کرتے تھے۔ آپ شاگردوں کو مختلف طریقوں سے پڑھایا کرتے تھے۔ اور ہر ایک کی استعداد و لیاقت کے مطابق اسے پڑھاتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مطالعہ کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ مطالعہ کتب میں حضرت مرحوم کو بے پایاں کمال تھا۔ جو آج تک کسی میں نہیں دیکھا گیا۔ اور ہمیشہ طلبہ کو مطالعہ کرنے پر آمادہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ علم مطالعہ کرنے سے آتا ہے اور کمال اسی سے پیدا ہوتا ہے۔ جس شاگرد کو پڑھانا مقصود

ہوتا اس کے ساتھ بے حد سختی کیا کرتے تھے۔ اور ہر وقت اس کی کڑی نگرانی کرتے ایک لمحہ بھی اس کو آزاد نہ چھوڑتے۔ اور اس کو مطالعہ کرنے کا طریقہ بتاتے۔ جو کہ یہ تھا۔

کہ اگر کوئی شخص مطالعہ کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ باوضو ہو کر کسی اکیلی جگہ بیٹھے اور منہ قبلہ شریف کی طرف کرے۔ پھر یوں تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان بارش کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہا ہے۔ اور حضور پاک کی طرف سے میرے استاذ المکرم پر ہو رہا ہے اور ان کی طرف سے مجھ پر ہو رہا ہے پھر پوری کوشش وہمت سے کتاب کھولے اور چند بار درود شریف پڑھے پھر کتاب کے ایک ایک جملہ کو دیکھے اور نحوی طریقہ سے ترجمہ معلوم کرے اگر کوئی رکاوٹ ہو تو اس کو قواعد کی رو سے دور کرے۔ پھر ترجمہ کے بعد ہر جملے کا مطلب ومفہوم ذہن نشین کرے پھر جتنا سبق پڑھنا ہے۔ اس پوری عبارت کے مطلب کو اپنے ذہن میں اچھی طرح جمائے اور ایک آدھ بار تصور سے اس کو دہرائے۔ ابتداء میں اس طرح کرنے سے کچھ تکلیف ہوگی۔ مگر جب ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ تو پھر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

حضرت والد صاحب مرحوم کا طریقہ یہ تھا کہ لائق شاگرد سے کتاب کی تقریر کرواتے اور غور سنتے اگر کہیں غلطی ہوتی تو اس کی اصلاح فرماتے۔ اس طرح کرنے سے تھوڑے دنوں میں شاگرد بڑا قابل ہو جاتا۔ اور موصوف کا اپنا طریقہ یہ تھا کہ پڑھاتے وقت کتاب کے کئی صفحات کی زبانی تقریر کرتے۔ جب بیان کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ سمندر موجیں مار رہا ہے یہ وصف بہت کم لوگوں میں دیکھا گیا ہے۔

مقامات تدریس

حضور والد صاحب تیرہ سال کی عمر میں علوم سے فارغ ہوئے۔ پھر چالیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ اپنے آبائی گاؤں کھلابٹ میں طلباء کو فی سبیل اللہ پڑھاتے رہے بڑے ذہین اور لائق لوگوں نے آپ سے پڑھا۔ ہمیشہ آپ کے حلقہ درس میں شائقین

کا ہجوم رہتا۔

۱۹۳۲ء میں مدرسہ بیگم پورہ گجرات میں ایک سال پڑھایا۔ پھر گھر آ گئے۔ پھر ۱۹۳۹ء کے اواخر میں مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات میں بعہدہ صدر مدرس تشریف لے گئے۔ اور تین سال تک طلباء کرام کو پڑھاتے رہے۔ اور پڑھانے کے علاوہ فتاویٰ نویسی کا کام بھی کرتے رہے۔ پورے ضلع گجرات کے مشکل مسائل آپ ہی کے پاس آتے اور آپ ان کا فوری جواب لکھ دیتے۔

۱۹۳۶ء میں آپ نے اپنے مشہور حکیم سید سوہنے شاہ صاحب کے پاس طب یونانی کا مطالعہ کیا۔ اور دو سال شہر قصور شریف میں تدریس کا کام کیا۔ اور ایک سال راولپنڈی میں شاہ عارف اللہ ... صاحب قادری کے مدرسہ احسن المدارس میں تدریس فرمائی۔ پھر ایک سال دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ضلع ہزارہ میں طلبائے حدیث کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھائی۔ اور دورہ حدیث پڑھا کر فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی فرمائی اور اسناد فضیلت عطا فرمائیں۔ پھر گھر واپس تشریف لے گئے۔ اور مزید دو سال تک گھر ہی رہ کر شائقین علم کو سیراب فرماتے رہے۔

ملک بھر کے بے شمار مسائل اور فتوے آپ کے پاس آتے اور آپ ان کے تحریری جوابات دیتے۔ اور لوگوں کے نزاعوں اور جھگڑوں کا فیصلہ فرماتے۔ ایک ایک دن میں کئی جھگڑے چکاتے۔

حضور قاضی صاحب مرحوم کی تصانیف

(۱) فائض الانوار شرح معانی الآثار یہ طحاوی شریف کی شرح ہے۔

(۲) مواہب الرحمان فی اغلاط جواہر القرآن یہ جواہر القرآن کے اصطلاحی حصہ کی تردید ہے۔

(۳) الحق المبین فی شرح متن متین یہ متن مذکور کی ناقص شرح ہے۔ افسوس کہ مصنف مرحوم پوری نہ کر سکے۔ (۴) سوی الصراط فی تحقیق حیلۃ الاسقاط (۵) حاشیہ ہدایہ

(۶) حاشیہ نور الانوار (۷) حل وجود رابطی حمد اللہ (۸) حل حاصل المحصول و محصول شرح جامی (۹) حل ضابطۃ التہذیب (۱۰) حاشیہ خیالی (۱۱) حاشیہ شرح نخبۃ الفکر (۱۲) حاشیہ شریفیہ علی السراجی (۱۳) حاشیہ صدرا (۱۴) حاشیہ مطول (۱۵) حاشیہ مختصر المعانی (۱۶) حاشیہ مقامات حریری (۱۷) حاشیہ السبع المعلقات (۱۸) حاشیہ جامی (۱۹) حاشیہ تلویح (۲۰) رد منکرین سنت (۲۱) رد کتاب الوسیلہ لابن تیمیہ حرانی (۲۲) فتاوی قادریہ (۲۳) حاشیہ قاضی مبارک (۲۴) حاشیہ بخاری شریف (۲۵) حاشیہ مشکوٰۃ شریف (۲۶) حاشیہ بیضاوی شریف (۲۷) الانوار الاتقیاء فی حیاۃ الانبیاء (۲۸) حاشیہ میر زاہد رسالہ (۲۹) شرح نظم مائۃ عامل (۳۰) شرح ہدایۃ النحو (۳۱) محققانہ شرح عبد الرسول۔

ضروری نوٹ :- ان میں سے زیادہ عربی ہیں اور غیر مطبوعہ ہیں۔ مگر یہ تمام تصانیف قابل دید ہیں۔ الانوار لاتقیاء اور مواہب الرحمٰن چھپ گئی ہیں۔

حُلیہ مبارکہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حُسنِ صورت اور سیرت دونوں سے نوازا تھا۔ اور آپ پیکر زہد و عبادت تھے۔ اور حسن صورت بھی مرحمت فرمایا تھا اور عزم و استقلال کے تو آپ پہاڑ تھے۔

میانہ قد نہ بہت چھوٹا اور نہ زیادہ اونچا۔ شعلہ دار رخسار۔ چمکدار اور کشادہ پیشانی۔ سیاہ اور موٹی آنکھیں۔ باریک ناک۔ باریک گلابی ہونٹ۔ نہایت چمکدار موتیوں کی طرح دانت۔ پتلی کمر۔ کشادہ اور پُر گوشت ہاتھ۔ سفید بازو۔ کشادہ سینہ۔ گربہ پاکہ آواز۔ باریک انگلیاں۔ گھنی اور دراز داڑھی۔

حالات وفات شریف

(از قلم صاحبزادہ مفتی سیف الرحمٰن صاحب ہزاروی)

والد صاحب مرحوم رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ میں حافظ ابن تیمیہ کی مایہ ناز کتاب الموسوم بہ "کتاب الوسیلہ" کی تردید لکھتے تھے اور کسی دن درسی کتاب نور الانوار کے بعض مقامات پر حاشیہ لکھتے۔ پورا رمضان المبارک آپ نے اسی شغل میں گذارا۔ اور عجیب و غریب باتیں محفل کے وقت سناتے کبھی ہنساتے اور کبھی رلاتے۔

اور پرانے بزرگوں کے تاریخی واقعات بڑی رنگینی سے پیش کرتے اور ان کے نمایاں کارناموں کو یاد کر کے افسوس کرتے۔ الغرض اس طرح سارا ماہ مبارک گذرا۔ پھر رمضان شریف کے بالکل آخری دنوں میں آپ کو شدید بخار ہو گیا۔ مگر باہمت ہونے کی وجہ سے گھر والوں میں سے کسی کو سمجھنے نہ دیا۔ پھر آئے دن کمزوری بڑھتی گئی اور اسی کے ساتھ پاؤں بھی دکھ گیا۔ تو اس تکلیف کی وجہ سے آپ عید الفطر کی نماز نہ پڑھا سکے۔ اور آپ کے حسب ارشاد ناچیز نے پڑھائی۔ اور تکلیف کی وجہ سے زیادہ دیر مسجد میں بھی نہ ٹھہر سکے۔ اکثر احباب ملاقات کے لئے گھر پر ہی حاضر ہوتے اور آپ کی نقاہت اور ضعف کو دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے۔ مگر آپ ان کو تسلی دیتے اور فرماتے گھبراؤ نہیں یوں ہوتا رہتا ہے۔ پھر اسی دوران آپ کو پیشاب جلنے کی تکلیف بھی شروع ہو گئی جب دو تین بیماریاں اکٹھی ہو گئیں۔ تو پھر آپ نے اپنے مخلص دوست ڈاکٹر خواجہ محمد خان مرحوم کو اطلاع بھیجی۔ وہ قریب ہی ایک پھولدار نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ اطلاع ہوتے ہی آ گئے۔ اور پوری کوشش سے آپ کو دیکھا۔ اور ایک انجکشن لگایا۔ اور کچھ دوا استعمال کے لئے بھی دی۔ اور پھر خبرگیری کا وعدہ کر گئے۔ مگر حضرت کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ تکلیف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ دوسرے روز یہ غالباً شوال المکرم کی تیسری تیسری تاریخ تھی۔ ناچیز کو فرمایا۔ کہ مجھے ہری پور لے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ آپ کس کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ ڈاکٹر محمد شریف کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے (یہ ڈاکٹر

صاحب انقلاب کے بعد ہندوستان سے آ گئے تھے۔ اور بڑے مخلص آدمی تھے۔ انہیں بڑی خوبی کی بات یہ تھی کہ بڑے پکے سنی العقیدہ تھے۔ ان کے پاس ایک وہابی آیا کرتا تھا جو ان کے لڑکے کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دن آیا۔ تو اس نے ایک اخبار پر یا رسول اللہ لکھا دیکھا۔ تو جل کر خاکستر ہو گیا۔ اور جلدی سے نظر بچا کر اس یا رسول اللہ والے ورق کو الٹا کر رکھ دیا۔ حسن اتفاق سے ڈاکٹر صاحب نے اس کی اس خباثت کو دیکھ لیا تو آپ کو بہت غصہ آیا۔ فرمایا ارے یہ تو نے کیا کیا ہے۔ بس آج کے بعد پھر میرے ہاں نہ آنا۔ پھر اس کو سختی سے روک دیا۔ یہ تھی ڈاکٹر صاحب کی عقیدت۔

ہری پور میں چونکہ وہابیت کا زور ہے۔ اس وجہ سے ڈاکٹر صاحب کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے۔ والد صاحب ان دنوں فوارہ والی مسجد میں نماز جمعہ پڑھایا کرتے تھے ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب نے ان کے پیچھے نماز پڑھی فراغت کے بعد حضرت سے ملاقات کی۔ اور پھر عرض کرنے لگے۔ کہ میں اس شہر کو سنیوں سے خالی سمجھتا تھا۔ مگر آپ کو دیکھ کر یقین ہو گیا۔ کہ ابھی تک شیر موجود ہیں۔ پھر اس کے بعد ہمیشہ ڈاکٹر صاحب وہیں نماز جمعہ پڑھتے رہے۔ اور حضرت کا بے حد احترام کرتے)

ہاں تو میں نے عرض کی۔ بہت اچھا تانگہ نہ ملنے کی وجہ سے موضع کانڈل تک میں آپ کے ساتھ پیدل آیا۔ پھر وہیں آ کر ہم رک گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک تانگہ آیا جس پر حکیم عبدالسلام اور مولوی عبدالقیوم خطیب ہری پور سوار تھے۔ میں تو کچھ کترایا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ دیوبندی وہابی تھے۔ مگر والد صاحب نے فرمایا کترانے کی کیا بات ہے۔ ہم بھی اسی تانگہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور حکیم صاحب نے کہہ بھی دیا کہ آپ بھی آ جائیں۔ چنانچہ ہم اسی تانگہ پر بیٹھ گئے۔ راستہ میں حکیم صاحب نے بڑی میٹھی میٹھی باتیں آپ سے شروع کر دیں۔ کہ ہم آپ کی حق گوئی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور ہم آپ کے اس فیصلہ پر بے حد خوش ہوئے ہیں۔ جو آپ نے سید محمود شاہ شیعہ کے خلاف حویلیاں جا کر کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

والد صاحب نے فرمایا حکیم صاحب لو سنو۔ میری محمود شاہ صاحب کے ساتھ دیرینہ

دوستی اور تعلق تھا۔ مگر جب وہ راہ حق سے ہٹ گیا۔ اور اس نے میلان الی التشیع ظاہر کیا۔ تو میں اعلانیہ اس کا مخالف ہو گیا۔ میں ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہوں۔ رجال کو حق کے ذریعے پہچانتا ہوں۔ اور حق کو رجال کے ساتھ نہیں پہچانتا۔ تو اسی ضابطے کی وجہ سے میں وہابیوں کے بھی خلاف ہوں۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے مولوی کیا کرتے ہیں۔ یہ دیکھو تمہارا خطیب ہے اور یہ بھی اپنے آپ کو عالم دین سمجھتا ہے۔ کہ جس بے چارے کو اتنی سمجھ نہیں۔ کہ ایک عالم دین کا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے اور اکثر غیر مقلد مہدی زمان خان کے پاس جا کر کھاتا پیتا ہے۔ بتاؤ ایک حنفی کو یہ جائز ہے دیکھو وہ فلاں میرا معتقد ہی ہے۔ مگر فساد عقائد کی وجہ سے میں ہمیشہ اس سے کنارہ کش رہتا ہوں۔

غرضیکہ والد صاحب نے اثنائے راہ میں خطیب کی بے حد بے عزتی کی اور بے حد رد کیا میں نے خیال کیا کہ اب خطیب بھی ضرور گرم ہو گا۔ یا کم از کم کوئی بات تو کرے گا۔ مگر خطیب کے جسم میں تو حرکت تک نہ تھی اور پسینہ میں شرابور ہو رہا تھا۔ اور اس انتظار میں تھا کہ کب جان چھوٹے۔ یہ ساتھ والے حکیم عبدالسلام مذکور بھی قابل حکیم تھے۔ مگر دیوبندی وہابی ہونے کی وجہ سے آپ نے ان سے علاج نہ کروایا۔ بہرحال والد صاحب کو میں ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی ایک انجکشن لگایا۔ اور دوا بھی دی۔ پھر آپ گھر واپس آ گئے وہ دن تو آپ نے آرام سے گذارا۔ دوسرے روز پھر آپ کو تکلیف شروع ہو گئی۔ اور آنے وقت زیادہ ہوتی گئی۔ اسی دوران آپ کے پاس ایک مخلص عقیدت مند آیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں آپ کو ہری پور سول ہسپتال لے جاؤں فرمایا دیکھا جائے گا۔ پھر مجھے فرمایا کہ ڈاکٹر صدیقی (جو سیمنٹ کمپنی میں مانا ہوا ڈاکٹر تھا) کے پاس جاؤ اور اس کی جتنی فیس ہو دے کر اسے ساتھ لے آؤ۔ میں آپ کے ارشاد کے مطابق ہری پور گیا۔ وہاں سے اسٹیشن پر حضرت قاضی صدرالدین صاحب دامت برکاتہ العالیہ کے پاس چلا گیا۔ اور حضرت کے بیمار ہونے کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ڈاکٹر صادق کو لے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ خود ڈاکٹر کے ہاں پہنچے۔ میں ڈاکٹر صدیقی کی طرف چلا گیا۔ وہاں مولوی محمد یعقوب صاحب خطیب جامع مسجد واہ سیمنٹ کمپنی کے پاس گیا۔

اور مولوی صاحب سے اپنے آنے کی وجہ بیان کی۔ جب ڈاکٹر کا پتہ کرایا تو پتہ چلا کہ وہ کچھ دنوں سے لاہور گیا ہوا ہے۔ خدا جانے کب آئے گا۔ تو میں مجبور ہو کر واپس لوٹا۔ پھر دوسرے روز قاضی صدرالدین صاحب زید مجدہ کے پاس گیا۔ اور ان کے ہمراہ سول ہسپتال کے ڈاکٹر کو لایا۔ یہ بدھ کا دن تھا۔ اس نے آ کر دیکھا تو کہا کہ آپ کو ہسپتال پہنچاؤ۔ وجہ یہ کہ آپ کو پیشاب کی تکلیف زیادہ ہو گئی تھی۔ پھر آپ کو بدھ کی شام کو ہم ہسپتال لے گئے۔ رات آپ وہیں رہے۔ اور جمعرات کا دن بھی وہیں گذارا۔ اور جمعرات کو آپ بے ہوش تھے۔ یہ حالت شدت مرض کی وجہ سے تھی۔ ڈاکٹر بے حد احتیاط اور محبت سے آپ کا علاج کرتا تھا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مطابق آپ کا مرض بڑھتا گیا۔

آخر جمعرات شام کی نماز کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی

انا للہ وانا الیہ راجعون

اور آپ ہمیشہ کے لئے دنیا سے روپوش ہو گئے۔ اور آپ کے وصال سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ جو آج تک پر نہ ہو سکا۔

حکیم الامت جناب مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے کیا ہی خوب فرمایا۔ کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موت سے دنیا کے اہل سنت کو بہت نقصان پہنچا۔ کہ جس کی تلافی ناممکن ہے۔

حضرت والد صاحب کی وفات کی جس نے بھی خبر سنی وہی بے ساختہ رو دیا۔ مخالفین نے بھی آپ کی تعریفیں کیں۔ پورا علاقہ کچھ دنوں تک ماتم کدہ بنا رہا۔ میں نے مردوں کو واویلا کرتے دیکھا۔ پھر آپ کو اسی وقت گھر لایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے جب آپ کو دیکھا تو افسوس کرتے ہوئے کہا۔ کہ کاش میں آپ کی خدمت سے محروم ہو گیا۔ پورے علاقہ میں اطلاع عام دی گئی۔ ملک کے مشہور رسائل و اخبارات میں آپ کی وفات کی خبر شائع ہوئی۔ چھ ماہ تک لوگ فاتحہ کے لئے آتے رہے۔ اور ملک بھر سے خطوط بھی آتے رہے۔ پھر نماز جمعہ کے بعد آپ کی نماز جنازہ آپ کے فرزند اکبر حضرت علامہ قاضی غلام محمود

صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ اور حیلہ اسقاط حضرت مولانا غلام ربانی صاحب آف چنبہ پنڈ نے کیا (یہ والد صاحب کے ماموں زاد بھائی ہیں) نماز جنازہ مقررہ جنازہ گاہ میں پڑھی گئی۔ پہلے آپ کی قبر وہیں کھودی گئی تھی پھر ابوالفتح غلام محمود صاحب کے کہنے پر مسجد کی بائیں طرف اپنی ملکیت جگہ میں بنائی اب اور لکڑی کا صندوق بنوایا گیا۔ اس میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ وہیں مزار شریف پر کئی روز تک وہاں قرآن خوانی ہوتی رہی۔ حضرت کی پہلی جمعرات کو قدوۃ السالکین زبدۃ العاشقین الحاج جناب پیر غلام محی الدین شاہ صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ گولڑہ شریف فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے اور بے حد اظہار افسوس کیا۔

انہی دنوں بہت سے لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ سفید لباس پہنے ہوئے مسجد میں تقریر کر رہے ہیں۔ کچھ دنوں بعد حضرت کی قبر مبارک پختہ کرا دی گئی۔

حضرت مرحوم کی تاریخ وصال ۱۲ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ شب جمعہ مطابق ۲ مئی ۱۹۵۸ء

تاریخ وصال شیخ الاسلام حضرت علامہ قاضی محمد عبدالسبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نتیجہ فکر جناب الحاج حکیم مظفر علی صاحب ساکن عمر چک ضلع گجرات زید مجدہ

شد روانہ جانب خلد بریں ۔۔۔ آں جناب عبدسبحان بے مثال۔

عالم و فاضل فقیہہ بے نظیر ۔۔۔ پاک صورت نیک سیرت خوش خصال

بُد مرید غوث اعظم ہم شہاب ۔۔۔ مظہر شان محمد لازوال

چوں بپرسیدم ز دل تاریخ او ۔۔۔ مخزن جود و سخا گفتا بسال

۱۳۷۷ھ

باز دیگر اے مظفر کن رقم ۔۔۔ فخر ملت زاہد سال وصال

۱۳۷۷ھ

یاالٰہی جملہ فرزندان شاں ۔۔۔ در حفاظت دار از رنج و ملال

ترجمہ فارسی اشعار۔

وہ جناب بے مثال عبدالسبحان اونچے بہشت کی طرف روانہ ہو گئے (سن بار گئے)

جو عالم و فاضل اور بیشال فقیہہ تھے۔ پاک صورت۔ نیک سیرت اور خوش اخلاق تھے۔
حضرت (مرید تھے (حضور) غوث اعظم اور حضرت) شہاب الدین سہروردی کے
اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال شان کے مظہر تھے۔ جب میں نے اپنے دل
سے ان کی تاریخ وصال پوچھی تو اس نے "مخزن جود و سخا" ۱۳۷۷ھ سال بتایا یعنی سال ۱۳۷۷ھ
دوبارہ لکھو اے منظفر ان کی تاریخ وصال، تو "فخر ملت زاہد" ۱۳۷۷ سال وصال ہے۔

تیسری تاریخ وصال

موت العالِم اِعلَم موت العالَم

۱۳۷۷ھ

یعنی عالم کی موت جہان کی موت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ وصال

سلطان المناظرین امام المتکلمین غزالیِ دوراں عارف باللہ حضرت
علامہ قاضی عبدالسبحان قدس سرہ

از:۔ مجاہد اہل سنت حضرت پیر ابو الکمال برقؔ صاحب نوشاہی ڈوگہ شریف ضلع گجرات

حسرتا! وا! صدر ارباب عقول — قاضیِ دیں واقفِ فرع و اصول
عبدِ سبحاں قاضیِ روشن ضمیر — عارف و سالک فقیہہ و بے نظیر
در معانی و کلام استاد بود — آں بمنطق فلسفہ گو ئے ربود
از خیالی بود وسعت قدرِ اُو — زینتِ صدرا ز شرحِ صدرِ اُو
آں غزالی عصر رازیِ زماں — فاضل و علامہ کامل رازداں
شد روانِ اُو سوئے جنت رواں — موتِ عالِم موت عالَم بے گماں
بود چوں مغفور آں عالی نشاں
سال وصلش برقؔ گو "مغفور آں" ۱۳۷۷ھ

(۱) افسوس پھر افسوس کہ عقل والوں کے صدر۔ دین کے قاضی فروع و اصول کے واقف۔
(۲) قاضی عبدالسبحان جو کہ روشن ضمیر۔ عارف، سالک اور بے نظیر فقیہہ تھے۔
(۳) علم معانی و کلام میں استاد تھے۔ منطق اور فلسفہ میں تو تمام علماء پر سبقت لے گئے تھے
(۴) خیالی (کتاب) سے تھی ان کے قدر کی وسعت اور صدرا (کتاب) کی زینت ان کے شرح
صدر سے تھی۔
(۵) وہ زمانے کے غزالی اور رازی تھے۔ فاضل، علامہ اور کامل رازدان تھے۔
(۶) ان کی روح جنت کی طرف رواں ہو گئی۔ عالم کی موت کو جہان کی موت سمجھ
(۷) افسوس کہ وہ شیخ القرآن نہ رہے۔ وہ ذی شان محدثِ عصر نہ رہے
(۸) اور چونکہ وہ عالی نشان تھے بخشے ہوئے۔ اس لئے ان کا سالِ وصال اے برقؔ
مغفور - آں۔ ہے۔

۵۱ — ۱۳۲۶

۱۳۷۷

مغفور آں یعنی وہ بخشے ہوئے تھے

حالات محمد مظہر سبحان رحمۃ اللہ علیہ۔ المعروف بہ منشی

محمد مظہر سبحان ہماری دعاؤں اور تمناؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے
ہماری شادی کے ایک سال بعد فروری ۱۹۵۱ء میں کھلابٹ کے اندر اپنے
دادا جی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں پیدا ہوا۔ اس کا نام
دادا جی ہی نے محمد مظہر سبحان رکھا۔ فرماتے تھے کہ میں نے مظہر کا لفظ اپنے
والد ماجد کے نام سے اور سبحان اپنے نام سے لے کر یہ مرکب نام رکھا تاکہ
بچہ میرے اور میرے والد صاحب دونوں کے کمالات کا جامع ہو۔
تو حضرت کی دعاؤں سے مظہر سبحان کا ذہن آپ ہی کے ذہن کی طرح

روشن اور حافظہ بہت اچھا تھا۔ یہ بچے مظہر سبحان اور اس کا بھائی حبیب الرحمٰن
میرے ساتھ پہلے ہری پور اور اوکاڑہ میں رہے۔ اور پھر وہاں ہم جہلم
آ گئے۔ جہلم آ کر میں نے ان بچوں کو سکول میں بٹھا دیا۔ مشین محلہ ۱ میں
نذیر سکول میں پڑھنے لگے۔ خدا کے فضل سے ہر سال کامیاب ہوتے رہے۔ سال
۱۹۶۹ء میں مظہر سبحان کی عمر ۱۸ سال سے کچھ متجاوز ہی تھی۔ اب بہت ہوشیار
اور سمجھدار ہو گیا تھا۔ میرے (ابو الفتح) سمجھانے پر میری مجلس کے اندر
پیچھے ہٹ کر ادب سے بیٹھتا اور میری خوشنودی کا خاص خیال رکھتا تھا۔
اب ہر کام میں میرا ہاتھ بٹاتا۔ اپنی دادی جی اور چھوٹی پھوپھی صاحبہ کا بھی
اُدھر ہزارہ جا کر انتظام کرتا تھا۔ مظہر سبحان سے ہر آدمی اس کے اخلاق
کی وجہ سے خوش و راضی تھا۔ ۴ جولائی ۱۹۶۹ء بروز جمعہ میٹرک کے امتحان
سے فارغ ہوا۔ تو ہم یہ مشورہ کر رہے تھے کہ اس کو جامعہ اسلامیہ بہاولپور
بھیجیں یا خضر یونیورسٹی اسلام آباد، اس کا اپنا رجحان بہاولپور جانے کا
تھا۔ ۷ جولائی بروز پیر مسجد عید گاہ جہلم میں مشورہ کر کے اٹھا تو گھر آ کر
کھانا کھانے بیٹھا۔ اتفاق سے مظہر سبحان میرے سامنے آ گیا تو میں نے کہا۔
"منشی آؤ میرے ساتھ ہی کھانا کھا لو۔ تو جلدی بلا حیل و حجت آ گیا ورنہ
پہلے یوں کہا کرتا تھا کہ "اباجی آپ کھائیں میں کھا لوں گا" ہاں تو اس روز
ہم دونوں باپ بیٹا نے اکٹھے مل کر آخری کھانا کھایا۔ اس کے بعد پھر
منشی سے بات کرنا بھی نصیب نہ ہوا۔ عصر کے وقت عید گاہ مسجد کے خادم
فضل دین نے مجھے اطلاع دی کہ منشی دریائے جہلم میں ڈوب گیا ہے۔ فوراً
تانگہ لے کر وہاں پہنچنے کو چلے راستے میں خدا کی شان کہ گھوڑا اگر گیا۔
بہر حال وہاں پہنچ کر دیکھا کہ پانی بہت زیادہ ہے۔ اور نیچے تو کسی تیراک کا
بھی پاؤں نہیں جا رہا۔ منشی اپنے نیچان ماموں حاجی، جوان دونوں جہلم آیا
ہوا تھا۔ اور اپنی درس گاہ کے چند طلباء کے ہمراہ نہانے کی غرض سے دریا پر

پیراغیب بند کے پاس گیا مگر نہاتے ہوئے ڈوب گیا۔ ڈوبتے وقت
فریادیں کرتا رہا۔ کہ۔ "میں ڈوب چلا، میں ڈوب چلا" مگر اس کو کوئی
نہ بچا سکا۔ دوسرے روز بیس (۲۴) گھنٹے کے بعد ڈوبنے کے مقام سے نیچے آ کر
جوبلی گھاٹ کے قریب کنارۂ دریا سے نعش ملی۔
اگلے دن منشی ہنستا کھیلتا گھر سے نکلا اور دوسرے روز جب اس کی میت
کو گھر لایا گیا تو ایک کہرام مچ گیا۔ ساڑھے چھ بجے عید گاہ کے متصل
میدان میں قاضی صدر الدین صاحب اسٹیشن ہری پور والوں نے جو بوجہ
اطلاع پہنچ آئے تھے منشی کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور مبلغ ساٹھ روپے
نقد پر حیلہ اسقاط جناب قاضی صاحب ہی نے کیا پھر وہ روپے مستحق لوگوں
میں تقسیم کئے گئے۔
آئندہ جمعرات تک حفاظ قبر پر بٹھائے گئے۔ تیسرے روز قل پڑھا
گیا۔ اور دو ختم قرآن پاک ہوئے۔ پھر ہر جمعرات کو ختم کلام پاک طلباء
مدرسہ اشاعت الاسلام تا عصر کروایا جاتا رہا۔ قبر پر تین دن بیٹھنے والے
طلباء کو ۵ روپے فی آدمی پیش کئے گئے۔ اور ہر جمعرات کو ختم پڑھنے
والے طلباء کو چائے وغیرہ اور فی آدمی ایک روپیہ دیا جاتا رہا۔ چالیسویں
پر (۱۰۰) ختم قرآن پاک اور ہزاروں کی تعداد سے آیت کریمہ اور ساڑھے تین لاکھ
کلمہ شریف پڑھا گیا۔ ان سب کا ثواب منشی مظہر سبحان کی روح پر فتوح
کو بخشا گیا۔ اور کئی جوڑے نئے اور پرانے کپڑے اور جوتے طلباء میں تقسیم
کئے گئے۔ ۱۵ اگست ۱۹۶۹ء بروز جمعہ چالیسواں تھا۔ گلفروش صاحب
شاعر وزیر آبادی نے اپنا مرثیہ پڑھ کر حاضرین کو متاثر کیا۔ ایک دیگ
گوشت عمدہ اور ۲۵ سیر آٹا اور ایک دیگ چاول زردہ نانبائی غلام رسول
سے اچھی طرح پکوا کر تقسیم کیا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔
منشی محمد مظہر سبحان مرحوم نے جو میٹرک کا امتحان دیا تھا۔ اس کا نتیجہ

منشی کے انتقال کے بعد نکلا۔ اور منشی مرحوم نے فسٹ ڈویژن میں امتحان پاس کیا۔

وہ کرامات جو منشی مظہر سبحان کے انتقال پر ظاہر ہوئیں

کرامت نمبر ۱ باوجودیکہ دریائے جہلم کے اندر دریائی جانور جلپاتر تندوا وغیرہ رہتے ہیں۔ اور ان ہی دنوں عزیزم نذیر احمد جادوی نے خاص اسی مقام پر جہاں پر منشی ڈوبا تھا ایک خوفناک سیاہ جانور کو دیکھا۔ نذیر احمد کا بیان ہے کہ اس چیز کو دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اور اسی لئے کوئی بھی آدمی دریائے جہلم میں ڈوب کر ان جانوروں سے سلامت نہیں رہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مظہر مرحوم کو ان جانوروں کے اثر سے کلی طور پر سلامت رکھا۔

کرامت نمبر ۲ دریا میں ڈوب کر کسی آدمی کے بارے نہیں سنا کہ اس کے پیٹ میں پانی داخل نہ ہوا ہو۔ مگر منشی مرحوم کے پیٹ کے اندر مطلق پانی داخل نہ ہوا۔

کرامت نمبر ۳ حالتِ نماز کی طرح دونوں ہاتھ ناف پر بندھے ہوئے تھے۔

کرامت نمبر ۴ منشی مرحوم کے انتقال سے قبل عرصہ سے بارش نہیں نہیں ہو رہی تھی اور لوگ نمازِ استسقاء پڑھنے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ مظہر مرحوم کے یوں انتقال کر جانے کے بعد سخت اور تیز بارش ہوئی۔

کرامت ۵ منشی کے چالیسواں کے روز نہایت زوردار بارش ہوئی

اور پھر اس کے بعد موسم سرما باوجود لوگوں کی دعاؤں کے بارش سے خالی گذر گیا۔ منشی کے انتقال سے پہلے اور پھر چالیسویں کے بعد بارش کا بالکل بند رہنا اور مظہر مرحوم کے انتقال کے متصل بعد دوسرے ہی روز اور پھر عین چالیسویں روز بارش کا برسنا منشی صاحب کی واضح کرامت ہے۔

منشی کے انتقال پر اظہارِ تعزیت

بے شمار لوگوں نے دور دراز سے خود آ کر اور بعض نے بذریعہ خطوط مجھ سے اظہار ہمدردی فرمایا۔ حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ گولڑہ شریف۔ اور مولانا سید کرم شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ۔ اور جناب صاحبزادہ کبیر علی شاہ صاحب چورہ شریف۔ اور صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب آلو مہار شریف۔ (ان دنوں صاحبزادہ صاحب سخت بیمار اور میو ہسپتال لاہور میں داخل تھے۔ اور مولانا غلام علی صاحب اوکاڑہ۔ مفتی محمد حسین صاحب جامعہ نعیمیہ لاہور۔ مولانا عبدالقیوم صاحب صدر مدرس مدرسہ نظامیہ لاہور، مولانا محمد سعید صاحب ناظم جمعیت العلماء گوجرانوالہ، سیکرٹری صاحب جمعیت العلماء ڈسکہ) مولانا غلام دین صاحب خطیب جامع لوکوشیڈ لاہور۔ مولانا محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں وغیرہم نے بذریعہ خطوط تعزیت و اظہار ہمدردی فرمایا۔
جہلم کے احباب نے میری خصوصی دلجوئی فرمائی اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے

منشی محمد مظہر مرحوم کا خواب میں آنا

خواب نمبر ۱ مولوی مظہر صاحب (پیرا غیب جہلم) جو ایک نیک آدمی ہیں، نے منشی کے انتقال کے بعد ان ہی دنوں خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑی

جامع مسجد ہے۔ جس کے اونچے اونچے مینار ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ عرب کی کوئی مسجد ہے۔ منشی صاحب اس کے صحن میں کھڑے ہیں۔ اور مجھ سے گلے لگ کر پرتپاک طریقہ سے ملے۔ اور پھر مجھ سے فرمایا کہ آئیے ایک مینار پر میں اذان پڑھتا ہوں اور دوسرے پر آپ پڑھیں۔ اور بقیہ دو میناروں کے لئے اور دو آدمی بلا لیتا ہوں پھر میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے ہیں تو فرمایا کون کہتا ہے کہ میں مر گیا ہوں۔ میں تو بالکل زندہ ہوں آپ سے کسی نے غلط کہا ہے۔ پھر بلند آواز سے کہا عبدالحی اور پھر چلے گئے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے ہمیشہ کی زندگی مل گئی ہے۔ اور مجھ پر اسم پاک حیؔ کا پرتو پڑا ہے۔ اور مجھے بارگاہ خداوندی سے عبدالحی لقب مل گیا ہے۔

خواب ۲ ہمارے نئے محلہ جہلم کے پڑوسی میر عبدالغنی صاحب نے ان ہی دنوں خواب دیکھا کہ افریقہ کا علاقہ ہے اور سمندر کے کنارے ایک عالی شان بلڈنگ ہے۔ جس کے صحن میں دینی کتابیں پڑی ہیں اور منشی مظہر مرحوم ان کتابوں کے پاس کھڑا ہے۔ اور مجھ سے کہتا ہے کہ میں تو زیر تعلیم ہوں اور یہ فقہ اور حدیث کی کتابیں پڑھ رہا ہوں۔ پھر کہا آئیے میں آپ کو اپنے استاد صاحب سے ملاتا ہوں۔ پھر مجھے عمارت کے اندر لے جاتا ہے وہاں پر ایک سفید ریش بوڑھے بیٹھے تھے وہاں سے کہتا ہے کہ یہ ہمارے پڑوسی میر صاحب ہیں اور مجھ سے کہتا ہے کہ میر صاحب یہ میرے استاد صاحب ہیں۔ پھر کہا میر صاحب آپ نے ہماری دعوت نہیں کی۔ ان دنوں احباب مہمانوں کے لئے کھانا پکا کر بھیج رہے تھے۔ اور میر صاحب بوجہ اپنی بیماری کے کھانا نہیں پکا سکے تھے۔ مگر پھر منشی مرحوم کے خواب میں یہ کہنے کے بعد میر صاحب نے بھی کھانا پکایا۔

خواب ۳ صوفی محمد طفیل صاحب محلہ اسلامیہ ہائی سکول جہلم (جو کہ ہر جمعہ پر جامع عیدگاہ میں اذان ثانی پڑھا کرتے ہیں) نے

رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۹ء میں خواب میں اپنے مرحوم چچا کو دیکھا (جو کہ اسی قبرستان جہلم میں مدفون ہیں) کہ۔ چچا مرحوم کہتے ہیں "صوفی جب سے قاضی صاحب کا صاحبزادہ منشی محمد مظہر سبحان اس قبرستان میں آیا ہے تب سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے"۔ انتہیٰ

اشعارِ پُردرد بر انتقال منشی محمد مظہر سبحان رحمۃ اللہ علیہ

از صوفی جلال الدین صاحب قادری برکاتی شاعر و نعت خوان ساکن ٹکر کلاں تحصیل و ضلع جہلم

سن کے سینے دے چ تیر دجیا جگر وانگ چھلنی میرا سلیا اے
رہے ہوش حواس نہ قائم میرے بھا جنبڑ درد والا ایسا بلیا اے
نکل ڈیک گئی ایسی درداں میری جنیویں ساہ وجود دا چلیا اے
قاضی صاحب دا کی حال ہوسی جہدا سنگ تروڑ کے چلیا اے
سیر کرن نوں گیا سی گھروں سوہنا مڑ کے فیر نہ گھراں نوں ولیا اے
اوہدے باپ جو گذری رب جانے جہدے کول سوہنا نازیں پلیا اے
منشی مظہر سبحان جد گھروں ٹریا مگروں ماموں آ انہاں نوں رلیا اے
جوڑا اینا کے چلیا ہٹے گھروں دونویں سورج عمر دا ذرا کوں ڈھلیا اے
پہنچے کنڈھے دریا دے جس ویلے دل مظہر سبحان دا کھلیا اے
میرا دل کردا ذرا تیرنے نوں ٹھنڈا دل کرساں تاری لا کے تے
دھپ غضب دی رہی اے دن سارا گرمی رکھیا اے سینہ جلا کے تے
پانی وچ وڑساں ہوسی ٹھنڈ سینے روح چلا نہ جائے گھبرا کے تے
ماموں صاحب تسی ذرا ٹھہر جاؤ جلدی آ جاساں تاری لا کے تے
میرے کپڑے تسی سنبھال رکھنا متاں لے جائے کوئی اٹھا کے تے
پانی لہر اندر دو گے مار ٹھاٹھاں منشی مظہر وڑیا جھٹ جا کے تے

او کتھے ڈو ھنگرہ پانی سی چکر کھاندا پیا وگدا گھیرا بنا کے تے
گھمن گھیر اندر گیا جدوں منشی ملے خضر اسنوں جلدی آ کے تے
نیر دو دن مہمان تنوں کول رکھیا رکھیا خوب مہمان بنا کے تے
پانی وچ حفاظتاں نال رکھیا امن اماناں نچھپا کے تے
اُدھر ماماں اُڈیکدا منظر تائیں جنہوں کنڈھے تے گیا بٹھا کے تے
دساں کی گذری نال میرے صوفی آ گیا ہال ساتھ لٹا کے تے
قاضی محمود جاں خبر سُن دے فضل دین اوہ خبر سُناوندا سی
چلی گئی وجود دی جان اُس دم گذری کی رب سچا ہی جاندا سی
لگی سٹ کلیجڑے وچ ڈاڈی ساہ آوندا تے کدی جاوندا سی
باجھوں یار دلدار پیارڑے دے کیویں شغل جہان دا بھاوندا سی
ڈھیر ضبط کیتا ڈھیر صبر کیتا اے پر صبر نہ دے لوں آوندا سی
آنسو ٹپکدے بے قرار ہو کے مُڑ مُڑ رون اتے دل آوندا سی
غم بیٹے دا قاضی صاحب تائیں وانگ بھجھٹی تنور دی تاوندا سی
شام چلی گئی پر ولیا ماہی نہیں صوفی دُکھاندی رات لنگھاوندا سی
دُکھ پُتر دا جھاندی ماں اُسدی جہڑی مدتاں ناز اُٹھاوندی رہی
پیڑ پُتر دی ماں نوں بہت ہوندی جہڑی پُتر نوں گود کھڈاوندی رہی
کدی منشی منظر، کدی منشی سُبحان اوہنوں نال پیار بلاوندی رہی
رونا اُسدا ذرا نہ سہہ سکدی لوری دے کے چُپ کراوندی رہی
دیکھے ذرا کوئی میل کچیل ماں ہتھیں اپنی آپ نہلاندی رہی
کدی میلی پوشاک نہ ہون دیندی چھیتی کر کے فیر پہناوندی رہی
ہتھیں اپنی ٹور کے بچھڑے نوں صوفی مار ہائیں کچھول تاوندی رہی
راتیں لبھدے رہے پر نہیں ملیا اگوں سویر دا ویلا آوندا اے
اگوں ڈھونڈدے ڈھونڈدے دن لنگھیا مُڑ کے وقت دوپہر دا آوندا اے

آخر مل گیا منظر سبحان منشی جو بیلی گھاٹ توں رب لبھاوندا اے
رکھیا رب سلامت سی وچ پانی ذرا تُبھے نوں داغ نہ آوندا اے
مسکراہٹ سی ہونٹاں دے وچ سوہنی اکھیں آپ ڈٹھا مسکراوندا اے
بڑے ہتھ دو نویں جیویں نماز اندر پیارے ربدا نام پکاوندا اے
عمر پاک گناہ توں آہی اُسدی ظاہری دیکھنے نوں نظر آوندا اے
کیڈی چنگی عبادت خدا دی اے صوفی کر کے پیار دکھاوندا اے
منشی منظر سبحان دے ماپیاں دا مولیٰ صبر تے شکر وی دھا دیویں
اجر انہاں نوں محشر دے دن مولیٰ اپنی قدرت تھیں کر عطا دیویں
منشی منظر سبحان دے ماپیاں دا اگلی دنیا وچ میل کرا دیویں
صوفی جلال مسکین غمگین تائیں دید بنی دی مولیٰ کرا دیویں
میٹرک پاس کیتا دنیا وچ منشی اچھے نمبراں وچ سوال اُسدا
ٹوہی اٹھدی جوانی بہار والی اندازہ عمر دا اٹھارہ کوئی سال اُسدا
گورا رنگ درمیانہ سی قد سوہنا سوہنی داڑھی تے حسن کمال اُسدا
دینی علم دی واقفی خوب رکھدا سارے آکھدے نیک خیال اُسدا
طبع بہت خاموش سی خوب ڈٹھا سوہنا چہرے دا حسن جمال اُسدا
ساری گفتگو ہس کے گل کردا خُلق نال بھریا وال وال اُسدا
قاضی صاحب دا سی اوہ صاحبزادہ فرق ذرا اندر تی روال اُسدا
صورت سیرت تے گفت و شنید اُسدی مزہ گل دا سی نال نال اُسدا
منبرِ آخرت دے بھی چنگے لے گیا اے پیا جا خدا ذوالجلال اُسدا
چلنا پھرنا بیٹھنا تے اٹھنا چنگا جاپدا سی ہر حال اُسدا
میں مجبور ہاں علم نہیں کول میرے حال لکھے کی صوفی جلال اُسدا

قطعہ تاریخ وصال

صاحبزادہ محمد مظہر سبحان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فرزند ارجمند

حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب محدث ہزاروی خطیب جامع مسجد عیدگاہ جہلم

از نتیجہ طبع

سید ابو الکمال برق نوشاہی قادری مہتمم جامع تبلیغ الاسلام دربار نوشاہی ڈوگہ شریف گجرات

(۱)

عزیزے پاکباز و نیک طینت — محمد مظہرِ سبحان ذی شان
کہ آں ابنِ خطیبِ اہلِ سنت — نشانِ خاندانِ اہلِ عرفان
دریغا! وائے در دریائے جہلم — بامرِ ایزدی شد نذرِ طوفان
وصالش برق از تائید غیبی — بگو، مظہرِ محمد آلِ سبحان

۱۳۸۹ھ

ایضاً

(۲)

دریغا! حسرتا! وائے دریغا — عزیزے نوجوانے ناگہاں رفت
چراغ خاندانِ عبدِ سبحاں — محمد مظہرِ عالی نشاں رفت
غلام حضرت محمود گرید — کہ نورِ چشمِ او بل جانِ جاں رفت
وصالش برق از فضلِ الٰہی — بگو، شاہے ز جہلم در جناں رفت

۱۳۸۹ھ

۷۸۶ حمٓ

تاریخ وفات جناب صاحبزادہ محمد مظہر سبحان مرحوم

خلف الصدق

حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب مدظلہ العالی کھلابٹ
ضلع ہزارہ ۔ حال مقیم جامع عیدگاہ نیا محلہ جہلم

از

الحاج حکیم محمد مظفر علی صاحب ساکن چک عمر ضلع گجرات

شد روانہ جانب خلد بریں — ابن آل محمود سبحاں پاک جاں

گشت ہر یک از وفاتش دردمند — نیلگوں گردید رنگِ آسماں

روح او شاداں بود اندر جناں — از طفیل غوث اعظم مہرباں

بود ہفتم از جولائی وقت شام — چوں نہاں گردید از چشم جہاں

سالِ رحلت با مظفر ہاتفے
گفت وائے رفت مظہر ناگہاں

۱۹۶۶ء

سی حرفی

بہ موقعہ وصال صاحبزادہ محمد مظہر سبحان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(از سید ابوالکمال برق قادری نوشاہی)

الف ۔ آئیں واریاں لکھ واری ویکھاں راہ تیرا میری جان آجا
ہک پلک نہ گذرے دا بابجھ تیرے نور چشم میرے اتے آن آجا
دیکھاں مکھڑا تیرا جاوے دکھ میرا سو سو وار میں ہوواں قربان آجا
برق تیرے بغیر تاریکیاں نی میرے سوہنیاں مظہر سبحان آجا

الف ۔ آ۔ اے مظہر سبحان ویکھیں تیرے ہجر وچ حال دلگیر تیری
مرن تیک نہ دلوں افسوس جاسی سنی گل نہ وقت اخیر تیری
کسے گھڑی نہیں بھلدا خیال تیرا چہرہ ای اکھاں وچ پئی تصویر تیری
برق آل رب دا واسطائی ہیک ملن دی رکھدے سن ویر تیری

ت ۔ زور نہ ڈاہڈے دے نال کوئی لکھی ہوئی سی اینج تقدیر تیری
دِتی چھوڑ گ مُرکا جہان وچوں اچھی چپ قضا دے تیر تیری
میں تے حال تھئیں ہو بے حال گیاں بھلدی مینوں نہ کدے تصویر تیری
برق آل رب دا واسطائی پئی ترفدی حال دلگیر تیری

م ۔ موت اجاڑیا وسدیا مینوں کوئی شکوہ دی گل نہ رہ گئی اے
کیوں میں ہووسی حال وکھیا ریاندی کوٹھی آس امید دی ڈھہ گئی اے
کوئی رہیا نہ سواد جیوندیاں دا جند وچ فراق دے گھہ گئی اے
برق حد ہوگئی بدنصیباندی بڑی ٹکریاں ٹکریاں بہہ گئی اے

حوُر و غلماں پکار اٹھے مرحبا اے عالی صفات آیوں
داغ فرقت مندے لاکے ماپیا نوں خضرؑ کول گذار کے رات آیوں

عجب شان اے مظہرؔ سبحان تیرا فانی دار بقیں پا کے نجات آیوں
رہسی کس طرح تیرے بغیر زندہ برقؔ جنہاں نوں دس کے حیات آیوں

حوُراں خلدِ بریں وچ کہن پیاں مظہرؔ اہلِ عرفان والا ڈولا اے
اس دا باپ غلام محمود قاضی محمود سلطاں والا ڈولا اے

چھپیا غلؔ مقامِ علیین اندر ایہ عزیزؔ ذی شان والا ڈولا اے
برقؔ مظہرؔ سبحان سبحان اللہ کیسے عہدِ سبحان والا ڈولا اے

کس طرح انہاں دی گذر ہوسی مظہرؔ جگر جنہاں نڈے کٹ ٹریوں
خستہ حال بے حال کنگال روسن دُکھی ماپیاں دا تخت گھا پٹ ٹریوں

کون چپ کراوسی روندیاں نوں قسمت انہاں دی اج پلٹ ٹریوں
پئے تڑفن وانگ بے آب ماہی برقؔ جنہاں دے کالجے بھٹ ٹریوں

کون اس دارِ فناہ اندر جنہوں حاصل مقام بقا دا اے
فانی ہو فانی ہوندا نہیں فانی پکا قول کامل راہنما دا اے

بناں موت نہ ملے حیات ابدی یعنی موت پیغام احیا دا اے
برقؔ قائم بالذات ہک ذات ابدی حادث نظم سب ایہ حق و دا اے

از علامہ مفتی سیف الرحمٰن صاحب ہزاروی عمہٗ منشی محمد مظہر سبحان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اُس عزیز نوجوان کو "پیام سلام" جو کہ اچانک داغِ مفارقت دیکر ہمیشہ کیلئے چل بسا

السّلام اے نورِ ما اے جانِ ما
السلام اے قلبِ ما عرفانِ ما

السّلامؑ اے راحتِ ما چینِ ما
السلام اے کارِ ما تسکینِ ما

السّلام ۳ اے راحتِ قلبِ حزیں
السلام اے صاحبِ خلقِ حسیں

السّلام ۴ اے ساکنِ خلدِ بریں
السلام اے خادمِ دینِ متیں

السّلام ۵ اے پیکرِ علم و کمال
السلام اے شان والے بے مثال

السّلام ۶ اے پاسبانِ علم و دیں
السلام اے نورِ چشم مہ جبیں

السّلام ۷ اے نورِ چشمِ قادری
السلام اے نور دیدہ مادری

السّلام ۸ اے خادمِ دینِ رسول
السلام اے فرحتِ قلبِ ملول

السّلام ۹ اے عزتِ ما فخرِ ما
السلام اے بہترِ ما ہمرازِ ما

السّلام ۱۰ اے ہوشیار و باوقار
السلام اے شہسوارِ کردگار

السّلام ۱۱ اے نازنینِ والدین
السلام اے دل نشینِ والدین

السّلام ۱۲ اے غمگسارِ والدین
السلام اے بردۂ حضرت حسینؓ

السّلام ۱۳ اے نور دیدہ والدین
السلام اے برگزیدہ والدین

السّلام ۱۴ اے چاکرِ آلِ رسولؐ
السلام اے خادمِ زہرا بتولؓ

السّلام ۱۵ اے چاکر اصحابِ نبیؐ
السلام اے خادمِ جملہ ولی

السّلام ۱۶ اے رفتہ در پردہ خفی
السلام اے خادمِ غوثِ جلی

السّلام ۱۷ اے مظہرِ صدق و صفا
السلام اے نورِ چشمِ اولیاء

السّلام ۱۸ اے مدعائے خاندان
السلام اے مظہرِ عالی نشاں

السّلام ۱۹ اے رونقِ بزمِ علوم
السلام اے نیک سیرت پاک دم

السّلام ۲۰ اے جالسِ خضرِ ولی
السلام اے غرق گشتہ در ندی

از طرفِ من صد صلوٰۃ و صد سلام
بر عزیزے نیک صورت خوش مقام

دم آخر است عرفی بہ رخش نظارہ کن
کہ امید بازگشتن کس ازیں سفر نہ دارد

یادگار

محمد مظہر سبحان مرحوم

پسر

حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی

حال خطیب جامع عید گاہ جہلم

از

دردمند مولوی غلام حسین آثم راجوروی حال خطیب
جامع مسجد نکہ کلاں تحصیل و ضلع جہلم شاگرد حضرت علامہ قاضی صاحب موصوف مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعا

یارب کھولیں سینہ میرا اپنے فضل کمالوں
رحمت رتبہ پاواں حالوں گذراں قال مقالوں

یارب کر آسان میرا کم مشکل پیش نہ آوے
ہر میدانے اندر آثم مدد تیری پاوے

کردے تیز زبانی گھوڑا لغزش ذرا نہ کھاواں
شعر تمامی درداں والے جلد بناندا جاواں

سمجھ ادراک تے فہم عقل نوں کردے بجلی وانگوں
شیریں سیودن بیت تمامی دودھ شراب طہوروں

آثم رکھ توکل رب تے کریں یقین پکیرا
انشاء اللہ دور کریسی دل توں جھل اندھیرا

اصل واقعہ

آثم چپ نام خدا دا پھر لکھ حال جدائی
عاجز ہو کے لکھدی جاویں کریں نہ توں ڈھیائی

عاجز ہو کے رب دے اگے سر سجدے وچ رکھیں
فخر تکبر خود پسندی دل وچ ذرا نہ رکھیں

فخر تکبر شوخی چاوڑ رب نوں لانہ مول بھاوے
عجز تواضع نرم طبیعت بہتی رب نوں بھاوے

روحی جسمی ہین مربی حضرت قاضی صاحب
رحم احسان کنندہ سب تیں پاک نبی دے نائب

بدر شریعت پیر طریقت دین پھیلاون والے
حامی سنت ماحی بدعت کفر مٹاون والے

بدر ہدایت شمس ولایت کامل مرد حقانی
جہلم اندر علم فضل دی روشن شمع نورانی

جید عالم فاضل اکمل صوفی زاہد نالے
پند نصیحت دیندے لوکاں کردے سخن نرالے

سوہنی صورت سوہنی سیرت سوہنیاں کرن کلاماں
غلام محمود ہے اسم مبارک لکھ آداب سلاماں

وڈا اک فرزند انہاں دا سوہنیاں خلقاں والا
مظہر سبحان سی اسم مبارک اچھیاں شاناں والا

اختصار وسال ایہہ قصہ جیونکر دسیا مینوں
مجمل ذکر سناساں بھائی تنگ نہ کرساں تینوں

قصہ لکھدی فرمائش کیتی ہیں عاجز لوکاں
یاری منگاں رب سچے تھیں تے سوراں رب اکبر نوں

وچ جہلم دریا کنارے نہاون دھوون جاون
اکثر عادت ایہو انہاں دی سب دوست فرماون

روضہ پاک سلیمان پارس دا جہلم ندی کنارے
اک منشی مرحوم پیارا اوڈ جا ماما اُس دا
جس جائی اوہ نہاون لگے پانی بہتا ہوندا
تیس چالی فٹ ڈونگا پانی سُنّے اندر آوے
تقدیراں دے تیراں اندر چارہ پیش نہ جاوے
تدبیراں تے تجویزاں سب معطل ہوون
عقل مندے عقل ہو جاون جدوں قضا آ جاندی
قسمت وچ جدائی ہووے کون وصال کراوے
قسمت نال ہوون ملاقاتاں تاں بھی قسمت مجبوری
دیکھی اندر اکھوں تھوڑا پانی نظری آوے
دھوکا لگا تھوڑا اٹک کے تاں تاری اُس ماری
اول منشی نہاون لگا جا دریا کنارے
ڈوبن لگا جد پانی اندر مارے کئی آوازے
ڈوب گیا سو سوہنی صورت والا سوہنی خلقاں والا
ہائے افسوس گیا ڈوب میرا محرم یار دلاں دا
ڈر گیا جانی لا دل کاری ہجر کیتا دل فانی
اجڑی محفل رہی نہ رونق رہ گئی ہند نشانی
کی وصال کی ورتی ہیں ساکھ لبھی درد کہانی
جدوں یقین ہویا منشی نوں ڈوبے ساں نہیں بچپاں
پکڑو مینوں پکڑو مینوں کرے آوازاں چوفیرے
ہائے ڈبیا میں ڈبیا یارو ہتھ تساڈے وچوں
یار سدا ڈکم نہ آؤ کی تساڈی یاری
گھر تعلیم سنگ لبا ندا ملسندا ہو، کیہا ساتھ تھ دیندے

اسدے نیڑے نہاون لگے تینوں طالب پیارے
تیجا دینی طالب آہا نام کی لبیت اُس دا
سردی گرمی ہر موسم وچ ہرگز ختم نہ ہوندا
لے گئی پھیر تقدیر انہاں نوں آکھیا کجھ نہ جاوے
لکھے لوح ازل دے اُتے جیہاں کون مٹاوے
رڑھ جاون دلدار سجناں جتھیں پے خویش اقارب رووَن
آتم کجھ نہ آوے جاوے ہوش حواس نہ رہندی
بن قسمت پیا نیکاں تائیں اسی سال رواوے
جد تک لکھی نصیب جدائی ہوندی دوری دوری
بے حد پانی سی اُس جائی پیش نہ کوئی جاوے
کی جانے کی ہوندا ایہی سنگ جا سی جند پیاری
پھر اندر جا چبی ماری عالی شان پیارے
ماما صاحب کوشش کیتی ڈوب کے نہ مر جاوے
ڈوب گیا آتم ڈوب گیا آتم دکھ غم ونڈاون والا
ہائے افسوس گیا ڈوب منشی غمگسار دلاں دا
کیہنوں وساں کون سنیہا میری کوک زبانی
دل دا باغ گیا جل میرا اپئی بلا آسمانی
دردی کوئی نہ ملدا مینوں جنہوں کہواں زبانی
پکڑو مینوں پکڑو مینوں کیتا شروع بلا نال
نیڑے آؤ نیڑے آؤ پکڑ لیئو ہتھ میرے
چھالیں مارو جلد نکالو مینوں پانی وچوں
جلدی کڈھو میں عاجز نوں کر لیو نہ غداری
کر کر زاری پیا بلاوا اے کیہو، نہیں ہتھ پھڑیندے

کھاون پیون چلن اندر سنگی رہے مدامی
کم نہ آون تے نس جاون دھوکے باز حرامی
سی غدار اک منشی دے سنگ نام کی لینا اُسدا
بکھ غفلت کجھ رب دی کرنی ڈوب گیا چن بدر دا
آج کل یار گھاون بہتے کرن پیار زبانی
طلب مطلب دے سب ملدے کرن پیار زبانی
مقصد جد کوئی دل دا ہووے بوہتے دین سنبھالوں
وچ مصیبت کم نہ آون ویری جان ہو جاون
خود غرض جو دوست ہوندے دور انہاں تھیں رہیے
دیون ساتھ خدا دے بندے اوکھے وقت کدائیں
حضرت میاں محمد صاحب کامل مرد ربانی
اوکھے ویلے کاری آوے مخلصاں دی آشنائی
مشکل عیشاں موجاں اندر ہر کوئی یار کہاندا
اکھیں ویکھیں ڈوبدا منشی نہ ہتھ پکڑ بچاون
اے غدارا تدھ شرم نہ آئی تک منشی ڈوب جاندا
اوکھے ویلے ساتھ نہ دتا غدارا تجھ لائق
بے دردا تدھ درد نہ لگا نہ ہتھ پکڑ اٹھایا
بے وفا دوست زہر چسپ نالوں بھی مندا
بے وفا یار جہاں کے سکھ نہ ملدا کائی
بے وفا کمینہ ہوندا بد تماشاں نالوں
منشی جس دم ڈوبن لگا حاضر ہے کوئی ہوندا
طالب علم سبق دے طالب ہوندے نہیں وفائی
پڑھ پڑھ علم بنن سب عالم ادب استاد نہ آیا
استاداں دے ورد آتم بن جا سنگ ناکارہ

پھر جن باہر کڈھو مینوں بول بلی تسی تمامی
بد اصل کد ساتھ بناون سن توں یار گرامی
دسدے ہین غداری کیتی ساتھ نہ دتا اُسدا
آتم کم نہیں آندا آخر چارہ زور بشر دا
اوکھے ویلے کم نہ آون آتم یار زبانی
اُتوں سدھا کر نس جاندے دھوکے باز زبانی
بن مطلب کوئی پچھدا ناہیں آتم یار ہزاراں نوں
اپنی جان بچائی لوڑن دل دا مقصد پاون
دوروں کرو سلام انہاں نوں نیڑے مول نہ بیہیے
دنیادار نہ ساتھ نبھاون دھوکے وچ نہ آئیں
کیا ایہہ بیت عجب فرمائے میں تھیں سنوں زبانی
"اڑیا آکھن دی لج پالن جو انسان وفائی
سنگی سو جو تنگی اندر بنھے پنجال غماں دا"
سو بنا لعل وانگ شمس دے ہتھوں آپ گھڑاون
پکڑ نہ سنبھال تھیں باہر کڈھدا یا توں شور مچاندا
تیرے دل نوں رحم نہ آیا تا مقتول بھولا
مطلب پاون والیاں کولوں ایہ نصیحت ہتھ آیا
ظاہر اسدا چنگا باطن وانگ منافق گندا
بے وفا تھیں بچ کر رہنا بھلی نصیحت بھائی
بری دانائی بچ کر رہنا اسدے مکر زوالوں
باہوں پکڑ بچاندا اسنوں ڈوبن مول نہ دیندا
مقصد نس جاون جلدی ادب آداب نہ کوئی
وانگ شیطانے عالم ہوون ایویں مغز کھپایا
پورے کریں آداب تمامی پاسیں تا جھنکارا

بے وفا وچ لالچ ہوندی بدنیت بدعہدی
بے وفا دا کم ہمیشہ کرنی بے وفائی
بے وفاندے ہتھوں جیوندیاں تکلیف اٹھائی
بس کر آثم بے وفاندی نہ کر گل گذاری
ہائے افسوس جے والد ہوندا یا چاچا جان پیارا
آپڑن جاندے یا ئے آندے یا کوئی چارا کر دے
کیوں تدھ جان بچائی اپنی مرجاندوں سنگ اسدے
ہوش حواس ثابت نہ رہندے جد کوئی مشکل آوے
قدرت نوں منظور ایویں سی کی دوس کسے نوں دھرناں
ربدی مرضی اوپر راضی رہنا سر اک تائیں
نہیں اسیں چیز کسے دے مالک مالک رب تعالیٰ
مالک الملک تے قابض باسط قادر رب تعالیٰ
پے سجدے کر گریہ زاری معافی منگ جیہنا ایہا
القصہ گیا ڈوب منشی جیوں سورج ڈوب جاندا
بن اطلاعوں بن بلائیوں دنیا آئی ساری
خبر دتی دیکھ والد تائیں بعد گھنٹے دے جا کے
خبر ملی تاں والد صاحب پہنچے دریا کنارے
والد تائیں صدمہ ہویا سن کے قول میرے بھائی
انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر شکر خدا دا کیتا
کیتی عرض خداوند اگے یا قدیر تعالیٰ
میں راضی رضا تیری وچ گلہ شکایت ناہیں
وانگ امام حسین ولی دے صبر کمال دکھایا
وقت ایسے وچ صابر رہنا مشکل ہوندا سائیں

بے وفا منافق ہوندا اسنوں مار خدائی
دوست بن کر دغا کماوے او بدبخت خطائی
ہور کیفیت درداں والی جاندی نہیں سنائی
انہاں دی وچ فطرت رب نے رکھی ایہہ بدکاری
یا قاضی الحاجات، دوھوندے پھڑدے ہتھ پیارا
غیر کی جانن دکھ دوجے دا اپا مطلب لس جاندے
آثم نہ کر گلا شکایت نہیں سی وس کسی دے
مجلس سیاون سب کار طریقے پیش نہ کوئی جاوے
جیویں قدرت دھروں لکھیا ایویں سی اس مرنا
صابر شاکر رہ ہمیشہ کسے شکایت ناہیں
نہ کر دعویٰ ہلک اپنے دا ہو جاویں رب والا
نہیں مجال دم مارن دی اوہ اچیاں شاناں والا
نہ کر آکڑ ہو جا عاجز حضرت لیش ثوابول
پیا جنہیرا ماں پیو کارن آیا وقت دکھاں دا
نکے موئے مردوزناں نوں پئی مصیبت بھاری
تا سمجھی غداری کیتی سوہنا لعل گوا کے
عوام خواص گئے سب اول سن کے خبر پیارے
اوجانے تن جیہدے لگدی دوجیاں سار نہ کائی
جزع فزع نہ کیتی کوئی جام صبر دا پیتا
طاقت نہیں کلام کرن دی توں بڑیاں توتاں والا
راضی ہو کے ساڈے اتے فضل اپنا فرمائیں
نہ پٹے نہ پٹن دتا اں اجر حضوروں پایا
آثم صبر شکر وچ درجے ملدے مومن تائیں

پی لئیں جام صبر دا رج کے اجر حضوروں پاویں
نفس شیطان دو کتے ظالم راہ وچ ہر دم رہندے
ادھر ادھر کیوں دھکے کھاویں سدھی گل سنا توں
تیراں سو اٹھانوے ہجری ربیع الثانی دی باقی
اٹھاراں سال سی عمر پیاری دو گھٹ مول نہ آہی
ست جولائی پیر دا دن بعد عصر دے بھائی
ہائے پیر دن فراقی آیا قہر نزولاں آیا
دل فراقی پا نا چاکی چھڈیا کجھ نہ باقی
جیکر ایہہ گل معلم ہوندی جاون کدی نہ دیندا
اٹھی سال روندیاں گذرے ضائع گئی جوانی
حضرت یعقوب نوں آئی پھر امید ملن دی
کد ملسی کد ملسی منشی جان میرے دلدا
آثم دل نوں صدمہ بہتا رب بن کہیڑوں دساں
کار محباں رونا دھونا کرنی عبث دستر بانی
حاصل گل دا ڈوب گیاں سوہناں پنج بجے شاماں دے
ساری رات ٹولیندیاں گذری تھاہاں عالماں تائیں
پورے ٢٠ گھنٹے پانی وچ ٹھہری لاش پیاری
چھوٹیاں چھوٹیاں طفلاں تائیں نظر اچانک آئی
جس دم کڈھی لاش پیاری ویکھن والے کہندے
مکھڑا سلامت وند سلامت نک صحیح سلامت
پیر سلامت پیٹ سلامت ہتھ سلامت بھائی
نہ کتیں نے کھے پیراں توڑیں جبا داغوں خالی
شکم اندر نہ پانی گیا فضلوں رب بچایا

دنیا تلکن بازی اندر صابر ہو کر جاویں
وچ دربار نہ جاون دیندے دشمن روز ازل دے
اوہ گل دس ضرورت جیہدی لبی پینگ نہ پاتوں
سن اک سو انہتر اندر ست جولائی آئی
نال قضا ربانی اس نے پیتا جام جدائی
چھڈ گیوں مینوں بحر ہجر وچ رحم نہ آیا کائی
اس منحوس اندر گم ہویا سوہنے گھگھرے دا
پا انہیر گیب پت میرا ہائے مشکل دن فراق
وانگ یعقوب بنی دے میں بیٹھی وچ فراقاں روندا
صدقاں یا بہرو دے حضرت طاقت نہیں انسانی
میرا منشی منن کدآ دسی نہیں امید وصل دی
کیسنوں آکھاں کون لیا دے ہو گیا حکم ازل دا
کوئی نہیں مرہم لگاون والا کس پاسے نج لنساں
وصل حقیقی پانا بھائی ہوندا نہیں آسانی
کیتی شروع تلاش سبھاں نے آخر وقت وطانڈ
لیکن اسدی لاش مبارک ملی کسے نوں ناہیں
جو ملی گھاٹ کنارے اور ک ملی سلامت ساری
صحیح سلامت بن نقصاناں رب کریم بچائی
داغ زخم نہ جسے اتے جو تکدے سو روندے
کن سلامت پشت سلامت اکھیاں صحیح سلامت
جسم اتے کوئی داغ نہ ڈٹھا ضرب علامت پائی
سوہنیاں زلفاں سوہنا چہرہ مہر صفتوں عالی
ایہہ بھی اک کرامت بھائی دشمن تینوں سمجھایا

اتنا عرصہ لاش نہ رہندی پانی وچ سلامت
پانی دے وچ لماں عرصہ لاشہ رہا سلامت
آپ نہ روڑے اگ نہ ساڑے اللہ والیاں تائیں
دیکھن والے گلاں کردے ڈٹھے نال اکھاں دے
قسمت والیاں نوں مل جاندے ایہہ رتبے سرکاروں
کارکنندہ رب تعالیٰ مارن روڑن والا
وچ حقیقت سب کم کردا آپوں رب تعالےٰ
ظاہر اک بہانہ ہوندا باطن کارا سیدی
ظاہر اکھاں کیوں گیا منشیؒ نہاون ندی کنارے
تھوڑی زندگی لے کر آیا دنیا اتے بھائی
جس دم زندگی پوری ہوندی ہوجے مشکل بھائی
جدوں فرشتے حکم خدا تھیں آن سراندی بہندے
کرن علاج طبیب تمامی بھاویں نال دانائی
درجہ شہادت والا ملدا اوچ دریا ڈوب مرنا
منشی وی ڈوب مویا بھائی وچ دریا جہلم دے
عیبوں پاک گیا دنیا نوں آثمؔ دلبر جانی

ھیکل پھٹ جاندا جسم تمامی رکھے نہ صحیح سلامت
سچ کرمنی گل آثمؔ دی دوجی حق کرامت
کریں یقین اس گل میری تے شک لیاویں نائیں
بندے سیتھ نمازی دانگوں وچ دربار کھلوندے
ورنہ ایسا کدی نہ ہویا تکیا باجھ شماروں
آپوں روڑے آپ بچاوے آپوں سرجن ہارا
غلام حسیناں پردہ پا کے بھید چھپاون والا
مارن روڑن والا آپوں طاقت نہیں کسیدی
نہ جاندا نہ روڑدا جانی سب قیاس نا کارے
اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُونَ مطابق ویر تکی گلی
کُنْ فَيَكُوْنَ ہے حکم ربانی پیش نہ جاندی کائی
دم درود دعا اس ویلے ہرگز نفع نہ دیندے
غلام حسیناں کدی نہ بدلے جو تقدیر الٰہی
العزیق شہید بنی فرمایا ہرگز شک نہ کرنا
ہویا نصیب شہادت رتبہ ٹر گیوس شہر عدم دے
قبراں وچ کریسن اسدی حوراں ملاں مہمانی

نماز جنازہ

سب تعریف خداوند تائیں مہر محبت پاوے
جو رب دا اوہ رب اسدا ہوندا اوہ تابعدار بنادے
جس دم پڑھن جنازہ لگے ذکر نہ کیتا جاندا
سب مخالف سب موافق پڑھن جنازہ آئے

دشمن دے دل الفت پاوے کرم اپنا فرماوے
مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ وچ حدیثاں آوے
دشمن سبھی خاصے عامی ہر کوئی رو رو جاندا
اس اندر کوئی راز ربانا رب بن کوئی نہ پاوے

لاتعداد جنازے اندر شامل ہوئے بندے
ایہہ بھی اک کرامت بھائی سمجھ میری وچ آوے
پاکاں دے جو پڑھن جنازے اوہ بھی پاک ہو جاندے
ہائے افسوس نہ آخر ویلے ڈٹھا منہ منشیؒ دا
مل جاندی اطلاع جے مینوں آثمؔ حاضر ہوندا
خط لکھدے یا بندہ گھلدے یا سنیا دیندے
غیبوں ملی اطلاع سہاں نوں نہیں بلائے آئے

ایسا کدی نہ ڈٹھا بھائی کہندے نے سب بندے
ورنہ اتنی دنیا کتھوں پڑھن جنازہ جاوے
قسمت والے حاضر ہوندے آثمؔ پچھے رہ جاندے
ایہہ صدمہ نہیں دل تھیں جاندا دل نت سڑدا رہندا
پر افسوس غلام حسیناں رہ گیا روندا روندا
پر افسوس اطلاع نہ پہنچی نہ لیندے نہ چڑھدے
بے اطلاع مل جاندی آثمؔ کون حساب لگائے

خواب

اپنا خاک حوالے منشیؒ سوہنیاں زلفاں والا
آون جاون ہو پابند ساڈا ظاہر ملن جگن ول
خواباں وچ آملدے یاروں محرم حال دلاں دے
ملن خوراکاں اتے پوشاکاں قبراں والیاں تائیں
اکثر مردہ زناں نوں ملیا خواب دے وچ منشیؒ
زندہ سمجھ نہ مردہ آکھیں وہابی دے لگ آکھے
ملن پوشاکاں اتے خوراکاں جیکر منشی تائیں
تفصیلاں دی نہیں ضرورت گل نقطے وچ مکدی
سوہنی زندگی دنیا والی سوہنی برزخ والی
یارب زندگی طیب دے قول ہر اک مومن تائیں

دے جدائی ہو گیا راہی کامل خلقاں والا
اپنی اپنی واری جا کے سب جا خاکے رلناں
جیو نکر ملے عمر ولی نوں سرور سب نبیاں دے
خاصاں دی گل ویکھی بھائی عاماں دی گل نائیں
سوہنی سبز پوشاک جسم تیں لائی ہوئی منشیؒ
من قرآن حدیث جو دسے لگے ہین دے آکھے
نہیں تعجب اس وچ کوئی ہووے منکر نائیں
روک قلم دا گھوڑا آثمؔ ہے طبیعت اکدی
جنت دے وچ انشاءاللہ ملسی درجہ عالی
آثمؔ خاطی دا توں حامی فضل اپنا فرمائیں

بعد از وفات ایک صاحب کشف سے منشی مرحوم کا ملاقات کرنا

بعد وفاتوں قبر منشیؒ تیں اک کشفی حاضر ہویا
سلام دعا کیتی منشی نے نالے بنجول رویا

در وکہانی اول آخر دسی منشی بھائی
جیوں جیوں گذری بعد وفاتوں فرق نہ چھڈیا کائی

کیا منشی نے کشفی تائیں سن لیں وسال تینوں
جسدم فرشتے روح کڈھی ورد نہ ہویا مینوں

وقت لقاء دا ایہو ہوندا سن یارا انجاناں
جنت دوزخ نوں تک لیندے تے حوراں غلماناں

حسن محبوب اپنے دا تک کے بھل جاندیاں سب تنگیاں
تلخ جان کنی نہ ہوندی ملن مراداں منگیاں

حسن جمال دیکھن جد عاشق درد محسوس نہ ہوندا
زناں مصر دیاں دا جیوں قصہ ہے فرقان سناندا

کیوس منشی ہیں اک عالم ڈٹھا دنیا تھیں جو عالی
اس جہاں اندر میں ڈٹھے حوراں ملک سوالی

اک میدان وسیع دے اندر پکڑ فرشتیاں آندا
اگوں پچھوں آئے فرشتے نہ انت حساب جنہاندا

بیٹھ بن حاضر خدمت اندر ہوندے آن سلامی
خدمت پئے کریندے میری صبح شام مدامی

سر دباون پیر دباون سارا بدن دباون
ہر ویلے ہر وقت آثم اوہ آرام پہنچاون

کیوس منشی جسدم مینوں دفن کیتوس اسجائی
عجب نظارہ اکھیں ڈٹھا سن توں میرے بھائی

قبرستان دے اندر جتنے مدفن ولی تمامی
کارن استقبال میرا اوہ ہوئے آن سلامی

باقی مردے قبراں وچ کل طرفوں سب آون
کارن استقبال ولیاں بیٹھ بن حاضر ہوون

پوچھیا کشفی منشی کولوں نال آداب سلاماں
قاضی صاحب بھی وچ تہیں جیہڑے رہن آواناں

حضرت قاضی صاحب آدانی ولی خدا دے بھارے
جیہڑے وچ حضوری ہوون پاون مقصد بھارے

منشی کہوس اگوں تے پچھوں بندے آئے کائی
نہ تک رکیا سچے کعبے نظر نہ کیتی وائی

حسنی تے حسینی سید پیر میرا بغدادی
حاضر سن اوہ قبر میری تیں رب جنہاں پر ساحی

قبر میری تھیں تھلے پاسے جو ہمسایہ میرا
تک کے غوث الاعظم تائیں کیتا شور اچیرا

نعرہ مار ہویا خوش ڈاہڈا تک کے پیر پیارا
قبراں والیاں شاباش آکھی واہ منشی واہ یارا

قبراں والے آکھن لگے اک دوجے نوں بھائی
خوش قسمت اے لڑکا آیا جس دی حد نہ کائی

جسدے آون تھیں اس جائی آئے ولی گرامی
ستر ولی تے غوث الاعظم ہوئے آن سلامی

اکمل کامل زاہد عابد جد امجد منشی دے
نال روحانی قوت اوہ بھی آئے وچ انہاں دے

کیوس منشی تائیں اے یارا اعظم خوارا
کیتے گئے سوال دو میں تھیں سن میرے دلدارا

جلد جواب میں دوویں دتے پچھن والیاں تائیں
اگوں کی میرے سنگ ہوسی معلوم مینوں ناہیں

مشکل وقت لنگھ گئے سوکھے نال رہی یاری
آثم ہے امید اتھے تیں مدد کریسی باری

حالاں والیاں دی گل دسی حالے والے جانن
منکر کدی نہ منن آثم مومن شک نہ آنن

قبراں والے زندہ ہوندے جانن تمام تائیں
سنن آوازہ جوتیاں والا نقل بخاری پائیں

آثم اس مجلس وچ نہ کوئی منکر دسے مینوں
منکر نوں کیوں کرے خطاب کی ضرورت تینوں

واہ سبحان اللہ کیا رتبہ بخشیا منشی تائیں
ایہہ رتبہ کد ملدا ہر نوں بن قسمت کجھ ناہیں

استقبال جنہاں دے کارن ولی تمامی آئے
کس نوں طاقت صفت انہاں دی کر وچ نظم سناوے

بعد وصالوں ولی خدا دے آندے جاندے رہندے
زندے ہوندے مردے تائیں دل دے مقصد دیندے

جو کم کردے ولی خدا دے طاقت نال ربانی
آثم باطن زور خدا دا ظاہر ویس انسانی

دنیا فانی

کوڑ بہانہ دنیا فانی میلا چار دناں دا
نہ کوئی رہیا نہ کوئی رہسی رستہ آندا جاندا

وانگ مسافر آنا جانا نہیں دوام کسے نوں
چار دناں دی مجلس محفل نہیں قیام کسے نوں

ایتھوں آخر رخصت ہونا گھت تے وچھوڑے
کر لے توشہ سفر قبر دا اتوں ایتھے دن تھوڑے

پیر پیغمبر نبی ولی سب ٹر گئے وارو واری
ہر دم کوچ نقارہ وجدا اٹھو کرو تیاری

سرور عالم ختم رسولاں ذات مبارک عالی
اوہ بھی ایتھوں رخصت ہو گئے کل امت دے والی

شاہ سلیمان نبی اللہ دا تاج تخت دا والی
وچ ہوا دے اڈدا تائیں ایسا رتبہ عالی

آخر پیتا موت پیالا عذر نہ کیتا کوئی
ہر نے پینا موت پیالہ ایویں حکم الٰہی

اتنی پیسالاندی رب بخشی طاقت رستم تائیں
اسدا بھی کوئی زور نہ چلیا اگے خالق سائیں

موت زور آور سب تے غالب آخر جان تروڑے
ایہہ جوانی آخر فانی ایہہ دنیا دن تھوڑے

قیصر تے فغفور زور آور شہنشاہ زمین دے
تاج تخت چھڈ قبریں ستے بر تے پہن کفن دے

سارے لاڈ پیاراں والے ساتھی لد سدھائے
لمبی نیند ستے جا قبریں پھیر نہ کسے جگائے

جاگن والی مہلت لمبی گھر وڑاں سالاں
بلکہ اربان کھرباں سالاں سمجھ ایہہ مثالاں

آثم اشتیاری کرے کس پاسے دل لایا — یا ملک خدا دی وچ ہیں جہانیں ایمانی سرمایا

پیامِ صبا و فراقیہ چند اشعار

اے وائے لگ آکھے میرے وچ پا قبراں اپیڑ
اسدی قبر مبارک اُتے وچ سلام پہنچائیں
مسجد بیٹھک خالی دِسے اے میرے فرزندا
پایا پھیرا قبر تیری تیں تینوں نت جگاواں
آ ہا رل مل رل کرساں پیاں جام دیدار دل
گھر وچ رونق رہی نہ کائی دِسے وانگ اجاڑاں
جلدی آویں دیر نہ لاویں کراں زیارت تیری
راہ تیرے لوں تک تک منشی اکھیاں دکھن لگیاں
ڈھ گئی رونق میرے ولدی آ رونق لا جاویں
سب جہاں اندھیرا دِسے منشی تیرے باجھوں
سب گھر بار اجاڑاں دِسے تیرے باجھوں منشی
کس نوں منشی کہہ بلاساں کس تھیں کم کراساں
کس دی خاطر قاری رکھساں تے تجوید سکھاساں
ٹر گئے دوست یار اساڈے جو سن قدر کریندے
ٹر گئے جو وفادار اساڈے رہ گئے ٹھگ بازاری
کس دے پاس آوے گا آثم اے منشی دلدارا

آکھیں منشی توں میں ولوں روندا والد تیرا
بعد سلاموں میری طرفوں رو رو عرض سنائیں
آ رونق لا مسجد اندر سن میرے دلبندا
اکھیاں ترسن جیہن نہ ہوندا تاں میں جاتیاں پاواں
یار آشنا تکدے رستہ دے جا دلدارا دل
آویں آویں دیر نہ لاویں موڑ لیائیں بہاراں
آثم مرشد آسان نہیں آناں جوگی والی پھیری
راتیں جاگاں تے دل رواں نہیں جدائیاں چنگیاں
انتظاری حد دل بھاری نہ ہون صبور ستاویں
مزہ نہ رہیا زندگی والا رنج بس کموں کا جل
لمبا عرصہ ہویا بھائی حالاں نہ مڑیا منشی
کس نوں کلام علم کتاباں کول بٹھا پڑھاساں
آثم کس نوں کول بہا کے دل دے روگ سناساں
لاٹاں مارن والے رہ گئے ہر دم رب ستاندے
کر کر عزت خاطرداری اٹھ گئے لتی خواری
بھادیں آواں دل نہ لگدا نہ اوہ رہیا نظارہ

چند اشعار مندرجہ ذیل از حضرت مولانا قمر صاحب راجوروی

آوے محمود مسافر اساڈا تینوں سدھ بلاواں — راہ تیرے وچ نال محبت اکھیاں فرش بچھاواں

ٹروں تڑفی کو کجھن وانگوں سات دیہاں کرلاواں
کوئی نہ محرم راز ملیاں ندا جسنوں حال سناواں
سوہنی صورت مورت والا آ مڑ ویکھ بھراواں
عزت شور پیا گھر تیرے لگیں حال بتاواں
ماں تراں ٹھگے سب میرے عاجز حال سناواں
سوہنا پاک کتابی چہرہ ویکھن لوں ترساواں
موڑ مہاراں طرف بیماراں عشوں خلاصی پاواں
میں کمل سدھر رملی ہر دن خالی کتاب کڈھاواں

شگن وچاراں کارن یاراں ہر دن کاگ اڈاواں
وصل وصال تلاش تیری نوں کریں نگری وچ جاواں
کس حالت وچ تیریاں بہتاں رہ رہ کر دن منداواں
جو گھر موت لٹیری لگیا اسنوں کیویں وساواں
نقش نگار تیرے دا کوئی بندہ کیتے نہ پاواں
سینہ چاک فراق تیرے وچ روواں تے کرلاواں
آ مل بھار ٹھکیہ تینوں اپنے زخم وکھاواں
شالا قمر گھراں نوں آوے تے میں گلے لگاواں

التماس و معذرت در پیش اُستاد و خواندگاں

از مصنف عفی عنہٗ

نا میں عالم نا میں فاضل نہ میں مفتی وقت حقی
ناقص عقلوں ناقص علموں ناقص فہم قیاسوں
پڑھنے لائق ہرگز ناہیں میرے شعر نکاسے
حکم ادب تھیں اُتے ہوندا لوک عالم فرماواں
رکھیا لوناں پیش نکایا ہے منظور تساں نوں
نہ سب چنگے نہ سب مندے میرے شعر بھراوُ
لفظ الانسان نسیان بہتیرا مشتق یعنی بھُلن والا
رب فرماوے ولا تجسسو عیب تلاش نہ کریو
وچ دربار خداوندا اگے رو رو عرض سناواں
نہیں قابل شعر لکھن دے نہ ودی شاعری دا
نہ زبان پنجابی میری نہ شعر سکھاون والا

نہ کوئی حسن نہ دولت پلے نہ میں پاک نمازی
کی میں شعر بناون جوگا ناقص ہر ہر پاسوں
پڑھنے قابل تساں بنائے آثم عرض گذارے
الامر فوق الادب ... آثم لکھ شعر بناوے
کھاؤ لطف استاد بھائی ویہو ورقا اسانوں
ویکھ عیب تے پردہ پاؤ بخشواتے بخشواؤ
عیب جوئی نہ کر میری نہ کرنا اپنا کالا
غلطی ویکھ نہ کہو ملامت اللہ کولوں ڈرنیو
دنیا اتوں جاواں جس دم کلمہ پڑھدا جاواں
جو مریا سو پیش نکایا من کے حکم تساڈا
ناواقف میں علم عروضوں نہ میں علماں والا

جے رب خاص خزانے وچوں بخشے طاقت مینوں
نہیں ضرورت علم کیہدی وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا ارشاد قرآنی

شکر بخشندا دا ہر دم آکھاں اچے رب سچے نوں
کم گراں جیں فرمائش عاجز داس آثمؔ نوں

کیتے فضل خداوند اپنے میں عاجز تے بھارے
ہر مہم تے مشکل کاراں رب کریم سنوارے

دانش عقل عطا فرمایا نالے علم قرآنی
کڈھ جہالت وچوں مینوں دتی سمجھ قرآنی

کماون پیون لاون کارن غیبوں آپ پہنچاوے
ویکھے عیب خطاواں ہر دم پردہ پا چھپاوے

دُعا

کر کر بدیاں کسر نہ چھڈی اندر عمراں ساری
بھار گناہ دا سر تے چکیا سن میرے رب باری

صدقے ذات اپنی دے یارب کریں ذلیل نہ مینوں
ہر مصیبوں تو آپ بچاویں سب توفیقاں تینوں

بے شرمندگی کافی مینوں وچ دربار تیرے دے
کریں رسوا ذلیل نہ سائیاں اندر اپنیاں غیراں دے

تیں بن حال سناواں کس نوں کوئی نہیں سننے والا
لوگ ملامت ملک دیگا تاں تو ہی بچاون والا

کریں محتاج نہ غیر کسے دا غیبوں رزق پہنچائیں
ہک ہک عیب میرے یا خالق پردہ پا چھپائیں

بھاویں گندا بھاویں مندا اے پر بندہ تیرا
کریں طفیل نیکاں دے یارب قصہ پورا میرا

کر منشی دی قبر منور کر دے دور اندھیرا
ہر دم ہیٹھے ہر وقت قبر تیں سایہ ہووے تیرا

حضرت قبلہ قاضی صاحب نوں صبر عطا فرمائیں
دل زخمی نوں فضل کرم تھیں مرہم آپ لگائیں

سب احباب جو ذہنے ہوئے رحمت تیری پاون
وقت نزاع تے قبر حشر وچ کوئی تکلیف نہ پاون

مان پیو تے استاد گرامی نالے مومن بھائی
دو نوں جہاناں اندر دُکھ نہ ویکھن کائی

بخش ہدایت آثم تائیں سدھے رستے جاوے
نفس شیطاں روکیندے ہر دو دھوکا ذرا نہ کھاوے

اوصاف حمیدہ مظہر سبحان مرحوم عُرف منشی

از غلام حسین آثم

سب تعریفاں تے تحفیاں ذات خدا اکبر نوں
پاک منزہ ہر نقصانوں دور کرے ہر شر نوں

حمد کروڑ کروڑاں بے حد رب واحد یکتا نوں ...
لکھ صلوٰۃ سلام ہزاراں صلی اللہ علی نوں

ولیاں پیر صدیقاں اُتے غوثاں تے ابدالاں
ہر دم رحمت رب دی ہووے صاحب شان کمالاں

صفت کی لکھاں مظہر سبحان دی لائق نہیں لکھندے
نسل بہ نسل ولی عالم سب آئے وچ چمن دے

ظاہر باطن فیض پہنچاون خاصاں عاماں تائیں
ہر سائل نوں گھر تھیں دیون عجز کن ہر گز نائیں

ایہو عادت منشی جی دی میں ڈٹھی لکھ واری
اکبر و اصغر نیک بداں سنگ رکھن الفت بھاری

رقیق القلب حلیم طبع تے سوہناں دل دا جانی
ہے افسوس قضا الٰہی مار گئی بن فانی

سوہنی صورت سورج وانگوں چہرہ چمکن والا
اس نے عمر جوانی اندر پیتا اجل پیالہ

سخی فیاض طبیعت شہانہ تے امیراں والی
عابد زاہد زہداں والا طبع فقیرانہ والی

صورت سوہنی ظاہر باطن قولاً فعلاً نالے
شرع شریف مطابق اس نے کیتے کم نرالے

شرم حیا بیاں نوں باہر ڈٹھی نہیں کسے وچ
عزت کرن تہاں نال سندی رکھن حب دلے وچ

سوہنا قد تے سوہنا چہرہ سوہنیاں کرن کلاماں
جتنوں ملدے سبد ملدے کرن دُعا سلاماں

ہائے افسوس گیا چھڈ منشی سانوں وچ جدائیاں
کھاون پیون بھل گیا اس بن غم دیاں راتاں آئیاں

ہائے افسوس گئے ٹر اگے جنہاں ساڈا دکھ سہی
منشی باجھ غلام حسیناں کون اساں نوں پچھیں

جنہاں کولوں اک ساعت وی نا منظور جدائی
بچھڑ کر اوہ پھیر نہ ملدے ہے قانون خدائی

ایہہ چار روزاں دی رونق ساری میلہ سمجھ جدائی
ایتھے نہیں دوام کسے نوں آخر ہونا فانی

دنیا فانی نہیں کسے رہنا آثم سب نے جاناں
کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ سب نے موت پیالہ پینا

موت وچھوڑ انحب جدائی ہر وچھوڑے نالوں
رب العالم فضل کمالوں رکھیں اس زوالوں

مظہر سبحان دی یاد نہ بھلدی بھاویں لوک بھلاون
آثم بیٹھ اکیلا کر دا ہے گیت غماں دے گاواں

دُعا برائے محمد مظہر سبحان مرحوم عرف منشی

از غلام حسین آثم

یارب خالق تو ہیں مالک لاشریک تعالیٰ
توں ارحم تو اکرم مولا وڈیاں فضلاں والا

ہتھ اٹھا کے اگے تیرے آثم عرض کریندا
ہر عاجز دی گریہ زاری توں ہر وقت سُنیندا

یارب صدقہ نبی محمد سرور ختم رسولاں
صدقہ کل اصحاب کباراں کل ولیاں مقبولاں

صدقہ اپنے اسم اعظم دا جس وچ برکت بھاری
یا قیوم کریم مہیمن سن عرض گریہ زاری

یارب قادر رحمت کر کے اپنے فضل غفور ولوں
تربت منشی دی نوں مولا روشن کر توں نور ولوں

قبر اسدی نوں باغ جنت دا یارب آپ بنائیں
نیکاں سخیاں دے وچ ٹولے اندر حشر اٹھائیں

وچ جنت فردوس خدایا اسنوں بخش ٹھکاناں
پاک کرے سب دفتر اسدا تیرا فضل ربانا

کریں قرآن نوں ساتھی اسدا اندر قبر اندھیری
منکر اتے نکیر جد آون اسنوں بخش دلیری

دیوے جواب جو ہے رب میرا اللہ واحد سائیں
قائم دائم شاہی جیہدی لہندے چڑھدے تائیں

نبی محمد سا میرا ہادی سچے رسول الٰہی
مخبر صادق ہادی جیہدی اس وچ شک نہ کائی

اسدے دین اسلام او سچے ایمان لیا یا
إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَام حق سچ آیا

یارب روح اسدی نوں بخشیں جنت باغ بہاراں
قبر اسدی تے برسن ہر دم رحمت نور انواراں

اس دی قبر اندھیری اندر چانن لا کرم دا
اس دی قبر مبارک اتے وسّے مینہ کرم دا

سپ اٹھوئیں۔ ناگ مکوڑے سو زہریلے کیڑے
صدقہ پاک کلام تیری دا اسنوں کوئی نہ چھیڑے

دوزخ دی اگ سرد کر کے کرم بچائیں
نال وسیلے نیکاں پاکاں جنت وچ پہنچائیں

حشر دیہاڑے قبراں وچوں نیکاں نال اٹھائیں
جھنڈے پاک نبی دے تھلے جگہ عطا فرمائیں

نامہ عملاں والا اسنوں سجے ہتھ پھڑائیں
پل صراطوں بجلی وانگوں جلدی پار لنگھائیں

یارب صدقے منشی دے توں ایہو کرم کمائیں
ماں پیو تے استاد گرامی جنت وچ پہنچائیں

غلام حسین آثم دی مولا سن توں گریہ زاری
کریں نصیب نبی دا کلمہ آخر مرن دی واری

فریاد والدین

از غلام حسین آثم

اے بیٹے غمخوار پیارے ٹر گیوں چھوڑ اسانوں
دکھ سکھ اندر تیرے باجھوں پچھسی کون اسانوں

کیوں منہ مکھ چھپایا سانتھوں کی گستاخی ہوئی
جاندی واری ماپیوں تائیں گل نہ دسی کوئی

خالی گھر تساڈے باجھوں سانوں نظری آوے
کون سوہے جو تساں تائیں مڑ اساں ملا دے

غم تیرے وچ رہون سارے اپنے تے پرائے
نالے رووݨ تیرے کارن دووے ویر پیارے

دل نہیں لگدا ویہڑا تیرے بن اے بیٹے دلجانی
نہ توں آویں نہ خط پاویں نہ کوئی گل زبانی

یا چٹھی لکھ گل میٹھی دے کچھ خبر اسانوں
کیوں تدھ لمبے ڈیرے لائے آکھ دس اسانوں

جلدی آویں نہ چر لاویں نہ انتظار کراویں
سخت اوڈیک سبھناں توں تیری جلدی پھیرا پاویں

اک واری آ مل جا سانوں دل ناشاد ساڈا
نہیں آندا نہیں آندا آثم اوہ ماہتاب اساڈا

انتظاری تیری اندر سو رو خون بہ ڈولاں
رات دنے خیال تیرے تھیں گھڑی نہ آرام نہ پاواں

انتظاری بھاری تیری آ پچھ آثم پاسوں
موتوں کم نہ جیہندی کجالی ڈرسیں انگھوں نہ ماسوں

اے دوست کیوں ترس اسانوں نہ وچ کدی آیا
ساڈی الفت سنگت چھڈ کے کیوں تدھ رنگ وٹایا

دن تے رات اڈیکاں اندر وقت نزع دا آیا
چند سلام کلام کریں تھیں دل ڈاہڈا گھبرایا

آ مل اپنے ماپیوں تائیں نالے دوست یاراں
آثم تاپ طبیب جہاں کوئی نہ لیندا ساراں

آ رونق لا گھر اپنے وچ صدقے شاہ ابراراں
منشی پا اندھیر گیوں کیوں دس جا رشتہ داراں

دسی جدائی میں دردی نوں پرت نہ یاد کیتی ای
لکھ ہا تے جواب دکھایا جیہنوں نہ دل شاد کیتی ای

وفادارا ایہہ وفا نہ تیری تن برباد کیتی ای
آثم ایہہ نہیں شیوہ یاری نہ دل آباد کیتی ای

دل نوں غم دیتے تدھ لکھاں کیتی نہ غمخواری
آثم دل گھٹ کھڑیا منشی نہ کیتی دلداری

مرحوم و مغفور منشی مظہر سبحان کی یادیں

از قاضی انیس الرحمٰن صاحب (تھپلہ ہری پور ہزارہ)

ہر گھڑی تیرے لئے رہتا ہے یہ دل بیقرار
اے میری جان تمنا تجھ پہ جان و دل نثار

سادگی میں شوخیاں اور شوخیوں میں سادگی
تو سراپا ناز تھا انداز تھا جان بہار

رنگ رخ ایسا تھا جیسے دودھ میں ملا تھا شہد
شرمگیں آنکھوں سے افشا حسن نسواں کا وقار

تیرے رخساروں میں سرخی تھی سلونی شام کی
تیری نظروں سے برستا تھا جوانی کا خمار

چال میں ایسی لچک جیسے کہ نازک شاخ ہو
اور پھولوں سے لدی ہو جھومتی ہو بار بار

سر جبیں ناز آفریں شیریں سخن شیریں ادا
کھو کے تجھ کو ہو رہا ہوں رات دن اب بے قرار

۷۸۶

تاریخ وفات جناب صاحبزادہ محمد مظہر سبحان مرحوم

فرزندِ ارجمند

جناب حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب مدظلہ العالی ہزاروی

منجانب :- الحاج حکیم محمد مظفر علی ابن حضرت مولانا قاضی محمد سلام اللہ خان صاحب رئیس اعظم چک عمر

نزد لالہ موسیٰ ضلع گجرات

خونچکاں ہے دوستو یہ داستاں — ہوگئی پھر کربلا اس سے عیاں

حضرت محمود کا نورِ نظر — عزتِ اعظم کا پیارا نوجواں

خوبصورت نیک سیرت باوفا — ہوگیا ہم سے رواں سوئے جناں

وہ شریف ابنِ شریف ابنِ شریف — پیکرِ علم و عمل سب خانداں

گر مرے مظہر تجھے رخصت ملے — بہرِ للہ دیکھ جا احوال یاں

رو رہے ہیں بہن بھائی یار سب — گر پڑے ہیں بحرِ غم میں باپ ماں

رودِ جہلم یاد رکھیں گے تجھے — یہ مسافر بے وطن بے خانماں

تو بہا کر لے گئی دولت سبھی — مظہرِ حق ہوگیا گم ناگہاں

بخش یا رب تو شہادت کا مقام — بہرِ آنحضرت نبی آخر زماں

خوبصورت پاکباطن ہے ابھی — اے مظفر سال ہجری کر بیاں

غرقِ جہلم ہوگیا یا فوت سب ۱۳۹۶ھ — عیسوی تاریخ ہے اس میں نہاں

اے خدا ایں خانداں را شاد دار ۱۹۷۶ء — از طفیلِ حضرتِ آپی آداں

ہو مظفر کی دعا یا رب قبول — انت مولانا و نعم المستعان

حضرت یعقوب کو معلوم تھا — ہے مرا یوسف ابھی زندہ نہاں

حضرت محمود کا نورِ نظر — ہے ہمیشہ کے لئے ہم سے نہاں

چالیسواں (۴۰)

مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۷۶ء

یہ نظم جناب صاحبزادہ قاضی مظہر سبحان مرحوم کے وصال مورخہ جولائی ۱۹۷۶ء کو لکھی گئی۔

پیش خدمت عالی جناب مولانا قاضی غلام محمود صاحب چشتی نظامی خطیبِ اعظم مسجد عیدگاہ جہلم

حسبِ ارشاد قاضی حبیب الرحمٰن صاحب چشتی

از قلم میاں محمد حسین جماعتی نقشبندی گلفروش وزیر آباد

فانی میلہ جگ والا وچھڑے نہیں ملاوندا

رب دیاں کماں وچ بولیا نہیں جاوندا

سبحان اللہ ہیں گل سناواں مظہر سبحان والی — مظہر سبحان دا تے شان سبحان والی

سبحانی رنگ روپ چڑھیا ہر کوئی ایہہ تجاوندا

عبدالسبحان دے باغ دا اوہ پھل سی — مہک دین تے دنیا دی اوہدے وچہ کُل سی

سبحان تا تیں تک تک کے سبحان یاد آوندا

جدوں والا کھڑیا پھل دیکھیا تقدیر نے — ایسا اک نشانہ لایا قضا دے تیر نے

جہلم دے دریا دے وچ گیا اوہ غوطے کھاوندا

باپ دا پیارا اوہ امیداں دا سہارا اوہ — اکھاں دا کہیں تارا اوہ بھائیاں دا دلارا اوہ

دادے پاک دے نقش والا نظر اج نہ آوندا

دین علوم والا عالم اوہ کمال سی — امتحان وچ تا دسویں دا سوہنے ایسے سال سی

زندگی نتیجے والی گیا اوہ مکاوندا

سنہ ۷۶ جولائی عمر سن انیہتر الوداع اوہ پا گیا — دے دیاں دل رسیاں دھوکا سکین لا گیا

اک واری سنیاں جنہوں آکے اوہ کرلاوندا

سہرا اسی بنانا چادر قبر دی بنائی اے — محنت دی ایہ گل ہوندی نظم لکھ سنائی اے

اٹھاراں سال دی عمر وچ گیا جدائیاں پاوندا

اس مسجد دے اندر سوہنے پڑھے نے علم سارے — عید گاہ دی زینت والا محمودی سب نظارے جی

دادا قاضی باپ قاضی اوہ کہاوندا

چھمبہ وچ لبھن چہرا چاناں سب لے گیا — افسوس والا ہراک آ افسوس دوچہ کہہ گیا

جہلم صاحبزادے والا چل عماں دے ہلیاوندا

ہنجرا سچل مرجھاوندا اے کھڑا شگفتہ ہوگیا — زندگی ہوئی جہڑے دلنوں کدے بھی اوہ سدا نہیں

صدمہ اوہدی موت والا ہمیشہ دلنوں رووندا

کی دساں کی ہن دساں دیراں جلسہ لگدا — یاد کر سجاں سجن دلاں نیر اکھاں سیتیں وگدا

بولے پئی ایہ درس گاہ جتھے سبق پکاوندا

اس دنیا دی ریت پرانی آیا جو اس جانا ایں — چکھنا ذائقۃ موت والا حکم امیر رہانا ایں

سلیمان پارس میلی ہو یا لقماں جتھے گاوندا

اج مسجد وتے ویکھو سب دردیاں روندنے — جہلم شہر دے اندر ویکھو گلیاں بازار روندے

مرحوم ذکا ایہ یادگار ہراک یاد مناوندا

دن پیر دے سوہنے پیر اپنے کول بلایا اے — مرضی میرے اللہ دی بابے سنگ رلایا اے

بناں اوہدی مرضی کیہڑا قبر وچ سماوندا

بارھویں والے آقا صدقے کرم کماویں مولا — بارھویں والے خواجہ صدقے خواجہ داتا دیں مولا

مہر علیؓ دی مہر ہووے جنت رہے سجاوندا

مٹھا میوہ درختے نوں پکانا نصیب ہویا اے — مالی ایس باغ دے نوں کھانا نصیب ہویا اے

ماپیاں نوں پتر دا وچھوڑا پیا ستاوندا

بلبل وانگ ترنم سوہنا ہوندی آواز آئی اے — تلاوت قرآن والی شان سجان والی اے

عاشقاں نوں عشق نال ڈرگیا سناوندا

صبر جمیل عطا فرماوے صدقے کملی والے دے — بخشش والا مینہ وسادیں صدقے کملی والے دے

تیرے در تے دعائیں مولا بگڑی توں بناوندا

مناظر اسلام حضور قاضی صاحب کے مناظروں کی روئیداد

روئیداد مناظرہ چھچھ (۱)

علامہ زماں۔ استاذ العلماء۔ شیخ وقت حضرت مولانا قطب الدین صاحب غور غشتوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت موصوف کے مہربان استاد تھے آپ نے ایک شرعی فیصلہ کیا تھا۔ جس میں مدعی کے گواہ کسی وجہ کی بنا پر رد ہو جانے اور قبول نہ ہو سکنے کی صورت میں آپ نے مدعا علیہ سے حسب قاعدہ حلف لے کر اس کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا۔ آپ کے فیصلہ کے بعد مولوی حبیب الرحمان خان آف بربان ضلع کیمبل پور نے آپ کی اس فیصلہ کی بنا پر شدید مخالفت کی۔ اور سنا تھا کہ خان مذکور نے حضرت مولانا پر فتوی کفر بھی اسی فیصلہ کی بنا پر دیا تھا۔ العیاذ باللہ۔ اور حضرت کو مناظرے کا چیلنج بھی دیا۔ مولانا گو اپنے دور کے بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ مگر آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت کا جواں سال لڑکا ابھی دنوں انتقال کر گیا تھا۔ جس کی وجہ سے بہت غمناک تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے پیارے اور عقیدت مند شاگرد حضرت والد صاحب (قاضی محمد عبد السبحان) کو خان مذکور کے ساتھ مناظرے کے لئے کھلابٹ سے غور غشتی بلایا۔ آپ تشریف لے گئے وہاں حضرت مولانا قبلہ کے پاس آپ کے ارادت مند علماء کا بہت اجتماع تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اصل مناظرہ (جو کہ خان صاحب کے ساتھ متعین مقام پر ہو گا) سے پہلے یہاں اپنی جگہ پر نمائشی مناظرہ ہو جائے اور وہ یوں کہ ایک آدمی میری طرف سے وکالت کرے اور دوسرا کوئی آدمی خان کی نمائندگی کرے۔ تاکہ میں اپنی جگہ دونوں کی گفتگو سن کر کچھ اندازہ کر سکوں۔ چنانچہ حضرت کی یہ گفتگو سنتے ہی والد صاحب نے فرمایا کہ میں خان کی طرف سے گفتگو کروں گا۔ تو لیجئے کوئی مولانا کی طرف سے گفتگو کرے۔ مولوی غلام خان حال غلام اللہ خان کیمبل پوری (راولپنڈی) جو مولانا کے شاگردوں میں داخل تھا۔ اور اس وقت اس کے اس قسم کے عقائد مشہور نہیں ہوئے تھے۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے تھے کہ تحصیل علم کر کے واپس آیا تھا کہنے لگا کہ میں مولانا کی طرف سے بات کروں گا۔ والد صاحب فرماتے تھے

کہیں بظاہر تو خان کی طرف سے بولنے لگا تھا۔ مگر باطن دل وجان سے حضرت مولانا
کا شیدائی فریفتہ آپ کا عقیدت مند اور صحیح نمائندہ تھا۔ اور مجھے اس بات کا بڑا دکھ
اور دلی صدمہ تھا۔ کہ خان مذکور نے ہمارے قبلہ وکعبہ پر فتویٰ دیا ہے۔ اور وہ شمس العلماء
کے مقابلے میں آنے کی جرات کر رہا ہے۔ مگر حضرت مولانا کی چند باتیں سنانے کی غرض سے
میں نے خان مذکور کی طرف سے بات کرنے کی حامی بھر لی۔ اور مولوی غلام جو بظاہر
مولانا کی طرف سے بولنے کا اعلان کر چکا تھا درحقیقت خان کا طرفدار تھا۔ اور
سنا تھا کہ وہ خان سے اسی کی جگہ پر مل کر آیا ہے۔ اور مولانا کے پاس ان کے عقیدت
مند علماء کے زمرہ میں بیٹھا ہے بہر حال گفتگو شروع ہوئی۔ مناظر اسلام (حضرت والد صاحب)
نے مولوی غلام خان سے قضا۔ افتاء۔ فیصلہ، صورت، حال وغیرہا کے درمیان فرق پوچھا
تو اس پر تھوڑی سی گفتگو کے بعد مولوی غلام خان خاموش ہو گئے۔ والد صاحب
فرماتے تھے کہ میری گفتگو سن کر اور طرز گفتگو دیکھ کر مولانا قطب الدین صاحب بہت خوش
ہوئے۔ مولوی غلام خان سے میری گفتگو علاقہ چھچھ کے علماء میں ہوتی تھی۔ پھر دوسرے دن
مولوی غلام خان میرے پاس آیا اور اپنی پگڑی اتار کر میرے پاؤں پر رکھ دی اور مجھ سے
معافی چاہنے لگا۔ اور کہا کہ آپ سے مناظرانہ گفتگو کر کے میں نے بہت غلطی کی۔ اور میں
بہت شرمندہ ہوں۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں کیا ہوا۔ جو حضرت مولانا کے ارشاد کے
تحت ہم نے آپس میں گفتگو کر لی۔

والد صاحب نے بتایا تھا۔ کہ جس تاریخ کو خان صاحب سے مناظرہ ہونا تھا۔ اس سے
پہلی رات پچھلے علماء فقہ کی کتابوں سے اس قسم کا جزیہ تلاش کر رہے تھے۔ کہ مدعی کے گواہ
اگر مسترد ہو جائیں تو مدعیٰ علیہ سے حلف لی جا سکتی ہے۔ اور باوجودیکہ مناظرہ تو میں نے
کرنا تھا۔ مگر میں کتابیں دیکھنے سے بے نیاز و بے فکر بیٹھا تھا۔ بلکہ ان علماء سے بھی کہہ رہا
تھا۔ کہ آپ لوگ تکلیف نہ کریں یہاں جزئیہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ لوگ کہنے
لگے کہ آخر دلیل تو دی جاتی ہے۔ تو اس کے لئے کسی فقہی عبارت مفیدِ مدعا کی ضرورت
ہو گی۔ میں نے کہا آپ لوگ بے فکر رہیں۔ مناظرہ تو میں نے کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ مہیا

کر دے گا۔

بہر حال وہ علماء عبارت فقہی کی تلاش میں کتب فقہ کی ورق گردانی میں لگے ہی رہے۔ اور
میں بے فکری میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ دوسرے روز میں نے اس موضوع پر جو معمولی سا فکر کیا تو
مجھے معلوم ہوا کہ ہماری دلیل کے لئے یہ حدیث پاک ہی کافی ہے۔

اَلْبَیِّنَةُ لِلْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ (الحدیث)

یعنی مدعی کے ذمہ گواہ یعنی گواہیوں کا پیش کرنا ہے۔ اور قسم منکر پر ہے۔ طرز استدلال
یہ تھا کہ حدیث پیش نظر کی رو سے مسئلہ یہ نکلا کہ اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں اور شرعاً مقبول بھی
ٹھہریں۔ جب تو مدعیٰ علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا۔ اور اگر مدعی کے گواہ سرے سے ہوں
ہی نہیں یا ہوں تو مگر کسی شرعی سقم کی وجہ سے مسترد ہو جائیں تو اس صورت میں بھی "البینة
للمدعی" صادق نہیں آتا۔ "البینة للمدعی" صرف اسی صورت میں صادق آسکتا ہے۔ جب کہ
مدعی کے گواہ ہوں بھی اور مقبول قرار پائیں۔ اور اگر مدعی کے پاس گواہ سرے سے ہوں ہی
نہیں ایک صورت اور یا ہوں تو مگر کسی شرعی سقم کی بنا پر قاضی شرع ان کو مسترد کر دے
دوسری صورت ان دونوں صورتوں پر والیمین علیٰ من انکر صادق ہے۔ کیونکہ
یہ عام ہے اور اس کے تحت یہ مذکورہ دونوں صورتیں داخل ہیں۔ لہٰذا بمطابق حدیث
پاک مدعی کے گواہوں کے مسترد ہو جانے کی صورت میں بھی مدعیٰ علیہ کو قسم بحکم حدیث دی جائے
گی۔ جیسے مدعی کے گواہ بالکل نہ ہونے کی صورت میں دی جائے گی۔ اور ان صورتوں
کو علیٰ من انکر کا عموم شامل ہے۔ (فرمایا)

تو بس حدیث پاک سے یہ طرز استدلال سوچ کر میں اپنے دل میں مطمئن ہو گیا۔ الغرض
معین مقام پر فریقین کے علماء اور دوسرے لوگ جب جمع ہو گئے۔ اور خوب اجتماع ہو گیا
تو استاذ العلماء مولانا قطب عالم قطب الدین صاحب غورغشتوی نے ابتدا کرتے ہوئے فرمایا
کہ مناظرہ نظر سے ہے اور اس کے معنی مساوات کے ہیں۔ لہٰذا دونوں مناظروں کا علم میں
مساوی اور برابر ہونا شرط ہے۔ اور علم کی مساوات معلوم کرنے کے لئے اگر ہم خان صاحب
سے یہ پوچھیں۔ کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا وزن صرفی کیا ہے۔ اور وزن عروضی کیا۔ تو

حق رکھتے ہیں۔ کہ پوچھیں مگر میں نہیں پوچھتا۔ اور اجازت دیتا ہوں کہ اصل موضوع پر مناظرہ شروع کیا جائے۔ تو میری طرف سے قاضی محمد عبد السبحان صاحب کھلابٹی ہزاروی گفتگو کریں گے۔ اور خان صاحب کو اختیار ہے کہ وہ خود گفتگو کریں یا کسی اور کو اپنا وکیل مقرر کر دیں۔

مولانا کا یہ فرمانا ہی تھا کہ شیر اسلام مناظر اہل سنت خان مذکور کے بالکل قریب آ بیٹھے۔ اور پھر بپھر کر اور گرج کر بولے۔ اور چند ہی منٹوں میں موضوع مناظرہ کے تعین کی گفتگو ہی میں خان پر چھا گئے۔ خان کو تو کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مولوی محمد اسحٰق صاحب مانسہری نے (جو کہ خان کی طرف سے آئے بیٹھے تھے) نے جب یہ صورت حال دیکھی۔ اور اپنے مناظر کی مجبوری اور بے بسی معلوم کر لی۔ تو بیچ میں بول اُٹھے۔ اور لگے کوئی بات کرنے مگر ادھر قاضی عبد السبحان تھا۔ وہ کب ایسی باتوں میں پھنسنے والے تھے۔ زوردار لہجہ میں فرمایا۔ کہ مولوی صاحب اگر آپ کا مناظرہ میرے سامنے بے بس ہے۔ اور آپ کو بولنے کا شوق ہے۔ تو مناظر کو ہٹا کر اس کی جگہ آپ آ جائیے۔ چنانچہ چند باتیں مولوی اسحٰق صاحب کے ساتھ بھی ہوئیں۔ مولوی صاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے اور گفتگو کا شوق جو چرایا تھا وہ مہنگا پڑا۔

مناظر اسلام نے فریق مخالف کے مقابلے میں یہی حدیث مذکورہ بالا پڑھی شدومد سے پیش کر دی۔ اور طرز استدلال و بیان دلنواز ایسا مسکت اور مسحور کن تھا کہ فریق مقابل کو بالکل خاموش ہونا پڑا۔ اور مجمع میں قاضی ہزاروی زندہ باد۔ مولانا زندہ باد کے نعرے بلند ہوئے۔ اور یوں مناظر اسلام فاتح کی حیثیت سے واپس تشریف لائے۔ مولانا قطب الدین صاحب حضرت والد صاحب کے اس کردار سے بہت خوش ہوئے۔ اور دعائیں دیں۔

روئیداد مناظرہ باہنڈی منیم علاقہ خانپور ضلع ہزارہ

باہنڈی منیم جو حکیم فضل الرحمٰن صاحب (دادا صاحب کے شاگرد) کا گاؤں تھا طلاق کے ایک جھگڑے کے تصفیہ کے لئے حضرت والد صاحب کو مدعو کیا گیا۔ آپ

وہاں جا ہی رہے تھے اور مؤلف حالات (ابو الفتح غلام محمود) بھی ساتھ تھا۔ کہ ہری پور میں مولوی عبد الغفور صاحب ہزاروی کے بھائی مولوی غلام ربانی صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت ان کو اپنے ہمراہ لے کر باہنڈی منیم پہنچے۔ دوسرے روز مقدمہ طلاق کا فیصلہ ہوتا تھا۔ طلاق کے مدعی فریق کی طرف سے مولوی محمد اسحٰق صاحب مانسہروی راولپنڈی سے وہاں آئے ہوئے تھے۔ رات کو عشاء کے وقت عبد القاضی شاہ صاحب (محمود شاہ صاحب کے برادر اکبر) ساکن حویلیاں حضرت والد صاحب کے پاس آ کر کہنے لگے۔ کہ آپ ہمارے مہربان ہیں اور مولانا اسحٰق صاحب بھی۔ مگر میں آپ کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ آپ مولانا اسحٰق صاحب سے بحث نہ کریں۔ کیونکہ ان کو جزئیات فقہ کی معلومات کافی ہیں۔ اور کتب فقہ سے عبارتوں کی عبارتیں یاد ہیں۔ اس سے بہتر یہی ہو گا کہ آپ ان سے بحث نہ کریں۔ حضرت نے حسب عادت مسکرا کر فرمایا۔ کہ شاہ صاحب آپ بے فکر رہیں۔ خیر ہی ہو گی۔ ہم بھی جزئیات و عبارات فقہ سُن لیں گے۔ اور ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ فیصلہ حق پر ہو۔ یہ تھوڑا ہی مقصد ہے کہ فلاں فریق کو فائدہ پہنچے یا فلاں کو۔ اور انشاء اللہ یہ مقصد حاصل ہو کر رہے گا۔ باقی رہی بحث اگر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بحث ناگزیر ہوئی تو کیا حرج ہے ہونے دو بحث۔

دوسرے روز فریقین گاؤں کی مسجد میں جمع ہوئے۔ سامعین عوام کا بھی ہجوم ہو گیا۔ فیصلہ شرعی کے لئے مناظر اسلام۔ فقیہ اعظم قاضی محمد عبد السبحان صاحب کھلابٹی اور مولانا غلام ربانی صاحب ساکن چنبہ پنڈ۔ اور مولانا محمد اسحٰق صاحب مانسہروی اور عبد القاضی شاہ صاحب ساکن حویلیاں۔ پر مشتمل علماء کی پنچائت بنی۔ واقعہ یہ تھا کہ موضع باہنڈی منیم کی ایک عورت جس کا خاوند کوہاٹ میں کاروبار کرنے والا تھا۔ اس بات کی مدعیہ تھی کہ میرے خاوند نے مجھ کو طلاق کر دیا ہے۔ اس کی طرفداری کرنے والے وہاں کے بڑے چالاک، ہوشیار اور پیسے والے لوگ تھے۔ مگر وہ مرد بے چارہ غریب اور بے کس تھا۔ مولانا اسحٰق صاحب اسی طلاق کے مدعی فریق کی طرف سے آئے تھے۔ اور اس طلاق کے وقوع کے اثبات میں

میں ایک لمبا چوڑا اشتہار بھی چھپوا چکے تھے۔ جیسے کہ عموماً ان کی عادت تھی۔ اور گو
اس مقدمہ کے شرعی فیصلے کے لئے چار علماء پر مشتمل پنچایت قائم ہو چکی تھی۔ مگر ان
باقی علماء پر حضرت مناظرِ اسلام ایسے چھائے ہوئے تھے۔ اور وہ آپ کے خداداد رعب
کی زد میں اس طرح آئے ہوئے تھے۔ کہ اس منظر کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ یہ سب
سامعین ہی ہیں۔ فیصلہ کرنے والے تو بس صرف آپ ہی ہیں۔ اور یہ قدرتی امر تھا کہ ہر
مجلس میں آپ کی شان ایسی ہی نرالی ہوتی تھی۔ ہاں تو حضرت فقیہ اعظم نے دریافت فرمایا
کہ عورت کی طرف سے کیا کوئی وکیل ہوگا۔ یا کیا صورت ہوگی۔ بتایا گیا کہ جی ہاں وکیل ہوگا
فرمایا۔ اچھا عورت وکیل کے تقرر کے لئے دو گواہ اس کے پاس جائیں۔ چنانچہ مولوی غلام ربانی
صاحب اور عبد القاضی شاہ صاحب اس عورت کے آدمیوں کے پاس اس غرض سے
گئے۔ واپس آکر اس عورت کے وکیل مقرر کرنے پر گواہی دینے لگے تو مولوی
غلام ربانی صاحب کی شہادت شرعاً صحیح قرار پائی۔ اور عبد القاضی شاہ صاحب جب اپنی
شہادت دے چکے تو حضور والد صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب کی شہادت شرعاً
صحیح نہیں ہے۔ میں اسے مسترد کرتا ہوں۔ اس پر مولوی اسحٰق صاحب نے ذرا چمک کر پوچھا
اور وجہ کیسے ان کی شہادت شرعاً مسترد ہے۔ فقیہ اعظم نے فرمایا۔ کہ شاہ صاحب نے
چونکہ ادائیگی شہادت کے وقت اشہد نہیں کہا۔ اس لئے شہادت قابل قبول نہیں ہے
مولوی اسحٰق صاحب نے اس پر دلیل کا مطالبہ کیا۔ کہ کہاں لکھا ہے کہ بوقت ادائیگی
شہادت اشہد کہنا ضروری ہے۔ حضرت فقیہ اعظم نے ناچیز ابوالفتح غلام محمود (مؤلف
حالات) سے ارشاد فرمایا کہ لاؤ شامی۔ چنانچہ ردالمحتار المعروف بہ شامی پیش کی گئی (جو کہ
ہم اپنے ساتھ لے گئے تھے) حضور نے کتاب کھول کر درمختار ردالمحتار کی یہ عبارت
پڑھی۔ ورکنہا اشہد، یعنی اشہد شہادت کا رکن ہے۔ اس پر مولوی اسحٰق صاحب
خاموش ہو گئے۔ اور ان گواہوں کو دوبارہ شہادت کی ادائیگی کے لئے بھیجا گیا۔ اور
دوسری بار آکر شاہ صاحب نے اشہد کے ساتھ شہادت دی جو مقبول ہوئی۔ اور پھر وکیل
سے یہ وکالت منظور کرانے کے بعد مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مقدمہ کی کارروائی کی کچھ قدر

سماعت اور اس کو کچھ آگے چلانے کے لئے پنچایت کے تینوں علمائے محققین نے اس مقدمہ
کی سماعت حضرت فقیہ اعظم ہی کو تفویض کر دی اور آپ پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے خود آپ
کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ اور تفویض نامے پر سب نے دستخط کر دیئے۔
حضرت والد صاحب نے مقدمہ کی سماعت اور تحکیم کو منظور فرما لیا۔ اور طے یہ ہوا
کہ فریقین مخالف حضرت فقیہ اعظم کے پاس ان کے گاؤں کھلابٹ مقدمہ کے آئندہ فیصلہ کے لئے
حاضر ہوا کریں گے۔ اس کے بعد عبد القاضی شاہ صاحب کو یہ کہتے سنا کہ تمام عمر اشہد کے
ساتھ شہادتیں دینے کے باوجود اس موقعہ پر مجھ سے یہ فروگذاشت صرف اس وجہ سے
ہوئی کہ میں نے حضرت قاضی صاحب کے مقابلہ میں اس موقعہ پر مولوی محمد اسحٰق صاحب
کی سائیڈ لی تھی۔ اور اس کو میں حضرت قاضی صاحب کی کرامت سمجھتا ہوں۔ پھر وہ فریقین
کھلابٹ میں حضرت کے پاس مقدمہ کے فیصلہ کے لئے حاضر ہوتے رہے (ابوالفتح غلام محمود)

روئیداد مناظرہ اڈہ دریائے دوڑ کھلابٹ ضلع ہزارہ

راولپنڈی سے مولوی غلام اللہ خان کھلابٹ کے حمیدی زمان خان اہل حدیث
کی دعوت پر کھلابٹ گیا۔ اور اس کے ڈیرے پر ہی ٹھہرا۔
مناظر اسلام حضرت قاضی صاحب کو جب اس کی آمد کا علم ہوا۔ تو آپ نے چند
آدمیوں کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ جب تم یہاں آگئے ہو تو اب مناظرہ کے لئے تیار ہو جاؤ
اور موضوع اور جائے مناظرہ متعین کرو۔ حضرت کی طرف سے یہ پیغام کھلابٹ کے شیر احمد خان
مرحوم (حضرت قبلہ پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوریؒ کے مرید نیک نمازی اور عقیدت
کے بہت پکے آدمی تھے انتقال کر گئے ہیں۔ اللہ بخشے) اور سردار محمد عرف سردارو خان لے کر
گئے۔ چند دفعہ آمد و رفت کے بعد موضوع بحث مسئلہ استمداد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے مدد بایں الفاظ مانگنا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد فرماؤ۔ مقرر
ہوا۔ حضرت نے مولوی غلام خان سے یہ لکھوا لیا کہ یہ کہنا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اُمْدُدْنِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ یعنی اے اللہ کے رسول فی سبیل اللہ میری مدد کرو

شرک ہے۔ اور اس پر اپنے دستخط کر کے دیدیئے۔ لاشئ غلام اللہ خان (راولپنڈی) حال کھلابٹ۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھوالیا کہ قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حق ہے۔ پھر حضرت نے ان کتابوں کے نام لکھ کر بھیجے۔ جن سے دوران مناظرہ فریقین اپنے مدعا کے اثبات کے لئے حوالے پیش کر سکیں گے۔ اور وہ فریقین کے نزدیک قابل تسلیم ہوں گے۔ اس تحریر پر بھی مولوی غلام خان نے دستخط کر دیئے کہ واقعی ان کتب سے فریقین اپنے مدعا پر حوالے پیش کریں گے۔ اور یہ امر طے پا گیا کہ ان تحریر شدہ وقبل از مناظرہ تسلیم شدہ کتب کے علاوہ کسی دوسری کتاب سے حوالہ تسلیم نہ ہوگا۔ اس کاروائی کے بعد حضرت نے مولوی غلام خان اور حمید الزمان خان کی طرف ... ایک آدمی کے ذریعہ یہ کہلا بھیجا کہ اب جلدی مناظرہ کے لئے چلے آؤ۔ اور خود حضرت پہلے سے متعین مقام اڈہ دریائے دوڑ کی طرف چل پڑے۔ مناظرے کا وقت دس بجے صبح مقرر ہو چکا تھا جائے مناظرہ پر پہنچ کر کافی انتظار کیا گیا۔ ۱۱ بج گئے مگر مولوی صاحب نہ آئے۔ تو حضرت نے پھر شبیر احمد خان اور سردار خان کو بھیجا تا کہ ان کو جلدی باہر نکلنے پر آمادہ کریں۔ اور خود حضرت اڈہ دوڑ کی مسجد کی جنوبی دیوار کے باہر کھلی جگہ پر دھوپ میں بیٹھ گئے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ ۱۲ بجے کے بعد وہ لوگ آتے دکھائی دیئے۔ مگر ہم سے گذر کر نیچے چلے گئے۔ حضرت نے پھر ایک آدمی ان کی طرف بھیجا کہ دو ڈھائی گھنٹے تمہارا انتظار کرتے گذر گئے اور اب تم کہاں جا رہے ہو۔ جلدی آؤ تا کہ مناظرہ شروع ہو۔

بہرحال حضرت نے وہیں ظہر کی نماز پڑھائی۔ گرد و نواح کے لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔ پھر وہ لوگ بھی آ گئے اور مناظرہ شروع ہونے لگا۔ مناظر اسلام نے سب سے پہلے مولوی غلام خان سے یہ سوال کیا۔ کہ "ہم تو پہلے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تم اوپر سے آئے ہو اور یہاں صرف میں اکیلا ہی نہیں۔ بلکہ یہ اتنے مسلمان یہاں پہلے سے موجود تھے۔ مگر تم نے مسلمانوں کو سلام نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے" مولوی غلام خان اس سوال کو پی گیا۔ اور اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

پھر آپ نے مولوی غلام خان کی وہ تحریر پڑھ کر سنائی جس میں اس نے لکھا تھا کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنا شرک ہے" اور پھر اس سے پوچھا کہ کیا یہ تمہارا اپنا ہی لکھا ہوا ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ ہاں یہ میرا ہی لکھا ہوا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ کون سی استمداد شرک ہے۔ مطلق استمداد یا استمداد مطلق اور بالضرورہ یا بالدوام شرک ہے۔ مناظر اسلام کے اس سوال پر مولوی غلام خان شور مچانے لگا اور چیخ اٹھا کہ دیکھو قاضی صاحب نے موضوع چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے موضوع چھوڑا نہیں بلکہ موضوع کا تعین تم سے کروا رہا ہوں کہ تم کونسی استمداد کو شرک بتاتے ہو۔

مولوی غلام اللہ خان:۔ میں نے بھی حمد اللہ پڑھا ہے (علم منطق کی ایک کتاب ہے)

مناظر اسلام:۔ میں نے کب کہا کہ تم نے نہیں پڑھا۔ مگر میں نے جو بات پوچھی ہے۔ اس کا جواب تو دو نا۔ پڑھا جو ہے۔

مولوی غلام اللہ خان:۔ مطلق شئ اور شئے مطلق میں کیا فرق ہے۔

مناظر اسلام:۔ مجھ سے الٹا یہ پوچھتے ہو بفضل اللہ تعالیٰ میرے گھر کے تو چھوٹے بچے بھی یہ بتا دیں گے۔ کہ مطلق شئے موضوع قضیہ مہملہ قدمائیہ کا ہے اور شئے مطلق موضوع قضیہ طبعیہ کا۔ حضرت کی اس تفصیل کے بعد مولوی غلام اللہ خان نے پھر اس بحث کو نہیں چھیڑا۔

مولوی غلام اللہ خان:۔ مناظر اسلام کے سوال کے جواب سے گریز کرتے ہوئے عاجزانہ لہجہ میں کہنے لگا کہ میں اپنے مدعا پر آیت پڑھتا ہوں۔

مناظر اسلام:۔ آپ نے جب دیکھا کہ یہ میرے سوال کا جواب دینے سے عاجز ہے تو ارخاد عنان (ڈھیلی رسی دینے) کے طور پر جیسے کہ متبحر علماء کا طریقہ ہوتا ہے۔ فرمایا۔ چلیئے آیت ہی پیش کیجئے۔ دیکھیں کون سی آیت ہے۔

مولوی غلام اللہ خان، قرآن مجید مترجم ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگا۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ٥ دیکھو اس آیت سے ثابت ہے کہ رسولوں کو

علم غیب نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء و رسل کو علم غیب نہیں ہے۔ یہ صرف خاصہ اللہ ہے

مناظر اسلام :۔ ابھی تم کہہ رہے تھے کہ قاضی صاحب نے موضوع چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ میں تو موضوع کا تعین کر رہا تھا جو کہ ضروری ہوتا ہے۔ اور اب واقعی تم خود موضوع چھوڑ بیٹھے ہو کہ موضوع مناظرہ تو مسئلہ استمداد مقرر ہے۔ مگر تم نے جو آیت پڑھی ہے۔ اس سے خود تم نے یہ نتیجہ نکالا کہ رسولوں کو علم غیب نہیں ہوتا۔ مسئلہ استمداد الگ موضوع ہے اور مسئلہ علم غیب الگ موضوع۔ اور اگر تم مسئلہ استمداد پر جو اس وقت موضوع بحث مقرر ہے۔ گفتگو کرنے سے عاجز ہو تو اپنی عاجزی کا اعلان کرو۔ پھر شوق سے علم غیب کے موضوع پر ابھی گفتگو شروع کرو۔

مولوی غلام خان :۔ اچھا میں دوسری آیت پڑھتا ہوں۔

مناظر اسلام :۔ اس طرح تو میں دوسری آیت نہیں پڑھنے دوں گا۔ جب تک کہ تم یہ اعلان نہ کرو کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

مولوی غلام اللہ خان :۔ میرا مدعا میری اس پیش کردہ آیت سے صریحاً ثابت نہیں۔

مناظر اسلام :۔ تمہارا مدعا اس آیت سے صریحاً ثابت نہیں۔ تو کیا ضمناً ثابت ہے تمہارا ضمناً کیسے ثابت ہے۔ جب تک یہ صاف اعلان نہیں کرو گے کہ مجھ سے اس آیت کے پیش کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔

مولوی غلام اللہ خان :۔ اچھا مجھ سے اس آیت کے پیش کرنے میں غلطی ہو گئی ہے

حاضرین :۔ اس موقعہ پر حاضرین نے خوب خوب اور "واہ واہ" کے نعرے لگائے

مناظر اسلام :۔ اچھا چلیئے دوسری آیت پڑھیئے۔

مولوی غلام اللہ خان :۔ قرآن مجید ہاتھ میں اٹھا کر پڑھنے لگا۔

أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائے گا۔ کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارا کرتے تھے۔ اللہ کو چھوڑ کر کہیں گے وہ (سارے) ہم سے گم ہو گئے۔ اور وہ لوگ اپنے آپ

آپ پر خود اس بات کی گواہی دیں گے۔ کہ بلاشبہ وہ کفر کر رہے تھے۔ دیکھیئے اس سے صاف ثابت ہے کہ نبی و ولی قیامت کے دن کسی کی کچھ مدد نہ کر سکیں گے۔

مناظر اسلام :۔ نمبر ۱۔ تم خود یہ لکھ کر دے چکے ہو کہ قیامت کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حق ہے۔ اور اب کہہ رہے ہو کہ وہ گم ہو جائیں گے۔ (دگرج کر فرمایا) بولو کیا شفیع المذنبین (معاذ اللہ) گم ہو جائیں گے یا کہ شفاعت فرمائیں گے

حاضرین :۔ اس موقعہ پر حاضرین پر بہت اثر ہوا۔ چنانچہ ان کی آوازوں سے ایک شور مچ گیا۔

نمبر ۲۔ اپنی پیش کردہ آیت میں تم نے کنتم تدعون کا ترجمہ کیا ہے۔ جن کو تم پکارا کرتے تھے۔ اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ تمام مفسرین کرام نے اپنی تفسیروں میں اس کی تفسیر لکھی ہے تعبدون جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ جن کی تم عبادت و پرستش کیا کرتے تھے۔

مولوی غلام اللہ خان :۔ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ اور پھر قرآن مجید مترجم آپ کو دکھانے ایک آدمی کے ہاتھ بھیج دیا۔

آپ نے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ قرآن پاک تو ہمارے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ اس بات پر حاضرین بھی ہنسے اور کافی محظوظ ہوئے۔ پھر فرمایا۔

مناظر اسلام :۔ شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ان کتابوں کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ جن کے متعلق ہم دونوں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ مناظرہ کے دوران اپنے مدعا کے اثبات کے لئے صرف انہی مسلم عند الفریقین کتابوں سے حوالہ دیا جائے گا۔ اور جن تفاسیر کے نام مسلّمہ عند الفریقین فہرست کتب میں شامل ہیں۔ ان میں سے کسی کا حوالہ دو اور کوئی ایک پیش کرو۔

مناظر اسلام کی اس معقول بات پر مولوی غلام اللہ خان خاموش ہو گیا۔ اور کوئی معتبر تفسیر نہ دکھا سکا۔

حاضرین :۔ اس موقعہ پر حاضرین میں سے مشہور جرگہ باز مرزا خان آف کھلابٹ بولے اور حضور سے عرض کیا کہ مولوی غلام اللہ خان تو خاموش ہو گئے ہیں۔ اور کوئی

کتاب نہیں دکھا سکتے۔ آپ اپنے مدعا کی تائید میں آپ ہی تفسیریں دکھا دیں۔ ان کی اس بات پر حضرت علامہ نے مؤلف حالات (ابو الفتح غلام محمود) سے ارشاد فرمایا کہ او هر لاؤ تفسیریں۔ چنانچہ اس ناچیز نے تفسیر بیضاوی۔ اور تفسیر جلالین اور کچھ دوسری تفسیریں۔ جو اس وقت موجود تھیں۔ سے حوالے نکال کر حضرت مناظر اسلام کو پیش کئے۔ آپ نے عبارتیں پڑھ پڑھ کر ان سے سنائیں۔ جن میں بالاتفاق تدعون کی تفسیر تعبدون سے کی گئی تھی۔ اب اس معتبر تفسیر کی روشنی میں پیش نظر آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بت پرستوں سے فرمائے گا کہاں گئے وہ تمہارے بت اور جھوٹے معبود جن کی تم دنیا میں پوجا پاٹ کیا کرتے تھے اور وہ کہیں گے کہ اب ہم سے وہ گم ہوگئے ہیں۔

مناظر اسلام نے یہ بھی فرمایا کہ یہ آیت اور اس قسم کی دوسری آیات تو بتوں کے بارے میں ہیں۔ اور یہاں بات ہو رہی ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی والا صفات کی۔

اور بت کی تو توہین ضروری ہے۔ اور نبی اللہ کی تعظیم ضروری۔ اب تم بتاؤ کہ یہ آیت حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھلا کیسے چسپاں ہو سکتی ہے۔

مولوی غلام اللہ خان :- لفظ کنتم تدعون کا ترجمہ جن کو پکارتے تھے" ہی صحیح ہے۔ اور آپ نے جو کتب تفسیر کی عبارتیں پڑھ کر سنائی ہیں۔ بے شک مفسرین تدعون کی تفسیر تعبدون ہی سے کرتے ہیں۔ مگر وہ تفسیر ہے، ترجمہ نہیں۔ اور ہم ترجمہ کر رہے ہیں۔ اور ترجمہ وہی ہے جو میں کر چکا۔ ترجمہ اور ہے تفسیر اور دونوں میں فرق ہے۔ دلنواز مولوی صاحب کا یہ آخری سوال تھا۔

مناظر اسلام :- قرآن مجید کی آیات کا بالخصوص عقائد و احکام میں لغوی ترجمہ معتبر نہیں ہوتا۔ بلکہ ترجمہ اصطلاحی معتبر ہوا کرتا ہے۔ اور ترجمہ اصطلاحی وہی ہے جو مفسرین کرام نے کیا ہے۔ یعنی تعبدون ۔ اور اگر بالفرض عقائد و احکام کی آیات کا لغوی ترجمہ معتبر قرار پائے جیسے کہ تمہارا خیال ہے۔ تو پھر قرآن مجید سے ارکان اسلام بھی ثابت نہ ہو سکیں گے۔ کیونکہ صلوٰۃ کا ترجمہ لغوی دعا ہے۔ یا تحریک صلوین۔ اور دعا کا ترجمہ لغوی

پکار ہے۔ تو اب اس سے نماز کیسے ثابت ہو گی۔ یونہی زکوٰۃ کا ترجمہ نما و نمو ہے تو اب اس سے زکوٰۃ کا مخصوص معنے کیسے ثابت ہو گا۔ یونہی صوم کا لغوی معنی امساک اور بندش ور کاوٹ ہے۔ تو اب اس سے روزہ کا خاص مفہوم کیسے ثابت ہو گا۔ یونہی حج کے معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔ اب اس لفظ سے حج کا مخصوص مفہوم کیسے ثابت ہو گا۔ اور اسی طرح جہاد کے لغوی معنی مشقت اور محنت کے ہیں۔ اب اس سے جہاد کا شرعی مفہوم کیسے معلوم ہو گا۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ آیات بالخصوص عقائد و احکام کی آیات کے اصطلاحی شرعی مفہوم معتبر ہوتے ہیں، نہ کہ لغوی۔ تو یونہی یہاں تدعون کا اصطلاحی مفہوم جو کہ مفسرین کرام نے پیش کیا ہے وہی معتبر ہے۔

حضرت مناظر اسلام کی اس تقریر پر مولوی غلام اللہ خان بالکل خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس موقعہ پر نعرۂ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند ہو رہے تھے۔ لوگ جن کے ہاتھوں میں بڑی بڑی لاٹھیاں تھیں مولوی غلام اللہ خان کو مارنے پیٹنے کے لئے آگے بڑھے۔ مگر حضرت کی دانش مندی کے قربان جائیے اپنی جگہ سے اٹھ کر مولوی غلام اللہ خان کو ایک تانگہ میں بٹھا کر ہری پور شہر کے لئے روانہ کر دیا۔ اور یوں مولوی صاحب بچ گئے۔ مناظر اسلام کو فلک شگاف نعروں کی گونج میں جلوس کی شکل میں واپس کھلابٹ لایا گیا۔ ہر آدمی خوش نظر آ رہا تھا۔ اور کئی دنوں تک لوگ مبارک باد پیش کرتے رہے۔

روئیداد مناظرہ کولیاں علاقہ پنجکھٹہ ضلع کیمبل پور

موضع پڑ بانہ نزد کھلابٹ تحصیل ہری پور کے ملک صاحبان اور حضرت والد صاحب میں گہرے تعلقات تھے۔ یہ ملک صاحبان ہر نماز جمعہ کھلابٹ جا کر پڑھا کرتے تھے۔ ان ملک صاحبان، ملک سوار دین وغیرہ نے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ موضع کولیاں علاقہ پنجکھٹہ میں ہماری رشتہ داری ہے۔ اور وہاں پر ہمارے بعض رشتہ دار وہابی ہو گئے ہیں۔ آپ مہربانی کر کے ہمارے ساتھ وہاں تشریف لے جائیں۔ وہاں پر وعظ و تقریر فرما کر ان کی اصلاح کریں۔ چنانچہ حضرت نے قبول فرما لیا۔ اور مع مؤلف ناچیز

(ابو الفتح) کے ان ملک صاحبان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ رات کو موضع کو لیال میں حضرت کی تقریر ہوئی۔ عوام حضرت کی فاضلانہ، عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تقریر سے بہت محظوظ ہوئے۔ مگر وہابی جل اٹھے۔ ان میں پڑھانہ والے ملک صاحبان کا ایک رشتہ دار ملک محمد فرید یہاں کے وہابیوں کا سرخیل اور مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی والے کا معتقد تھا۔ چنانچہ اس نے حضرت کی تقریر سن کر رات ہی کو راولپنڈی کی طرف شتر بے مہار سفر کیا۔

دوسرے روز حضرت نے حسب پروگرام واپس ہونا تھا۔ مگر یہ معلوم کر کے کہ ملک فرید راولپنڈی مولوی غلام خان کو یہاں لانے گیا ہوا ہے۔ حضرت نے واپسی کا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہیں ٹھہر گئے۔ شام کو قاضی غلام یحییٰ صاحب بلبل ہزارہ خطیب ہری پور بھی آ گئے۔ موصوف بہترین خوش گلو اور اہل سنت کے کامیاب واعظ تھے۔ نماز مغرب کے تھوڑی دیر بعد چند مولوی صاحبان مسجد میں داخل ہوئے۔ ہم لوگ حضرت مناظر اسلام کی معیت میں مسجد ہی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم میں سے کسی نے ان کے ایک مولوی سے (جو کہ مولوی مسکین تھا) پوچھ لیا کہ یہ مولوی صاحبان کون اور کہاں سے آئے ہیں۔ اس نے ذرا چمک کر جواب دیا۔ کہ جی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب ہیں۔ اور یہ دوسرے قاری عبد السمیع صاحب ہیں۔ اور میرا نام محمد مسکین ہے اور ایک دو نام اور بھی لئے۔ کہ یہ فلاں صاحب ہیں۔ اور یہ فلاں۔ پھر کہنے لگا۔ کہ اچھا ہے جی کہ روز روز کے اختلافات اور جھگڑوں کا ایک ہی دن فیصلہ ہو جائے۔ اور یہ فیصلہ کرنے ہی آئے ہیں۔ دیکھئے کل سب مسائل کا فیصلہ ہو جائے گا۔

نماز عشاء کے بعد حضرت مناظر اسلام کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ حضرت کے حکم سے بلبل ہزارہ قاضی غلام یحییٰ صاحب تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے آغاز تقریر میں آیت اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ پڑھی تھی۔ ان کی تقریر جاری تھی۔ کہ مولوی مسکین (راولپنڈی والا) چند آدمیوں سمیت آ کر میز کے قریب پہلی صف میں بیٹھ گیا۔ وہ ایک منصوبے کے تحت شرارت کی غرض

سے آیا تھا۔ چنانچہ قاضی غلام یحییٰ صاحب کی تقریر کے دوران ہی بول پڑا۔ مولوی صاحب آیت کا ترجمہ غلط کر رہے ہیں۔ صحیح ترجمہ کریں قاضی غلام یحییٰ صاحب نے جواب دیا کہ ترجمہ تو میں صحیح ہی کر رہا ہوں۔ مگر مولوی مسکین نے تکرار شروع کر دیا۔ اس کی غرض یہ تھی۔ کہ سامعین ان کی تقریر سے متاثر نہ ہو جائیں۔

اس کے تکرار کے گفتگو کو سن کر حضرت مناظر اسلام خود کھڑے ہو گئے۔ اور قاضی غلام یحییٰ صاحب کو خاموش کر کے خود تقریر شروع کر دی۔ اور مولوی مسکین کو خوب جلال میں آ کر چیلنج کیا۔ اگر تمہارے اندر ہمت اور سکت ہے تو آؤ مجھ سے بات کرو۔ میں تمہیں ترجمہ سکھا دیتا ہوں۔ مگر مولوی مسکین میں اتنی سکت کہاں تھی۔ وہ فوراً بھاگ کھڑا ہوا۔ اور مسجد سے نکل گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی بحث کرنے نہیں آیا اور نہ ہی وہ کوئی علمی گفتگو کر سکتا ہے۔ بس صرف شرارت کی غرض سے وہ آیا تھا مسجد سے چلا بھی گیا۔ مگر حضرت پورے جوش کے ساتھ تقریر کر رہے تھے۔ اس دن آپ کا جلال بس دیکھنے ہی والا تھا۔ اور آپ نے خود ارشاد بھی فرمایا تھا۔ کہ میں تو نرم طبیعت کا آدمی ہوں۔ مگر ایسے شیطانوں کے بڑوں کو چھینے نہیں دیتا۔ ایسے مواقع پر مجھ سے زیادہ سخت کوئی نہیں ہوتا۔

اگلے روز حضرت مناظر اسلام نے غلام اللہ خان کے پاس آدمی بھیج کر اس کو مناظرہ کا چیلنج کیا۔ اور فرمایا کہ اس سے کہہ دینا کہ مناظرہ کے لئے جلدی تیار ہو جاؤ۔ اور جائے مناظرہ کا تعین کرو۔ اگر مسجد میں آ جاؤ تو بہتر ورنہ ہم ادھر تمہارے پاس آنے کو تیار ہیں۔ یاد رہے کہ موضع کو لیال میں ایک ہی مسجد تھی۔ پہلے تو وہابیہ نے مناظرہ کرنے سے گریز کی راہ اختیار کی۔ اور بار بار ادھر ادھر پیغام لانے لے جانے والے آدمی آتے رہے تھے۔ وہابیہ ٹال مٹول کر رہے تھے۔ اور کسی طرح مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ مگر آخر الامر حضرت کی جلالی مگر دانشمندی پر مشتمل دو ٹوک بات پر لوگوں نے شرم کے مارے ہی وہابیہ کو بھی ہاں کرنا پڑی۔ اور پھر مناظرہ کرنے کی حامی بھر نے کے بعد آنے میں دیر کر دی۔ بالآخر آ ہی گئے۔ حضرت کے شاگرد مولوی عبد الرزاق صاحب

حال مدرس مدرسہ گولڑہ شریف کا گاؤں موضع گوہد و قریب ہی تھا۔ وہ بھی پہنچ آئے اور مولوی غلام ربانی صاحب ساکن چنبہ پنڈ اور مولوی گل اکرام صاحب کیمبل پور حال خطیب جامع مسجد صدر راولپنڈی شاگرد حضرت مناظر اسلام اور کچھ دوسرے علماء کرام بھی مناظرہ کے موقع پر آ گئے۔

موضع کولیاں سے آستانہ عالیہ چشتیہ گڑھی افغاناں قریب ہی ہے۔ یہاں چشتیہ کی بڑی پرانی گدی ہے۔ اور بہت بڑی لائبریری ہے۔ نایاب کتب بھی وہاں مل جاتی ہیں۔ صاحب مزار حضرت محمد فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی کے خلیفہ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ وہاں سے پچاس آدمی مسلح ہو کر وہابیوں کی خبر لینے آ پہنچے۔ مگر فساد کے خطرے کے پیش نظر حکمت عملیہ سے ان کو مسجد کے کمرے میں بٹھا کر باہر سے دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس دروازے کے ساتھ مسجد کے برآمدے میں مناظر اسلام تشریف فرما تھے۔ فریق مخالف ابھی اسی برآمدے میں بیٹھا تھا۔

الغرض مناظرہ کا موضوع مسئلہ استمداد (یعنی کہ انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام سے مدد مانگنا شرعاً جائز ہے یا کہ شرک) مقرر ہوا۔ اور ہر مناظر کی تقریر کا ٹائم دس دس منٹ رکھا گیا۔

مناظر اسلام کی پہلی تقریر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

ہمارے مدمقابل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد چاہنے کو شرک بتایا ہے۔ چونکہ یہ شرک کے مدعی ہیں۔ از روئے قاعدہ دلیل پیش کرنا تو ان کے ذمہ ہے۔ اپنے وقت میں یہ بتائیں گے کہ استمداد عائے شرک کے کیا دلائل ہیں۔ اور دلائل بھی قطعی ہوں۔ کیونکہ اس کے بغیر تو شرک و کفر کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اپنے وقت کے اندر ہی صرف اپنے مسلک پر روشنی ڈالتا ہوں۔ استعانت۔ استمداد۔ طلب مدد طلب معونت۔ طلب۔ نصرت۔ توسل۔ استغاثہ اور اعانت۔ امداد و معونت۔ نصرت۔ مدد۔ وسیلہ۔ توجہ۔ نجدہ و شفاعت وغیرہا الفاظ متحد بالذات و متغائر بالاعتبار ہیں۔

ان میں سے ایک کا جواز دوسروں کے جواز اور ایک کا شرک یا کفر ہونا دوسروں کے شرک یا کفر ہونے کو مستلزم ہے۔ اس تمہید کے بعد یہ سمجھئے کہ قرآن پاک سے غیر اللہ سے استغاثہ کا طلب فریاد کا جواز ثابت ہے۔ چنانچہ یہ ارشاد ہے۔ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ۔ یعنی فریاد چاہی اس نے جو اس کی جماعت سے تھا دشمن کے مقابلہ میں۔ دوسری جگہ پر قرآن پاک میں ہے۔ والذین آووا و نصروا۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے مہاجر مسلمانوں کو ٹھکانا دیا اور مدد کی وغیرہا بہت سی آیات ہیں۔ جن سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مظہر عون خدا سمجھ کر مدد طلب کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔

مولوی غلام اللہ خان نے اپنے وقت میں ایسی آیات قرآن کی تلاوت اور ساتھ ترجمہ شروع کر دیا۔ جن کا موضوع سے کوئی تعلق نہ تھا۔ چنانچہ ان کو ٹوکا گیا اور اس دانستہ یا نادانستہ غلطی پر متنبہ کیا گیا۔ مگر مولوی غلام اللہ نے کہا کہ موضوع سے متعلق آگے آیت آ رہی ہے۔ ان سے کہا گیا کہ صرف متعلقہ آیت ہی پڑھ دو۔ مگر وہ غیر متعلقہ آیات پڑھتا اور ترجمہ کرتا چلا گیا۔ آخر پر یہ آیت پڑھی۔ قل لا املک لنفسی نفعاً و لا ضراً الا ما شاء اللہ۔ یعنی کہہ دیجئے اے محبوب میں مالک نہیں ہوں اپنی جان کے لئے نفع کا اور نہ نقصان کا۔ مگر جو اللہ چاہے۔

دیکھئے اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے۔ کہ پیغمبر اپنی جان کے لئے بھی نفع اور نقصان کے مالک نہیں۔ چہ جائیکہ دوسروں کے لئے کچھ اختیار رکھتے یا ان کی مدد کر سکتے ہوں۔ تو پھر یہ عقیدہ کہ پیغمبر دوسروں کو نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اور ان سے مدد مانگنا جائز ہے قرآن کے خلاف ہے۔

مناظر اسلام میرے مدمقابل کی پیش کردہ آیت میں ذاتی ملکیت۔ اور بغیر عطائے رب تعالیٰ اختیار کی نفی فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ لا املک سے اختیار کی نفی اور الا ما شاء اللہ سے اثبات ہوتا ہے۔ اب یہ تو

ہر طالب علم پر واضح ہے۔ کہ ایک ہی شے کی نفی اور اثبات بھی تو نہیں ہو سکتا۔ معلوم
ہوا کہ نفی ایک شے کی ہو گی۔ تو اثبات کسی اور شے کا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک
ہی شے کی نفی اور اثبات ہو۔ اور وہ یوں کہ نفی کسی ایک حیثیت سے ہو تو اثبات کسی
دوسری حیثیت سے۔ اور یہاں پر آیت کریمہ پیشِ نظر میں یہی بات ہے۔ کہ ذاتی ملکیت
کی نفی اور عطائے رب سے جو اختیار حاصل ہو اس کا اثبات ہے۔ اور یہ تو کسی مسلمان کا
عقیدہ نہیں ہے۔ کہ بغیر عطائے خداوند تعالیٰ کوئی کسی شی کا مالک و مختار ہوتا ہے۔ بلکہ
اہل سنت کا عقیدہ تو یہی ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
اللہ تعالیٰ کی عطا سے مالک و مختار ہیں۔ اب اس وضاحت و تشریح کے بعد یہ واضح بات ہو گئی۔ کہ
یہ آیت تو ہماری دلیل ہے۔ نہ کہ ملکیتِ مصطفیٰ کے منکر کی۔ ہاں البتہ اس آیت سے
ان لوگوں کی ضرور تردید ہوتی ہے۔ جو کہ کسی مخلوق کے لئے بغیر عطائے رب تعالےٰ
ذاتی اور بلاواسطہ ملکیت کے قائل ہوں۔ بہرحال یہاں اس موقع پہ ہمارے خلاف اس
آیت کو پیش کرنا مسلک اہل سنت سے ناواقفیت یا عدم امتیاز مسلک کی بنا پہ ہے۔
میں اپنے مدمقابل سے زور دے کر کہتا ہوں کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر کوئی ایسی آیت پیش
کرے۔ جس سے ملکیت اور اختیار عطائی کی نفی ہوتی ہو۔ مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں
کہ وہ ایسا کبھی نہ کر سکے گا۔

مولوی غلام اللہ خان نے اپنے وقت میں چند آیات وہ پڑھیں جو بتوں
کے بارے میں ہیں جن میں۔ یدعون۔ تدعون وغیرہ
وارد ہیں۔ اور ان کا ترجمہ نہایت ڈھٹائی سے وہ پکار ہی کرتا رہا۔ کچھ وقت تو اس
میں صرف کیا۔ مزید یہ حدیث پیش کی۔ الدعاء ھو العبادۃ۔ اور الدعاء مخ العبادۃ
جن کا ترجمہ یہ کیا۔ پکار ہی عبادت ہے۔ اور پکار عبادت کا مغز ہے۔ پھر کہا کہ تم لوگ
جو نبیوں اور ولیوں کو پکارتے رہتے ہو۔ حدیث کی رو سے یہ ان کی عبادت ہے اور
غیر خدا کی عبادت کرنا شرک ہے۔ لہٰذا نبیوں اور ولیوں کو پکارنا شرک ہوا۔ میں نے
آیات اور احادیث پیش کی ہیں۔ اب میرے مدمقابل کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی اپنے مدعا پہ

آیات قرآنی پیش کریں۔

مناظر اسلام میرے مقابل نے جو آیات پڑھی ہیں ان کے اندر وارد الفاظ
یدعون۔ تدعون کے ترجمہ اصطلاحی اور تفسیر مقبول یعبدون
اور تعبدون ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غیر خدا کی عبادت جائز نہیں اور یہ بالاتفاق
مسلّم ہے اور اس پر زور دینا فضول ہے کیونکہ کوئی مسلمان بھی غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتا
اس سے قبل کھلابٹ کے قریب اڈہ دوڑ کے مناظرہ میں مولوی صاحب ان جز عم خویش دلائل
کے جوابات مجھ سے سن کر خاموش ہو چکے ہیں۔ اب انہی آیات کو بار بار دہراتا کوئی علمی ثبوت
مہیا نہیں کرتا۔ اب رہیں میرے مقابل کی پیش کردہ حدیثیں۔ سو بحمد اللہ ان سے ہماری تائید
ہوتی ہے۔ ابھی ابھی تو ہم یہی کہہ رہے تھے کہ جن آیات کے اندر لفظ دعا کے مشتقات وارد ہیں
وہ عبادت کے معنی میں ہیں۔ مگر ہمارا مخالف اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تھا مگر اب خود ہی ایسی
حدیث پیش کر دی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا ہی عبادت ہے۔ دوسرا جواب اس کا یہ
ہے۔ کہ حدیث میں الدعاء مسند الیہ معرف باللام ہے۔ اور العبادۃ مسند بھی معرف
باللام ہے۔ اور علامہ تفتازانی نے مختصر المعانی میں لکھا ہے کہ مسند الیہ و مسند جب دونوں معرف
باللام ہوں اور بیچ میں ضمیر فصل آئی ہو تو حصر مسند الیہ کا مسند میں نہیں ہوتا۔ بلکہ
حصرِ مسند کا مسند الیہ میں ہوتا ہے۔ اور ہمارے مخالف کا مدعا جب ثابت ہو کہ مسند الیہ یعنی
الدعا کا حصر مسند یعنی العبادۃ میں [illegible]۔ مگر یہ قاعدہ کے خلاف بات ہے۔ تو اس حدیث سے یہ
ثابت نہ ہوا۔ کہ ہر دعا یعنی پکار عبادت ہے۔
میرے مقابل نے مجھ سے آیات کا مطالبہ کیا ہے۔ یہ اصول کے خلاف ہے۔ کیونکہ شرک
کا مدعی میرا مقابل ہے نہ کہ میں اور دلائل کا پیش کرنا قواعد کی رو سے مدعی کے ذمہ ہوتا ہے
مگر میں اپنے مقابل کو مایوس نہ کرتے ہوئے سامعین کو محظوظ کرنے اور ان کی معلومات میں
اضافہ کرنے کی غرض سے چند آیات قرآنی اپنے مدعا پر پیش کر ہی دیتا ہوں۔ تو لیجئے
سنیئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے
قَالَ مَنْ انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ یعنی حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کون ہے میرا مددگار اللہ کے دین میں۔ حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار۔ دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مدد مانگی تھی اور قرآن نے اس کو نقل فرمایا ہے۔ ایسے ہی حضرت سکندر ذوالقرنین کا قول قرآن نقل کرتا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ اعینونی بقوۃ۔ یعنی تم لوگ طاقت سے میری مدد کرو (تیسری آیت) واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی مدد مانگو صبر اور نماز سے۔ آیت میں صبر اور نماز سے مدد مانگنا سکھایا گیا ہے۔ اور صبر و نماز بھی تو غیر اللہ ہیں۔ اور ہمارا اصل نزاع و اختلاف اسی میں ہے کہ غیر اللہ سے حقیقی نہیں مجازی مدد مانگنا جائز ہے۔ اور یہ بھی خیال میں رہے کہ صبر و نماز اعراض و صفات ہیں۔ ان کا وجود بغیر جوہر کے ممکن نہیں کیونکہ یہ غیر مستقل وجود رکھتے ہیں۔ اور جب اعراض و صفات سے مدد لینا جائز ٹھہرا۔ تو پھر جواہر یعنی نمازی اور صابر انسانوں سے مدد لینا کیوں ناجائز ہوگا۔

مولوی غلام اللہ خان میرے مدمقابل نے جو قاعدہ مختصر المعانی سے نقل کیا ہے۔ عبدالحکیم نے مطول کے حاشیہ میں اس قاعدہ کی تردید کی ہے۔ اور میرے مقابل نے اپنے مدعا پر جو آیات پیش کی ہیں۔ وہ زندہ انسانوں سے مدد مانگنے کے بارے میں ہے۔ اور اس کو ہم بھی جائز کہتے ہیں۔ اور جو یہ آیت پیش کی گئی ہے۔ وَاستعینوا بالصبر والصلوٰۃ تو اس کی تفسیر قرآن پاک میں دوسرے مقام میں یوں فرمائی گئی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا۔ وَاستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ تو اس کی تفسیر قرآن پاک میں دوسرے مقام میں یوں فرمائی گئی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا۔ وَاستعینوا باللہ وَاصبروا۔ یعنی مدد تو اللہ سے مانگو اور صبر کرو۔ اور میرے مدمقابل نے میری پیش کردہ آیات کے جواب میں جو یہ کہا ہے کہ یہ آیات بتوں کے بارے میں ہے۔ قرآن مجید سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم فادعوھم

فلیستجیبوا لکم ان کنتم صٰدقین (ترجمہ) بے شک جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ تو تمہاری طرح بندے ہیں۔ تم ان کو بلا تو دیکھو چاہیئے کہ وہ تمہیں جواب دیں۔ اگر تم سچے ہو۔ دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو۔ وہ تو تمہاری طرح بندے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ آیات بندوں کی پکار کے بارے میں ہیں۔ نہ کہ بتوں کے بارے میں۔ جیسا کہ میرے مقابل نے کہا ہے۔

مناظر اسلام یہ غلط بیانی ہے کہ آفتاب پنجاب فاضل لاہوری نے مطول کے حاشیہ میں میرے پیش کردہ قاعدہ کے خلاف لکھا ہے۔ اگر اس حوالہ میں کچھ سچائی ہے۔ تو لاؤ اصل کتاب پیش کرو۔ چیلنج میں اسی بات پر مناظرہ کی کامیابی کا دار و مدار رکھ دیتا ہوں۔ کہ میرا مقابل اصل کتاب سے یہ حوالہ دکھا دے۔

مولوی غلام اللہ خان اس وقت میرے پاس کتابیں نہیں۔ کتابیں تو راولپنڈی میں ہیں۔

مناظر اسلام جب مناظرہ کے ارادے سے آئے تھے تو کتابیں بھی تو ساتھ لائے ہوتے۔ اچھا چیلنج سچ اور جھوٹ کی ابھی تمیز ہو جاتی ہے۔ میں ایک ہفتہ کی مہلت دیتا ہوں انہیں بلکہ مہینہ کی۔ اتنی مدت میں کتاب پیش کرنے کا وعدہ کرو۔ اس پر مولوی غلام خان بالکل خاموش ہو گیا۔

ابوالفتح غلام محمود قاعدہ مذکورہ بالا کی تردید خود علامہ تفتازانی نے مطول میں اور شیخ رضی شرح کافیہ میں۔ الکرم ھو التقوٰی کی مثال سے کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ دیکھئے اس مثال میں مسند الیہ اور مسند دونوں معرف باللام ہیں اور بیچ میں ضمیر فصل [illegible] کی ہے۔ مگر یہاں حصر اس قاعدہ مبینہ کے برعکس مسند الیہ کا مسند میں ہے۔ ویسے مولوی غلام اللہ خان کا عبدالحکیم کے حاشیہ کا حوالہ دینا جان بوجھ کر دھوکہ دینا تھا۔ مناظر اسلام جیسی حافظ کتب

علیہ شخصیت اس کے اس وہم کے میں کیسے آسکتی تھی۔ انتہی اور یہ تردید مناظر اسلام کی نظر
میں تھی۔ جو آپ نے ہی ناچیز ابوالفتح مؤلف حالات کو دکھائی اور سکھائی تھی۔ مگر تشنگان
للذہن، امتحانی طور پر مولوی غلام خان سے بیان کردی۔ اور اس کو فراموش کر ہی دیا
ویسے اہلحدیث سے آپ کے جواب یا مسلک کا انحصار صرف اسی جواب پر نہیں ہے اور
بھی کئی جوابات ہیں۔ اور آپ نے موقعہ پر دیئے بھی۔ جو صحیح ہیں اور مسکت ثابت ہوئے

مناظر اسلام کی تقریر جاری تھی۔ فرمایا میں اپنے مقابل کی ایک ایک بات
کا جواب دوں گا۔ اس کی طرح نہیں کہ میری ایک بات لے لی اور
میری کئی دوسری باتوں کا اپنے وقت میں ذکر تک نہیں کیا۔ ہاں تو میرے مقابل کی
دوسری بات کہ جو آیات میں نے پیش کی ہیں یہ زندہ انسانوں سے مدد مانگنے کے بارے
میں ہیں۔ اور اس قسم کی مدد مانگنا جائز ہے۔ میں تو مولوی غلام خان سے ببانگ دہل
پوچھتا ہوں (۱) کہ بقول تمہارے جن آیات و دلائل سے غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک معلوم
ہوتا ہے۔ ان میں زندہ مردہ کی کوئی تفریق ہے ہرگز نہیں۔
(۲) دوسرے یہ کہ انبیاء و اولیاء بھی زندہ ہیں۔ اور ان کی یہ زندگی ہماری زندگی سے کہیں اعلیٰ ہے
(۳) تیسرے یہ کہ مولوی غلام خان میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں۔ کہ جو شرک
ہے۔ وہ ہر جگہ ہر آن، زندہ ہو کہ مردہ، قبر سے باہر ہو یا قبر کے اندر ہی ہو کہ ولی
انسان ہو کہ فرشتہ شرک شرک ہی ہوگا۔ یہ نہیں کہ اس زندہ سے مدد مانگو تو جائز ہو۔
اور اللہ کے بندوں اور ولیوں سے مدد مانگنا شرک ٹھہرے۔ یہ شرک کے مفہوم کو صحیح طور
نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

مؤلف

استعینوا باللہ واصبروا کی تشریح اور عباد امثالکم سے استدلال کا جواب

ہمارے مقابل نے جو یہ کہا ہے کہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ کی تفسیر

استعینوا باللہ واصبروا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مدد بہر حال اللہ ہی سے مانگی جائے گی
اس کے مقابلہ میں یوں بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ استعینوا باللہ واصبروا کی تفسیر و
استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ
سے مدد مانگنے کی صورت یہ ہے کہ صبر اور نماز سے مدد مانگو اور صبر اور نماز سے مدد
مانگنا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا ہے۔ اور پھر ہم کہیں گے کہ صابر و نمازی آدمی
سے مدد مانگنا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے۔ کیونکہ مجوزین استمداد کے عقیدہ
اور خیال میں اولیاء اللہ کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر ہی ان سے مدد کی درخواست کی جاتی ہے
یعنی مدد دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگی۔ مگر وہ ظاہر ان اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے
ذریعہ ہوتی ہے۔ اور آخر اس ادعا کی کیا دلیل ہے۔ کہ استعینوا باللہ واصبروا ہی
واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ کی تفسیر ہے اور برعکس نہیں ہے۔ نیز ان دونوں
آیتوں میں کوئی تضاد بھی تو نہیں ہے۔ ایک میں اللہ تعالیٰ سے حقیقی مدد مانگنے کا ارشاد
ہے اور دوسری میں نماز روزہ سے مجازی مدد مانگنے کا۔ عباد امثالکم الآیۃ
سے استدلال۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت سورہ اعراف پ۹ کی ہے اور اس
سے متصل بعد یہ ارشاد ہے۔ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ
بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا
قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ۝ (ترجمہ) کیا ان کے پاؤں
ہیں جن سے چلتے ہیں۔ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے حملہ کر سکتے ہیں۔ یا ان کی آنکھیں ہیں
جن سے وہ دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں۔ آپ (یہ بھی) فرما دیجئے
کہ اپنے سب شرکاء کو بلا لو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو۔ پھر مجھ کو ذرا مہلت دو۔
اب دیکھئے کہ اس آیت کے اندر وارد الہم میں استفہام انکاری ہے۔ یعنی نہ تو
ان کے پاؤں ہیں جن سے یہ چل سکیں۔ اور نہ ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ تھام سکیں۔ اور
نہ ان کی آنکھیں ہیں جن سے یہ دیکھ سکیں۔ اور نہ ہی ان کے کان ہیں جن سے یہ سن سکیں۔ تو اب
آپ خود غور کریں کہ ایسے کون سے انسان ہوتے ہیں جن کے ہاتھ پاؤں۔ آنکھ کان ہی کام

کے نہ ہوں۔ تو وہ بت ہی تو ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہمارے مدمقابل کی پیش کردہ آیت عباد امثالکم الآیہ بھی بتوں کے بارے ہیں ہے۔ اور عباد امثالکم والی آیت سے اگلی آیت نے خود اس کی تفسیر فرما دی ہے۔ جس سے واضح ہو گیا ہے۔ کہ ہمارے مخالف کی پیش کردہ آیت بتوں کے بارے میں ہے۔ اور عباد امثالکم والی آیت کے ترجمہ میں خود شاہ عبدالقادر صاحب تفسیر موضح القرآن میں فرماتے ہیں۔ تحقیق جن بتوں کی بندگی کرتے ہو تم سوائے اللہ کے۔

اور اس کی تفسیر میں تفسیر معالم التنزیل $\frac{۲}{۲۶۸}$ میں ہے۔ یعنی الاصنام یہ اور اس سے بت ہیں۔

اور تفسیر ابن جریر $\frac{۹}{۹۵}$ میں اس کی تفسیر میں بتایا۔ من الاصنام ۔ یعنی یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے۔ اس مناظرہ میں مولوی غلام خان نے مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب مؤلف حالات (ابوالفتح غلام محمود) موضع کولیاں کے اس مناظرہ کے موقعہ پر بھی حضرت کے ساتھ۔ اور بوقت ضرورت کتابوں سے حوالے نکال کر دینے کی خدمت اس فقیر کے لئے مقرر تھی۔ جب گفتگو یہاں تک پہنچی تو مولوی غلام خان مناظر اسلام کے قریب ہو کر کہتا ہے "حضرت صاحب دن کا ایک بجنے کو ہے اب اجازت دیجئے تاکہ ہم کھانا کھا لیں اور نماز بھی کہیں اور جا کر ادا کر آئیں۔ کیونکہ اس مسجد میں تو آپ پڑھنے نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اس موضوع پر مناظرہ ختم کر کے اٹھو پہلے یہ گفتگو ختم کرو پھر کھانا کھا لینا۔

مگر مولوی غلام اللہ خان نے عاجزانہ طور پر کہا کہ حضرت صاحب میں ابھی نماز ظہر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ اس کے اصرار پر آپ نے نماز ظہر تک کے لئے مناظرہ کے التواء کی اجازت دیدی۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ نماز ظہر کے متصل بعد آ جانا۔ اس نے کہا کہ "جی بہت اچھا" بہرحال مجلس برخاست ہو گئی اور مناظرہ کے بارے میں اعلان کر دیا گیا۔ کہ دوبارہ مناظرہ اسی مقام پر ابھی ابھی نماز ظہر کے بعد ہو گا۔ مولوی غلام اللہ خان اور اس کے ساتھی تو چلے گئے۔ مگر حضرت اسی مسجد میں تشریف فرما رہے

عرض کیا گیا کہ آپ کھانا تناول فرمانے اور کچھ آرام کرنے کے لئے قیام گاہ پر تشریف لے چلئے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں یہیں رہوں گا۔ چنانچہ آپ مسجد کے اندر ہی رہے۔ اور نماز ظہر کے بعد مولوی غلام اللہ خان کا انتظار کرتے لگے۔ اور جب کچھ دیر ہو گئی اور وہ نہ آیا تو آدمی بھیجا کہ مولوی صاحب کو جلدی بلاؤ تاکہ مناظرہ شروع ہو۔ مگر اس آدمی نے واپس آ کر بتایا کہ مولوی غلام اللہ خان کافی دیر ہو گئی ہے یہاں سے چلا گیا ہے۔ اور وہ اب ٹیکسلا کے قریب پہنچنے والا ہو گا۔ حضرت نے یہ بات سن کر اس کی دروغگوئی پر تعجب کیا۔ پھر آپ آنے والی رات وہیں ٹھہرے۔ اور ایک کاغذ پر مولوی غلام اللہ خان اور اس کے پیروؤں کے بارے میں یہ حکم شرعی لکھ کر مسجد کے اندر چسپاں کرا دیا۔

حکم شرعی

مولوی غلام اللہ خان اور اس کے ہم عقیدہ لوگ چونکہ اہل اسلام کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ مطابق حدیث صحیح بخاری میں من قال لاخیہ یا کافر فقد باء باحدھا (الحدیث) یعنی جو شخص اپنے کسی بھائی کے بارے کافر کہے۔ تو وہ کلمہ کفر ان دو میں سے ایک کی طرف رجوع کرے گا۔ یعنی اگر وہ آدمی جس کے بارے میں کافر کہا گیا ہے۔ واقعی کافر نہ ہو تو وہ کافر والی بات کہنے والے پر چسپاں ہو جائے گی۔

خود کافر ہیں ان سے میل ملاپ کھانا پینا سلام و کلام حجرہ و مسجد کا اشتراک سب شرعاً ناجائز ہے۔ انتہی

اور جب یہ حکم مسجد کے اندر چسپاں کرایا تو وہاں کے ملک فرید وغیرہ نے اس کو پڑھ کر بہت پیچ و تاب کھائے۔ اور پڑھانہ کے ملک سوار دین اور دوسرے ملک صاحبان نے آپ کی منت سماجت کی۔ کہ یہ لوگ ہمارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ آپ اس قدر سخت حکم نہ لگائیں مگر آپ نے فرمایا کہ اگر رشتہ داری اسلام سے مقدم تھی تو مجھے نہ بلایا ہوتا۔ پھر کس کی جرأت تھی جو بات کرتا۔ اور آپ یوں ایک فاتح کی حیثیت سے واپس تشریف لائے۔

روئیداد مناظرہ کدہر ۵

تحصیل پھالیہ ضلع گجرات مناظر اسلام کی خدمت میں مولانا غلام علی صاحب مہتمم مدرسہ اشرف المدارس اوکاڑہ۔ اور مولوی جلال الدین شاہ صاحب بھکھی والے آئے۔ ان دونوں والد صاحب گجرات مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ اور ان حضرات نے آ کر بیان کیا کہ موضع کدہر میں سارے اکابر وہابیہ مثلاً مولوی غلام خان۔ عنایت اللہ شاہ گجراتی اور مولوی سلطان محمود کھٹیالہ والا۔ مولوی ولی اللہ موضع انہی والا میں آئے ہوئے ہوئے ہیں۔

مولوی غلام خان سنیوں کو چیلنج کر رہا ہے کہ کوئی میرے سامنے آئے اور دو سطریں حمد اللہ کی پڑھے۔ تو پھر میں دیکھوں کہ کون عالم ہے۔ ان حالات کی بنا پر ہم بڑے پریشان ہیں۔ کوئی ہمارا ساتھ نہیں دیتا۔ مولوی محمد عمر اچھروی اور مولوی عبد الغفور صاحب وزیر آبادی ان دونوں کو بھی بلایا گیا۔ مگر دونوں نے انکار کر دیا۔ اب ہم حیران ہیں کہ کیا کریں۔ والد صاحب نے فرمایا میں تو چند دنوں سے بیمار ہوں۔ مگر جب مولوی صاحب نے مجبور کیا تو فرمایا اچھا میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ پھر حضرت چند شاگردوں کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے۔ اور جاتے ہی یہ اعلان کروایا۔ کہ مولوی غلام خان آ کر میرے سامنے شرح مائۃ عامل اور ہدایۃ النحو جیسی معمولی کتابوں کی ایک۔ دو سطریں پڑھے۔ تو اس کی علمیت کا پتہ چل جائے گا۔ اور کہا گیا کہ مولوی مذکور مناظرہ کے لئے بھی تیار ہو جائے۔ میں اس کے ساتھ مناظرہ کرنے آیا ہوں۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت مرحوم پہنچے تو اس وقت عنایت اللہ شاہ گجراتی اپنے اسٹیج پر تقریر کرنے کھڑا ہوا تھا۔ یہ وہی گجراتی ہیں جو مولوی غلام خان سے بھی وہابیت میں کچھ آگے ہیں اور گھنٹوں تقریر کرتے ہیں۔ مگر اس دن گجراتی پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ صرف چند منٹ تقریر کر کے اسٹیج سے اتر آیا۔ اور مولوی غلام خان نے روبرو ہو کر مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ گاؤں کے ذمہ دار لوگوں نے کہا دونوں الگ الگ جگہ بیٹھو درمیان میں لاؤڈ سپیکر لگا دو۔ اور ہر ایک اپنے وقت پر تقریر کرے۔ اور فتنہ فساد کے بھی ہم ذمہ دار ہیں

الغرض مولوی صاحب پہاڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ مگر مولوی صاحب سامنے آ کر مناظرہ کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب کسی صورت نہیں مانتے۔ تو والد صاحب نے فرمایا کہ پھر کہو کہ یہاں سے چلے جائیں۔ پھر رات کو والد مرحوم نے تقریر کی۔ اور لوگوں کو مکائد وہابیہ سے آگاہ فرمایا۔ پھر سویرے وہابی مولویوں کا پتہ کروایا گیا تو علم ہوا کہ وہ تو رات ہی کو یہاں سے چھوٹی چلے گئے ہیں۔ چھوٹی موضع کدہر سے پچیس میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہابیوں کی پوری فوج راتوں رات بھاگ گئی۔ اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔

(ضروری نوٹ) مولوی غلام خان طالب العلمی کے زمانہ میں کھلابٹ پڑھنے آیا۔ اور کچھ دن ٹھہرا۔ چونکہ یہ مستقل اسباق پڑھنا چاہتا تھا کہ جن کی گنجائش نہ تھی۔ اس وجہ سے یہ والد صاحب سے نہ پڑھ سکا۔ عنہ

بہر حال آپ موضع کدہر سے کامیاب اور فاتح کی حیثیت سے واپس آئے۔ اتفاقاً یہی واقعہ قاری محمد علی صاحب گجراتی کی زبانی بھی معلوم ہوا ہے۔ قاری صاحب نے بتایا۔ کہ مولوی غلام خان وہاں پر مناظرہ سے بھاگ گیا تھا۔ اور اس بات کو حضرت شاہ صاحب بھکھی والوں نے اپنے جلسہ منعقدہ ۱۹۶۳ء میں کئی سالوں بعد ابھی ابھی پھر سنایا ہے۔ حضرت شاہ صاحب بھکھی والے حضرت علامہ کے اس تشریف لے جانے کو یاد کرتے رہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس علاقہ میں ایک حضرت قاضی صاحب اور دوسرے مولانا سردار احمد صاحب لائل پور والوں کی وجہ سے وہابیت کا زور کم ہوا ہے۔ ورنہ پہلے بہت زور تھا۔

[illegible]

روئیداد مناظرہ ۶ موضع درگڑی تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ

کھلابٹ کے اڈہ دوڑ کے مناظرہ کے بعد (جس کی روئیداد بتفصیل پہلے اس کتاب میں آ چکی ہے) اس علاقہ کے وہابی بہت ذلیل ہو گئے۔ تو ان سب نے مل کر اپنی ساکھ بحال کرنے کو دوبارہ مولوی غلام اللہ خان کو موضع درگڑی بلانے کا پروگرام بنایا۔ اور

پھر اس کو بعض خوانین نے دعوت دے دی۔ حضرت چونکہ اپنے علاقہ پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ اور آپ کو یہ بات کسی صورت بھی نہیں بھاتی تھی۔ کہ آپ کے علاقے میں کوئی بد عقیدہ اور بد مذہب آئے تو جب حضرت کو مولوی غلام اللہ خان کے موضع درگڑی آنے کا علم ہوا۔ تو آپ مع اپنے رفقاء اور علمی کتابوں کے موضع درگڑی تشریف لے گئے اور موضع درگڑی کے کچھ لوگ آپ کو وہاں لے جانے پر باعث بھی تھے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد مناظرہ کی جگہ، موضوع اور وقت طے کرنے کے لئے آدمیوں کی ادھر ادھر آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بالآخر مناظرہ کے لئے صبح دس بجے کا ٹائم اور جائے مناظرہ مسجد مقرر ہوئی۔ مگر موضوع مناظرہ مقرر نہ ہو سکا۔ دوسرے روز وقت مقررہ پر حضرت صاحب پہلے ہی مسجد میں جا بیٹھے۔ اور پھر مولوی غلام اللہ خان اور اس کے ساتھی بھی آ گئے۔ ان کے آگے آگے مولوی محمد دین ساکن درگڑی اس کی کتابیں اٹھائے آ رہا تھا۔ جب بیٹھ گئے تو

مناظر اسلام نے مولوی غلام اللہ خان کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ یہاں پر عام مسلمانوں کی جماعت بیٹھی تھی۔ مگر تم نے السلام علیکم نہیں کہا اس کی کیا وجہ ہے

مولوی غلام اللہ خان چونکہ ہمارا اور آپ کا کفر و اسلام کا جھگڑا ہے اس لئے میں سلام نہیں دے سکتا۔ اور قاضی صاحب یہ کھلاہٹ نہیں۔ و رگڑی ہے

حضرت مناظر اسلام عوام سے مخاطب ہو کر سن لیا نا بھائیو۔ تم نے اب تو واضح ہو گیا ہے۔ کہ یہ لوگ اس عقیدہ کے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ حضرت کی اس بات کا عام لوگوں پر کافی اثر ہوا۔ پھر مولوی غلام اللہ خان سے مخاطب ہو فرمایا۔ کہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے مدد مانگنے پر گفتگو ہوئی تھی آج میں اسی مسئلہ پر مناظرہ ہو جائے۔

مولوی غلام اللہ خان آج نذر و نیاز کے مسئلہ پر گفتگو ہو گی۔ آپ لوگ گیارہویں والے پیر کی نذر مانتے ہیں۔ اور کوئی کسی کی نذر مانتا ہے پھر بکرے چھترے چڑھاوے بطور نذر دیتے ہو۔ اور یہ حرام ہے۔ کیونکہ

عبادت سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کی جائز نہیں۔

یہ دیکھئے میرے ہاتھ میں بحر الرائق فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نذر عبادت ہے اور یہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ اب میں دیکھوں گا۔ آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

مناظر اسلام بحر الرائق کے مصنف علامہ ابن نجیم مصری واقعی بڑے فقیہہ تھے۔ مگر طبقات فقہا میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے اس کے مقابلہ میں قاسم بن قطلوبغا جو کہ طبقات فقہا میں بڑا مقام رکھتے ہیں کہ ان کا تعلق طبقۂ ثالثہ مجتہد فی المسائل سے ہے۔ یہ صاحب قاضی فخر الدین المعروف بہ قاضیخان صاحب فتاویٰ اور امام ابو اللیث السمرقندی۔ اور صاحب خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہم کے ہم پلہ ہیں۔ ان سے علامہ ابن عابدین المعروف بہ علامہ شامی نے نذر کی دو قسمیں نقل فرمائی ہیں۔ نذر بمعنی عبادت اور نذر بمعنی نذرانہ و ہدیہ۔ تو نذر کی یہ دوسری قسم اولیاء اللہ کے واسطے بہ نیت ایصال ثواب جائز ہے۔

دوسرا جواب صاحب بحر الرائق کا کلام نذر بمعنی عبادت کے متعلق ہے۔ جو کہ غیر اللہ کے لئے ناجائز ہے۔

نذر کی دوسری قسم کے بارے میں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو بلا شبہ جائز ہے۔ اور یہ بات فقہاء کے اپنے کلام میں تطبیق کے طور پر کہنی پڑے گی۔ ورنہ تو کلام فقہا آپس میں متضاد ہو گا۔

چونکہ ہمارے مقابل نے نذر اولیاء کے ناجائز ہونے کے او عا پر صرف فقہاء کے کلام سے بزعم خویش دلیل پیش کی تھی۔ اس لئے ہم نے بھی فقہا ہی کا کلام اس کے مقابلے پیش کیا ہے۔ ورنہ نذر اولیاء کے جائز ہونے پر بحمد اللہ کافی دلائل موجود ہیں۔

مولوی غلام اللہ خان اولیاء اللہ کے لئے نذر و نیاز کا جائز ماننا کافرانہ عقیدہ ہے۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں۔

حضرت مناظر اسلام مولوی یا تو اپنے عقیدے پر کوئی قطعی دلیل پیش کرو

اور یا فوراً اپنے ان الفاظ کو واپس لو۔ اور خبردار کہ آئندہ بلا دلیل یونہی اہلِ ایمان کے بارے میں تمہاری زبان سے کافرانہ کلمہ نکلے۔

مولوی غلام اللہ خان میں نے صحیح کہا ہے کہ بزرگانِ دین کے لئے نذریں اور منتیں ماننے والے اور ان کے چڑھاوے دینے والے کافر ہیں۔

مؤلف حالات ابو الفتح مولوی غلام اللہ خان کا یہ کہنا تھا کہ لوگ سمجھ گئے کہ حضرت مناظر اسلام کی ضرب کاری کی تاب نہ لا کر یہ مولوی بدحواس ہو گیا اور بوکھلا گیا ہے۔ اب اس سے کوئی جواب یا دلیل تو بن نہیں رہی اور بس کافر کافر کہہ رہا ہے۔

چنانچہ باوجود ہمارے سمجھانے کے لوگ مشتعل ہو گئے اور مسجد کے برآمدے سے اٹھا کر دھکے دیتے ہوئے اس کو مسجد سے باہر نکال آئے۔

بعد میں حضرت ہنس کر فرمانے لگے۔ کہ مولوی غلام اللہ خان نے یہاں کہا تھا۔ کہ قاضی صاحب یہ کھلاہٹ نہیں ورگڑی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہاں میری جماعت زیادہ ہے۔ مگر خدا کی شان کہ کھلاہٹ میں تو ہمارے بچاؤ کی وجہ سے بچ گیا تھا۔ اور یہاں پٹ گیا۔

روئیداد مناظرہ کالرہ متصل شہر گجرات

جن دنوں حضور مدرسہ زیر اہتمام انجمن خدام الصوفیہ میں پہلی مرتبہ صدر مدرس تھے۔ یہ ۱۹۳۶ء کی بات ہے۔ تو ان دنوں رہائش مسجد بیگم پورہ (جو کہ حضرت شاہ دولہ صاحب کے مزار کے جانب جنوب واقع ہے) میں تھی۔ اور مغرب کے بعد شہر میں کسی مقام پر درس قرآن دینے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ بعد از مغرب حسب معمول درس قرآن پاک دینے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ کہ انجمن خدام الصوفیہ کے سیکرٹری احمد دین صاحب کی طرف سے اچانک ایک آدمی آ کر کہنے لگا۔ کہ کالرہ میں ایک مرزائی مناظر آیا ہوا ہے۔ اور یہیں مناظرہ کا چیلنج دے رہا ہے۔ لہٰذا وہاں حضرت صاحب کو لے جانا ہے

چنانچہ حضرت کو اطلاع دینے ایک آدمی بھیجا گیا۔ حضرت اطلاع پا کر فوراً تشریف لے آئے۔ حضرت کی ان دنوں عادت مبارکہ یہ تھی کہ مغرب کے بعد درس قرآن پاک دینے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ پھر وہاں سے واپس لوٹ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ مگر اس روز واپس آ کر فرمایا کہ اب کھانا نہیں کھاؤں گا۔ مناظرہ پہلے ہو گا۔ چنانچہ مع چند ساتھی طلباء کے موضع کالرہ تشریف لے گئے۔ ناچیز ابو الفتح ان دنوں چھوٹا ہی تھا اور حضرت کے زیر سایہ رہ کر وہیں گجرات میں زیر تعلیم تھا۔ تو یہ ناچیز بھی اس روز آپ کی معیت میں کالرہ گیا۔ وہاں پہنچ کر ایک بیٹھک میں مناظرہ کا اہتمام کیا گیا۔ وہ کمرہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا تھا۔ عشاء کے بعد مناظرہ شروع ہونے لگا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ قلم دوات اور کاغذ کا انتظام کر دو۔ تاکہ احمدی مناظر کی طرف سے جو دلائل بزعم ان کے پیش ہوں وہ نوٹ کرتے جائیں۔ اور پھر اپنے وقت میں ان کا جواب دینے میں مجھے آسانی ہو۔ حضرت کی بات سن کر وہ جسیم و ضخیم و شحیم مرزائی چلا کر بولا۔ کہ لا قلم دوات ٹوٹ جائے گی۔ یہاں مرزا غلام احمد قادیانی کا پیرو اپنا نام لے کر کہنے لگا کھڑا ہے۔ اس کے دلائل لکھنے کی کون تاب لا سکتا ہے۔ قلم دوات ٹوٹ جائے گی۔ سنا تھا کہ وہ شخص احمدیوں کا مشہور مناظر ہے۔ اور تین صد روپیہ ماہوار مرکز سے اس کو ملتے ہیں۔ اور یہ کئی عیسائیوں کو احمدی بنا چکا ہے۔ بڑا ہوشیار۔ چالاک۔ تیز زبان۔ موٹی آواز والا۔ گرج کر بولنے والا۔ فر فر آیتیں اور حدیثیں اپنے مفید مطلب پڑھنے والا آدمی تھا۔ اور حضرت بالکل سادہ وضع میں تھے۔ بہرحال حضرت کے لئے قلم دوات و کاغذ کا انتظام کر دیا گیا۔ ہر مناظر کے لئے پندرہ پندرہ منٹ ٹائم مقرر کیا گیا تھا۔ موضوع مناظرہ ختم نبوت تھا۔ احمدی مناظر نے یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور نبی کریم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور حضرت مناظر اسلام کے ذمہ اس کے دلائل کی تردید اور یہ دکھانا تھا۔ کہ نبوت حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پہلی تقریر مرزائی مناظر کی تھی۔

مرزائی مناظر نے اپنی پہلی تقریر میں ۱۷ آیتیں اور غالباً ۳۶ حدیثیں اس بات کے

ثبوت میں پڑھیں۔ کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے
فقیر ابو الفتح کو اس کے دلائل میں سے یہ ایک دلیل یاد پڑتی ہے۔ کہ اس نے اھدنا الصراط
المستقیم کو بھی بطور دلیل پڑھ کر کہا تھا۔ کہ ہم اللہ سے صراط مستقیم کی ہدایت ہر نماز میں
پانچوں وقت طلب کرتے ہیں۔ اور یہ ہدایت اللہ سے ہر زمانہ میں بذریعہ نبی ہی ملے گی۔
لہٰذا ہر زمانہ میں نبی کا پیدا ہونا کوئی بعید و غیر ممکن نہیں۔ بلکہ وہ اس ہدایت ہی کے لئے
پیدا ہو گا۔ جو کہ ضروری ہے۔ مرزائی نے بہت دھواں دھار گرج کر تقریر کی۔ ۱۵ منٹ
تقریر کرنے کے بعد مرزائی مناظر بیٹھ گیا۔

حضرت مناظر اسلام اس کی تقریر کے دوران کچھ نوٹ لگاتے رہے تھے
اب آپ کی باری تھی۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ اور بغیر
کسی کتاب کی موجودگی کے اور بغیر کسی نئے مطالعہ کے اپنے فہم خداداد سے اس کے پیش کردہ
دلائل کا رد بلیغ کرنا شروع کر دیا۔ ۱۵ منٹ کے ٹائم میں آپ نے اس کے سطحی دلائل کی
دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ اس کی پیش کردہ دلیل اھدنا الصراط المستقیم کے بارے میں فرمایا
کہ صراط مستقیم کی طرف ہدایتِ حقیقی تو ہادی حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو گی
اور ظاہری طور پر ہدایت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے دین کے عالم اور آپ کی امت کے اولیاء ہوں گے۔ یہ کیا ضروری ہے۔ کہ ہر
زمانہ میں ہدایت نیا نبی ہی آکر کرے۔ اور یہ بات اس آیت سے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ
نے اس کے دلائل کی مکمل تردید کے بعد آیت خاتم النبیین کو بھی اپنی طرف سے بطور دلیل پیش
کیا۔ آپ کی تقریر دلپذیر سے اس کی تو کمر ٹوٹ گئی۔

مرزائی مناظر جب اس کے بولنے کا وقت آیا۔ تو اسے اٹھنے کو کہا گیا۔ مگر
اس میں اٹھنے کی سکت نہ تھی۔ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا۔ اور دس منٹ
بول کر بیٹھنے لگا۔ پھر اس کو متنبہ کیا گیا کہ ابھی تمہارا ٹائم ۵ منٹ باقی ہے۔ جھنجلا کر بولا
اچھا۔ پھر اٹھا اور صرف ۳ منٹ بول کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی تقریر میں خاتم النبیین کا ترجمہ
افضل نبی کیا۔ اور اس پر کسی قدر بولا تھا۔

حضرت مناظر اسلام کی پہلی تقریر سے ہی اس کی کمر ٹوٹ گئی تھی اور مرزائی
مناظر کو اپنا بچاؤ معلوم ہو چکا تھا۔ دوسری تقریر
میں آپ نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ اور خاتم النبیین کا ترجمہ آخری نبی کر کے
اس پر کافی روشنی ڈالی۔ مرزائی مناظر سرینچا کئے چپکے سے دبا بیٹھا سنتا رہا۔ جب اس
کے بولنے کی باری آئی تو کہنے لگا اب کافی دیر ہو گئی ہے۔ اور میں نے بہت سفر کیا ہے
تھکا ہوا ہوں اس لئے اب مناظرہ صبح سات بجے یہیں ہو گا۔ حضرت نے زور دیا کہ مناظرہ
ابھی ہو یا کم از کم یہ ایک بار تو بولے۔ مگر مرزائی صاحب نے انکار کر دیا۔ بہر حال
اس وقت مناظرہ ختم کر دیا گیا۔ اور حضرت مناظر اسلام کی تقریر کا جواب مرزائی مناظر
کے ذمہ صبح پر اٹھار کھا گیا۔ اور جب صبح ہوئی تو کچھ انتظار کے بعد آدمی اسے بلانے گیا
تو معلوم ہوا کہ وہ سویا پڑا ہے۔ اس کو جگایا گیا پھر مناظرہ کے لئے کہا گیا۔ اس نے کہا کہ میں
کوئی مناظرہ کے لئے تھوڑا ہی آیا تھا۔ میں تو صرف اپنے مرزائیوں کو تبلیغ کرنے آیا ہوں میں
مناظرہ نہیں کروں گا۔ اس پر مناظرہ کے لئے زور دیا گیا مگر وہ زمین پکڑ بیٹھا۔

بالآخر حضرت مناظر اسلام کی کامیابی اور فتح کا اعلان کر دیا گیا اور کالرہ کے لوگوں نے
مناظر اسلام کے حق میں۔ فاتح مرزائیت کے نعرے لگائے۔ اور آپ فاتح کی حیثیت سے واپس
گجرات تشریف لائے

(نوٹ) اس مناظرہ کی روئیداد بہت دلچسپ تھی۔ مگر افسوس کہ اس وقت ضبط
نہیں ہو سکی۔ اور اب پورے طور پر یاد نہیں رہی۔

قدم شماری کے مناظرہ کی روئیداد ۸

(مسئلہ قدم شماری کے نیچے)

مولوی عبد المجید غیر مقلد اہل حدیث ڈھینڈہ ضلع ہزارہ کے ساتھ حضرت علامہ کا مناظرہ
کھلابٹ میں غلام حیدر خان مرحوم کے حجرہ میں لوگوں کے کافی اجتماع میں جنازہ کے ساتھ قدم شماری
(جو اس علاقہ میں مروج ہے) پر ہوا۔ ہر مناظر کے لئے دس دس منٹ ٹائم مقرر کیا گیا۔ حضرت
فرماتے تھے کہ پہلے میں نے اس کو قدم شماری کے موضوع پر پابند کرنے کے لئے یوں نہی کہا۔

کہ مناظرہ تقلید کے مسئلہ پر ہوگا۔ پھر میں تقلید کے مسئلہ پر مناظرہ کے لئے اصرار کرتا رہا۔ اور وہ قدم شماری کے مسئلہ پر۔ جب اسی اصرار و تکرار پر کچھ وقت لگ گیا تو حاضرین مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت آپ ہی قدم شماری کے موضوع کو مان لیں۔ تب میں نے کہا اچھا اگر حاضرین کی یہی خواہش ہے تو میں اسی موضوع کو مان لیتا ہوں۔ میری اس بات سے حاضرین پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے شروع ہی سے سمجھ لیا کہ مقابل مولوی کمزور ہے۔ اور ہر موضوع کو نہیں چھیڑ سکتا۔ اور مولوی عبدالمجید نے بھی اپنی اس کمزوری کو محسوس کیا۔

حضرت مناظر اسلام کی پہلی تقریر | فقہائے احناف نے کتب فقہ حنفی میں لکھا ہے۔ کہ اٹھانے والے جنازہ کو ہر جانب سے دس دس قدم اٹھائیں۔ علامہ حلبی کبیری شرح منیہ میں فرماتے ہیں۔ ویستحب ان یحملہا من کل جانب عشر خطوات۔ اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں وینبغی ان یبدء فیقدم مقدمہا فیضعہ علی یمینہ ثم مؤخرہا کذلک ثم مقدمہا علی یسارہ ثم مؤخرہا کذلک یعنی اٹھانے والا پہلے جنازہ کا اگلا حصہ اپنے داہنے کندھے پر اٹھائے پھر اس کا پچھلا حصہ اپنے داہنے کندھے پر اٹھائے۔ پھر اس کا اگلا حصہ اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے پھر پچھلا حصہ یونہی اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے۔ اب دونوں عبارتوں کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ جنازہ کو ہر جانب سے دس دس قدم بمطابق اس طریقہ کے اٹھائے اور یہی قدم شماری ہے۔

مؤلف | مذکورہ بالا دونوں عبارتیں کبیری شرح منیہ کے صفحہ ۵۸۶ پر مرقوم ہیں اور فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ کلکتہ جلد ۱ کے صفحہ ۲۲۶ پر لکھا ہے۔ کہ جنازہ کو اٹھانے میں ایک تو نفس سنت ہے۔ اور دوسری کمال سنت ہے۔ نفس سنت تو یہ ہے کہ میت کی چارپائی کو ہر طرف سے علی طریق التعاقب دس دس قدم اٹھایا جائے۔ اور کمال سنت وہ طریقہ ہے۔ جو ابھی ابھی حلبی سے نقل کیا گیا ہے۔ اور فتاویٰ قاضیخان جلد اول کے صفحہ ۲۲۴ پر ہے۔ ثم السنۃ فی حمل الجنازۃ عندنا ان یحملہا اربعۃ نفر من جوانبہا الاربع یطوف کل واحد منہم علی جوانبہا الاربع یضع مقدمہا علی یمینہ ثم

مؤخرہا علی یمینہ ثم مقدمہا علی یسارہ ثم مؤخرہا علی یسارہ روی ابو یوسف عن ابی حنیفۃ انہ فعل کذلک (انتہیٰ)

اس عبارت سے بھی قدم شماری کا پورا مروجہ طریقہ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے معلوم ہوتا ہے۔

مولوی عبدالمجید اہل حدیث | آپ نے اپنے وقت میں صرف فقہ حنفی کی کتابوں سے حوالے دئے ہیں۔ مگر یہ کوشش بے سود ہے کیونکہ فقہ کی کتابوں کی عبارتیں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ آپ کے پاس اس مسئلہ پر اگر کوئی حدیث ہے تو اس کو پیش کریں۔

اور پھر اس قسم کی باتوں میں اپنا وقت پورا کر دیا۔

مناظر اسلام | میں نے کتب فقہ حنفی کی معتبر کتب سے قدم شماری کا مروجہ طریقہ دکھایا ہے۔ اب میرے مدمقابل کے لئے دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو اس کو تسلیم کرے اور یا پھر مجتہدین کے اجتہاد کے دلیل شرعی ہونے اور مسئلہ تقلید پر بحث کرے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس مسئلہ کو پہلے منتخب کیا تھا۔

مؤلف۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں نے کچھ وقت حدیث کے پیش کرنے میں ٹال مٹول سے گذار دیا۔ اور وہ ہر بار حدیث پیش کرنے کا مطالبہ کرتا۔ اور میں صرف فقہاء کی عبارات پیش کر دیتا۔ اور میں نے اپنے مقابل کو ذرا جوش دلانے اور یہ باور کرانے کے لئے کہ میرے پاس اس مسئلہ پر کوئی حدیث نہیں ہے۔ کچھ وقت اور گذار دیا۔ اور ساتھ ہی اس کا حال لینے کو یہ بھی کہہ دیا کہ آپ کے نزدیک تو حدیثیں صرف بخاری و مسلم یا صحاح ستہ میں منحصر (بند) ہیں نا۔

مولوی عبدالمجید اہل حدیث | نے جب یقین کر لیا۔ کہ میرے پاس کسی قسم کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی حدیث میرے علم میں اس مسئلہ پر بطور دلیل پیش کی جا سکتی ہوتی تو لامحال ٹال مٹول میں اتنا وقت صرف نہ کرتا۔ تو اس نے جوش میں آ کر کہہ دیا۔ کہ کوئی حدیث پیش کرو۔ چاہے کسی کتاب کی ہو خواہ فقہ ہی کی کسی کتاب (سے) نقل کرو۔ مگر ہو حدیث تو میں فوراً مان جاؤں گا اور مناظرہ

(نوٹ) حضرت فن مناظرہ میں بہت ماہر تھے۔ اور رشیدیہ وغیرہ کتب علم مناظرہ کے مبینہ قواعد کا اجراء کرنا خوب جانتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ اصل مناظرہ مخالف سے موضوع بحث کا تعین کرانا ہی ہوتا ہے۔ تعین موضوع ذرا مشکل کام ہے۔ اس کے بعد مناظرہ تو اتنا مشکل نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ نے پوچھا۔ کہ

آپ تقلید شخصی کو شرک اور کفر یا حرام یا مکروہ، کیا کہتے ہیں۔

قاضی یوسف علی اہلحدیث | مجھ سے تقلید کے بارے قرآن کا ارشاد سنیئے دیکھیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى الرَّسُولِ الآية

ترجمہ: پھر اگر تم جھگڑ پڑو کسی چیز کے بارے میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔ یعنی متنازعہ امور کا فیصلہ قرآن و حدیث کی ہدایات کے موافق کرو۔

دیکھئے اس میں اللہ تعالیٰ نے مجتہد اور امام کی طرف جانے کو نہیں فرمایا۔ بلکہ صرف دو ہی چیزیں ہدایت کی بتائی ہیں۔ ایک قرآن اور دوسرا حدیث رسول مگر تم لوگوں نے ساتھ اماموں کا قیاس اپنی طرف سے ملالیا ہے۔ اور مجتہدوں کی تقلید کرنے لگ گئے۔ یہ قرآن کی ہدایت و ارشاد کے خلاف ہے۔

مناظر اسلام | میں نے تو آپ سے یہ پوچھا تھا۔ کہ آپ تقلید شخصی کو کیا کہتے ہیں۔ حرام یا مکروہ۔ یا اور کچھ۔ مگر بجائے اس کے کہ آپ یہ بتاتے آپ نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔

اہلحدیث مولوی | تو کیا قرآن نہ پڑھوں تو کیا پڑھوں۔

مناظر اسلام | ہاں بے شک قرآن پاک پڑھیئے اور ضرور پڑھیئے گا

مگر میری گذارش تو یہ ہے۔ کہ آپ ذرا پہلے یہ تو بتا دیں کہ آپ تقلید کو سمجھتے کیا ہیں شرک وکفر یا حرام و مکروہ۔ بس اتنی سی بات بتانے کے بعد آپ بڑے شوق سے قرآن پڑھیں اور دلیل دیں۔ دیکھئے نا دلیل تو ہوتی ہے دعوے کے بعد۔ ابھی تو آپ نے تقلید شخصی کے بارے میں دعویٰ ہی نہیں کیا۔ پھر دلیل کا ہے کی پیش کر رہے ہو۔

مؤلف حالات ابوالفتح | حضرت فرماتے تھے کہ میں تو اس سے یہ پوچھتا رہا اور وہ جب بھی بولتا تو قرآن ہاتھ میں لے کر تقلید کے خلاف بزعم خویش آیات پڑھنے اور ان کا ترجمہ کرنے لگ جاتا بہت مشکل یہ بنی کہ وہ تقلید کا حکم نہیں بتاتا تھا۔ پرانا تجربہ کار بوڑھا تھا۔ بہرحال میں نے بھی تنگ کرنا شروع کیا۔ تاکہ یہ تقلید کا اپنے خیال کے مطابق حکم بتائے۔ تاکہ مناظرہ آگے چلے کیونکہ اس کے بغیر مناظرہ آگے چل نہیں سکتا تھا۔ آخر کافی دیر کے بعد اس نے جھنجھلا کر کہا کہ تقلید شخصی حرام ہے۔ حرام ہے۔ حرام ہے۔ میں نے کہا الحمد للہ اب ٹھیک ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ میری اس گفتگو کے دوران حضرت مولانا سکندر علی صاحب موضع شاہ محمد والے بھی تشریف لے آئے تھے۔ اور میری اور اس کی گفتگو سنتے رہے میرے دل میں مولانا کا احترام تھا۔ کیونکہ مہمان اور ہم مسلک عالم تھے۔ اور میں چاہتا تھا کہ اہل حدیث کے ساتھ ان کو گفتگو کرنے کا موقع دوں۔ مگر میرا خیال یہ تھا کہ پہلے اس سے موضوع کا تعین کروالوں۔ تاکہ مولانا کے لئے اس سے گفتگو کرنا آسان ہو جائے۔ کیونکہ مولانا صاحب تو ایک اچھے عالم تھے اور بحث تو کر سکتے تھے۔ مگر تعین موضوع کے بغیر اس اہل حدیث کا قابو آنا مشکل تھا۔ اور مولانا کے لئے اس سے موضوع کا تعین کرانا آسان نہ ہوتا۔

بہرحال جب موضوع متعین ہو گیا۔ اور اس نے تقلید کو حرام حرام کہہ دیا۔ تو پھر میں نے مولانا کو اس سے گفتگو کا موقع دیا۔ مولانا نے بہت اچھی اور کامیاب گفتگو فرمائی

مولانا نے اس کے مقابلہ میں یہ آیت پڑھی۔

مولانا سکندر علی صاحب | اَطِیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم الآیۃ۔ یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور اس کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اولی الامر کا کہا مانو۔" فرمایا۔ تم تو کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کی طرف جانے سے قرآن روکتا ہے مگر یہاں تو قرآن اللہ اور اس کے رسول۔ اور اس کے بعد اولی الامر کی طرف بھی بھیج رہا ہے۔ اب بتاؤ تم کیا کہتے ہو۔

مؤلف | مولانا کی اہلحدیث مولوی سے اچھی خاصی اور کامیاب گفتگو ہوئی مگر افسوس کہ وہ پوری معلوم نہیں ہو سکی۔

بہرحال اتنا معلوم ہوا کہ مولانا نے اس سے کلام اللہ کے بارے میں ایک علمی سوال کیا تھا۔ جو کہ کلام اللہ کے لفظاً یا معنیً کے قدیم اور ازلی ہونے کے بارے میں تھا۔ سوال اد قیق اور علمی تھا۔ قاضی یوسف علی اس کا جواب نہ دے سکا۔ اور بالکل خاموش ہو گیا۔

حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ جب قاضی یوسف علی خاموش اور ناکام ہو گیا تو ہمارے مدرسہ کے ایک طالب علم نے اٹھ کر رومال سے اس کا چہرہ یہ کہتے ہوئے صاف کیا کہ چہرے پر گرد پڑ گئی ہے ذرا صاف تو کر دوں۔ والد صاحب فرماتے تھے۔ کہ اس کی اس حرکت سے میں ناراض ہوا۔ اور اس کو ڈانٹا۔ کہ آخر یہ مہمان مولوی ہے اختلاف مسلک اور چیز ہے۔ مگر تم یہ گستاخانہ حرکت کر رہے ہو۔ میری جھڑک سے وہ باز آ گیا۔ ورنہ خدا جانے کوئی اور حرکت بھی کر گزرتا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ہمیں نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔ اور لوگوں نے مبارکباد پیش کی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح کی برکت سے ہمیں فتح جلیل حاصل ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

روئیداد مناظرہ پنیاں ضلع ہزارہ ۱۱ؔ

موضع پنیاں کے عبدالغفور خان صاحب۔ حضرت والد صاحبؒ کے دوست تھے موصوف اور چند دوسرے اصحاب موضع کھلابٹ میں حضرت والد صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ کہ موضع پنیاں کا مولوی عبدالرحمٰن وہابی عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ اختلافی مسائل پر بات کرنی ہے۔ اس لئے آپ مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔ حضرت نے منظور فرما لیا۔ اور پھر چند کتابیں اور مؤلف ناچیز کو بھی ساتھ لے کر پنیاں تشریف لے گئے۔ مولوی عبدالرحمٰن کو مناظرہ کے لئے بلایا گیا۔ مگر وہ پہلے تو انکار کرتا رہا۔ بالآخر لوگوں کے مجبور کرنے پر آیا۔ یہ مولوی عبدالرحمٰن پورے علاقہ میں نامی بڑا عالم تھا۔ مگر عقیدہ وہابی تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن کو نداء یا رسول اللہ سے انکار تھا ظہر کے وقت اس کے ساتھ وہاں کی ایک مسجد میں مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔

مناظر اسلام | مولوی صاحب آپ کس مسلک سے منسلک ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن | جی میں حنفی المذہب ہوں۔

مناظر اسلام | پھر آپ یا رسول اللہ کہنے سے انکار کیوں کرتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن | اس لئے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

مناظر اسلام | مگر آپ یا رسول اللہ کہنے کو سمجھتے کیا ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن | ناجائز سمجھتا ہوں

مناظر اسلام | ناجائز کی قسموں سے کون سی قسم سمجھتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن | جی بس ناجائز کہتا ہوں۔

مناظر اسلام | آخر تفصیل بھی کیجئے نا۔ کہ آیا آپ شرک سمجھتے ہیں۔ یا کفر جانتے ہیں یا حرام کہتے ہیں۔ یا مکروہ سمجھتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن | جی حرام سمجھتا ہوں۔

مناظر اسلام | اچھا تو اس حرام سمجھنے کی آپ کے پاس کوئی دلیل بھی ہے۔ یا ویسے ہی حرام سمجھتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن | اگر آپ کے پاس اس کو جائز سمجھنے کے کچھ دلائل ہیں تو آپ بیان کریں میں سنوں گا۔ اگر ٹھیک ہوئے تو میں مان لوں گا۔

مناظر اسلام | مولوی صاحب حنفی مذہب کے اندر اصل اشیاء میں اباحت یعنی مباح ہونا ہے۔ علامہ شامی کے استاذ علامہ عبدالغنی النابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب "الصلح بین الاخوان" میں فرماتے ہیں۔

"ولیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللّٰہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ و الکراھۃ الذین لابد لھما من دلیل بل فی الاباحۃ التی ھی الاصل۔ انتہی۔

(ترجمہ) یہ احتیاط نہیں کہ بلا دلیل اپنے پاس سے کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔ اس لئے کہ حرام یا مکروہ ثابت کرنے کیلئے کسی خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ بلکہ احتیاط تو اس میں ہے کہ کسی چیز کے ناجائز ہونے کی دلیل نہ ملنے کی صورت میں اس کو مباح (جائز) سمجھا جائے۔ کیونکہ اصل یہی مباح سمجھنا ہے۔

لہٰذا فقہاء احناف کی اس تصریح کے مطابق تو "یا رسول اللہ" کہنے کے جائز ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ آپ کے پاس اس کے حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن | قرآن و حدیث سے اس کے جائز ہونے پر اگر آپ کے پاس دلائل ہوں تو وہ بیان کریں۔

مناظر اسلام | جی ہاں قرآن و حدیث بارش کی طرح اس کے جائز ہونے پر برس رہے ہیں۔ تو لیجئے سنیئے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک پارہ ۱۸۔ رکوع ۱۵۔ سورہ نور۔ میں ارشاد فرماتا ہے

لا تجعلوا دعاء الرسولِ بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔

(ترجمہ) تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو ایسا مت سمجھو۔ جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی تفسیر موضح القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "تو پکارنا مت لاقاص رسول اللہ کو چاہیئے کہ مانند آپس کے نہ ہو وے کہ اکیلا نام لو تم بلکہ چاہیئے کہ از روئے تعظیم کے ہو وے۔ جیسے کہ یا رسول اللہ۔ یا نبی اللہ۔ اس واسطے کہ خدا نے سب پیغمبروں کو ساتھ نشان ندائے خطاب کیا ہے۔ اور حبیب اپنے کو ساتھ ندائے کرامت کے

یا آدم است. با پدر انبیاء خطاب　　یا ایہا النبی خطاب محمد است

دیکھئے یہ وہی شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی ہیں۔ جن کو مختاری یا دوری کے دیوبندی بھائی بہت بڑا مانتے ہیں۔

(۲) درس نظامی کی مشہور تفسیر تفسیر جلالین میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

بان تقولوا یا محمد بل قولوا یا نبی اللّٰہ یا رسول اللّٰہ فی لین و تواضع و خفض صوت۔ تفسیر جلالین جلد ثانی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۵۔ (ترجمہ) نرمی، عاجزی اور لطیف آواز میں یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔

(۳) اور تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ قال الضحاک عن ابن عباسؓ کانوا یقولون یا محمدﷺ یا ابا القاسم فنہاھم اللّٰہ عزوجل من ذلک اعظاماً"

لنبیہم صلی اللہ علیہ وسلم قال فقولوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ وھذا قال مجاھد و سعید بن جبیر۔ انتہی

(ترجمہ) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ لوگ یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کے پیش نظر ان کو ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا کہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہا کرو۔ یونہی حضرت مجاہد (تابعی) اور سعید بن جبیر سے منقول ہے۔

(تفسیر ابن کثیر۔ جزء سادس مطبوعہ مطبعۃ المنار مصر صفحہ ۱۵۲ سطر ۶) ان تفاسیر کے علاوہ تفسیر خازن جلد ۵ مطبوعہ مصر صفحہ ۷۶ سطر ۱۰۔ اور تفسیر معالم التنزیل برحاشیہ تفسیر خازن مطبوعہ مصر صفحہ ۷۷۔ سطر ۳۔ اور تفسیر درمنثور۔ اور تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی جلد دوم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۳۲۔ سطر ۱۔ اور تفسیر کبیر للامام الرازی رحمۃ اللہ علیہ جلد ششم صفحہ ۳۱۰ سطر ۳۔ اور تفسیر بیضاوی، وغیرہا نے بھی بالاتفاق یونہی لکھا ہے۔

مؤلف ابوالفتح | حضرت صاحب نے اس وقت ان تمام کتابوں کی عبارتیں پڑھی تھیں۔ مگر ہم نے اختصاراً صرف ناموں پر اکتفا کیا ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن | اس سے تو حضور کا نام لے کر پکارنا اور یا محمد کہنا ممنوع ثابت ہوا۔ حالانکہ لوگ یا محمد کہہ کر بھی پکارا کرتے ہیں۔ کیا آپ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

(۲) دوسری بات کہ اس سے آپ کی زندگی میں یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا معلوم ہوتا ہے۔ نہ کہ بعد وصال کے۔

(۳) تیسری بات یہ کہ اس سے تو آپ کے قریب رہ کر حرف یا سے پکارنا معلوم ہوا۔ نہ کہ دور سے (لفظ یا) سے قریب والوں کو ہی پکارا جاتا ہے

ان تین باتوں کا جواب دیجئے۔

حضرت مناظر اسلام | الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہٖ و علیٰ اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

پہلی بات کا جواب:۔ مولانا عبدالعلیم لکھنوی نے اپنی کتاب "نور الایمان" میں فرمایا ہے۔ کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عامیانہ طور پر خصوصی تعظیم کے ارادہ کے بغیر بے باکی اور لاپرواہی سے یا محمد کہنا منع ہے۔ لیکن اگر بارادۂ تعظیم یا محمد کہا جائے تو یہ منع نہیں ہے۔ بلکہ روایات سے ثابت ہے۔ اور یہ تفریق قرآن پاک کی اسی پیش نظر آیت کے ان الفاظ سے مستنبط ہوئی۔ کدعاء بعضکم بعضاً یہ تشبیہ ہی بتاتی ہے۔ کہ مطلقاً نام لے کر پکارنے سے منع نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ اس پکارنے سے منع کیا جا رہا ہے۔ جو کہ عام طور پر ایک دوسرے کو پکارنے کی طرح ہو۔ اور عام طور پر تو بلا ارادۂ تعظیم لاپرواہی اور بے باکی سے پکارا جاتا ہے لہٰذا اس قسم کا پکارنا منع ہوا ہے۔ نہ کہ مطلقاً نام لے کر پکارنا خواہ تعظیم و توقیر سے ہو۔

دیکھئے میں حدیث بتاتا ہوں جس میں آقائے نامدار حبیب کردگار مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا محمد کہنے اور پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ، نسائیؒ و ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ اور حاکم محدثؒ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس کو ملتوی رکھوں تاکہ آخرت میں کام آجائے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ رجب میں اپنے بندے کو حبیبتیہ پر مبتلا کر دیتا ہوں۔ یعنی آنکھوں سے اس کو معذور

کر دیتا ہوں۔ اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کے عوض میں اس کو جنت دیتا ہوں)
اور اگر تو چاہے تو میں دعا کروں۔ اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجیے۔ آپ نے
اس کو حکم دیا۔ کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور ۲ رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا
کرے۔ " اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ
نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ
لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ (ترجمہ) اے اللہ میں آپ سے درخواست
کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ (حضرت) محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) نبی رحمت کے **یا محمد** میں آپ کے وسیلہ سے اپنی حاجت میں
اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ پوری ہو جائے۔ اے اللہ حضور کی شفاعت
میرے حق میں قبول کیجئے "

اسناد حدیث:۔ اب پہلے اس پیش کردہ حدیث کے کی صحت کے بارے
محدثین کی تحقیق پیش کرتا ہوں کہ وہ یہ حدیث مسند صحیح ہے۔ اس کی روایت کی
تصحیح حفاظ حدیث میں سے ایک بڑی جماعت نے کی ہے۔ جن کی تعداد پندرہ تک
ہے۔ مگر امام ترمذیؒ ابن حبانؒ۔ طبرانیؒ۔ محدث ابو نعیمؒ۔ محدث حاکمؒ۔ محدث
بیہقیؒ۔ اور امام منذری خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ امام ترمذی نے اس کے بارے
میں فرمایا۔ "ھذا حدیث حسن صحیح"۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو امام احمد
کی سند کے سوا دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ اور امام نسائی نے تیسری سند
کے ساتھ اور بیہقی اور محدث حاکم نے چوتھی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے
اور برہان حلبی نے متعدد طرق سے روایت کیا اور محدث ابو نعیم نے کتاب معرفۃ الصحابہ
میں روایت کیا ہے۔

نتیجہ:۔ اب اس حدیث سے یا محمد کہنے اور پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور
وہ بھی غائبانہ۔ کیونکہ اس نابینا صحابی نے حضور کی جناب سے رخصت ہو کر اپنی جگہ

جاکر یہ نماز پڑھی تھی۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ اس دعا کا پڑھنا اس نابینا صحابی کے ساتھ
خاص نہ تھا۔ بلکہ صحابہ نے اس کی عام اجازت سمجھی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عثمان بن عفان خلیفہ سوم (عثمان غنی)
رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کی غرض سے آتا جاتا رہا مگر آپ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے
اور نہ ہی اس کی ضرورت پر نظر ڈالتے اس نے عثمان بن حُنیف کے پاس جاکر اس بات کی
شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے وضو کر پھر مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھ پھر
یہ دعا پڑھ (یہی مذکورہ بالا دعا) پڑھ۔ چنانچہ جب اس شخص نے یہ دعا پڑھی اور پھر حضرت
عثمان غنی کے پاس گیا تو دربان اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان غنی خلیفۃ المسلمین کے
پاس لے گیا۔ اور حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ اور اس سے اس کی
ضرورت کے بارے میں پوچھا اس نے اپنی ضرورت بتا دی تو آپ نے اس کی ضرورت پوری
کر دی۔ نیز فرمایا آئندہ جو ضرورت ہوا کرے بتا دیا کرو۔ پھر وہ آدمی وہاں سے
نکل کر حضرت ابن حنیفؓ سے ملا اور کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ
آپ نے میرے حق میں حضرت عثمان غنیؓ سے سفارش فرمائی ہے۔ حضرت ابن حنیف
نے فرمایا میں نے ان کی خدمت میں کوئی سفارش نہیں کی ہاں البتہ میں نے تجھ کو وہ دعا
سکھلا دی تھی جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو سکھلائی تھی۔ اور خدا کی
قسم ابھی ہم وہاں سے علیحدہ بھی نہ ہوئے تھے اور باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا (وہ
دعا پڑھ کر) آنکھوں والا بن کر آگیا۔ ایسا کہ گویا اس کو کبھی نابینائی کا عارضہ ہوا
ہی نہ تھا۔

نتیجہ:۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارنے کی لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ معلوم
ہوا کہ بارادہ تعظیم یا محمد کہنا جائز اور ثابت ہے۔

تیسری دلیل اور سنیئے کتاب الشفا القاضی عیاض المالکی الجلد ثانی کے

ص۱۱۸ پر ہے۔ رُوِیَ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خَدِرَتْ رِجْلُہٗ فَقِیْلَ لَہٗ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ یَزِلْ عَنْکَ فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاہُ فَانْتَشَرَتْ (انتہیٰ) (ترجمہ) حضرت ابن عمر (صحابی) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کا پاؤں سن ہو گیا آپ سے کسی نے کہا کہ تمام لوگوں میں سے جو آپ کو محبوب تر ہے اس کو یاد کرو مرض جاتا رہے گا۔ تو آپ چلائے یا محمداہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ کا پاؤں کھل گیا۔

نتیجہ اس روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کہہ کر پکارنا ثابت ہوا۔ اور علامہ شہاب الدین الخفاجی نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض" میں فرماتے ہیں۔ وَقَدْ رُوِیَ مِثْلُہٗ لِابْنِ عَبَّاسٍ وَذَکَرَہُ النَّوَوِیْ فِیْ اذکارہٖ وَرُوِیَ اَیْضًا عَنْ غَیْرِ ھِمَا وَھٰذَا مِمَّا تَعَاھَدَ لَہٗ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ (ترجمہ) اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا گیا ہے (کہ انہوں نے بھی بوقت تکلیف و مصیبت یا محمد کہہ کر پکارا) اور امام نووی نے اس کو کتاب الاذکار میں ذکر کیا ہے۔ اور بوقت مصیبت و مرض یا محمد کہہ کر پکارنا ان دو صحابیوں کے علاوہ اوروں سے بھی مروی ہے۔ نیز یہ وہ استغاثہ ہے کہ مدینہ کے لوگ اس کے عادی ہیں۔ یعنی مدینہ کے لوگوں کی عادت ہے کہ بوقت مصیبت و حاجت یا محمد کہہ کر فریاد کرتے ہیں۔

چوتھی دلیل تاریخ ابن جریر میں لکھا ہے۔ اِنَّ الصَّحَابَۃَ بَعْدَ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، کَانَ شِعَارُھُمْ فِی الْحَرْبِ یَا مُحَمَّد۔ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنگ کے موقعہ پر یا محمد کہہ کر فریاد کرنے کا صحابہ کرام میں رواج تھا"۔ اور ایک روایت میں ہے کہ غزوہ یرموک کے موقعہ پر جب حملہ ہوا تو ہزاروں صحابی یا محمد امت امت کے نعرے لگا رہے تھے۔

پانچویں دلیل فتوح الشام کے ص۲۹۰ پر لکھا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے قنسرین سے کعب بن حمزہ کو بارادہ جنگ ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ کعب بن حمزہ کی جنگ یوقنا سے ہوئی۔ یوقنا کے پانچ ہزار سپاہی تھے۔ جنگ ہو رہی تھی کہ پانچ ہزار کفار دوسری طرف سے مسلمانوں پر آپڑے اب دس ہزار کفار سے ایک ہزار مسلمانوں کا مقابلہ ہو رہا ہے مسلمان جانبازیاں کر رہے ہیں اور بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ اور کعب بن حمزہ سپہ سالارِ لشکر نہایت بے آرام اور بے چین ہو کر آواز دیتے تھے یا محمد یا نصر اللہ انزل (اے محمد اے اللہ کی مدد یہاں اتر آ) اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے تھے۔ اے مسلمانو! کفار کے مقابلے میں ڈٹے رہو بس یہ تھوڑا سا سختی کا وقت ہے آخر تم ہی غالب ہو گے۔

نتیجہ اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام بوقت مصیبت یا محمد کہہ کر فریاد کیا کرتے تھے۔ تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ یا محمد کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا تعظیم کے ارادے اور عشق و محبت سے جائز اور ثابت ہے۔

یہ تو تھی گفتگو یا محمد کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کے بارے میں اور بالخصوص اسم پاک سے ندا کرتے ہیں۔ اور اصل مسئلہ جو چل رہا تھا وہ یہ تھا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حرف (یا) سے پکارا جا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ میرا موقف یہ تھا کہ ہاں ہاں ضرور پکارا جا سکتا ہے۔ اور اس پر کئی دلائل قائم کر چکا ہوں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے اہل ایمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دور میں پکارتے چلے آ رہے ہیں۔

(۱) اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ (شعر)

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما۔ بلطف خود سر و سامانِ جمع بے سر و پا کن

(۲) حضرت شاہ ابوالمعالیؒ فرماتے ہیں۔ (شعر)

گر نبودے یا رسول اللہ، ذات پاک تو۔ ہیچ پیغمبر نہ بردے دولت پیغمبری

(۳) اور حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ (شعر)

چو وصفت کند سعدیِ ناتمام علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام (بوستان ص۳)

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے قصیدہ الطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں فرماتے ہیں۔

وصلّی علیک اللہ یا خیر خلقہٖ ویا خیر مامولٍ ویا خیر واھب
ویا خیر من یرجیٰ لکشف رزیۃٍ ومن جودہٗ قد فاق جود السحائب
وانت مجیری من ھجوم ملمّۃٍ اذا انشبت فی القلب شر المخالب

(الطیب النغم فصل یازدہم در ابتہال بجناب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: اے ساری مخلوق سے بہتر، خدا آپ پر رحمت بھیجے، اے سب سے بڑھ کر امیدوں کے سہارے۔ اے سب سے بڑھ کر بخشنے والے۔ اے مصیبتوں کے دور کرنے کے واسطے بہترین امیدگاہ۔ جن کی سخاوت بارش کے قطروں سے بھی فوقیت لے گئی۔ اور جس وقت مصیبتوں کا سخت پنجہ میرے دل کو آکر پکڑے تو آپ مجھے بلیات کے ہجوم سے بچانے والے ہیں۔

(الطیب النغم گیارہویں فصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی درگاہ عالیہ میں فریاد کرنے میں)

(۵) اور یہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے قصیدہ ہمزیہ میں فرماتے ہیں

یُنَادِیْ ضَارِعًا بِخُضُوْعِ قَلْبٍ ⁂ وَذُلٍّ وَابْتِهَالٍ وَالْتِجَاءٍ
رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا خَیْرَ الْبَرَایَا ⁂ نَوَالَکَ اَبْتَغِیْ یَوْمَ الْقَضَاءِ
اِذَا مَاحَلَّ خَطْبٌ مُّدْلَھِمٌّ ⁂ فَاَنْتَ الْحِصْنُ مِنْ کُلِّ الْبَلَاءِ
اِلَیْکَ تَوَجُّھِیْ وَبِکَ اسْتِنَادِیْ ⁂ وَفِیْکَ مَطَامِعِیْ وَبِکَ ارْتِجَائِیْ

(ترجمہ) زار و ذلیل شکستہ دل بے چین ہو کر اخلاص قلبی کے ساتھ مناجات اور پناہ لینے میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پکارے **یا رسول اللہ**

یا خیر خلق اللہ میں آپ کی بخشش مانگتا ہوں۔ اس فیصلہ کے دن جب کہ سخت مصیبت ہوگی۔ تو آپ ہی ہر بلا سے پناہ ہیں۔ آپ ہی کی طرف میری توجہ اور رخ ہے اور آپ ہی پر مجھے تکیہ اور بھروسہ ہے۔ اور تمام امیدیں آپ ہی کی ذات والاصفات سے وابستہ ہیں۔

(۶) اور حضرت شمس تبریزی فرماتے ہیں۔ **یا رسول اللہ** حبیبِ خالقِ یکتا توئی بر گزیدہ ذوالجلال پاک و بے ہمتا توئی۔

یا رسول اللہ تو دانی امتانت عاجز اند عاجزاں را رہنما و جملہ را ماوی توئی

(۷) اور عارف باللہ مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ز مہجوری برآمد جانِ عالم ⁂ ترحم **یا نبی اللہ** ترحم

(۸) اور حضرت شیخ شرف الدین البوصیری بحالت مرضِ فالج عرض کرتے ہیں

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ ! سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

(قصیدہ بردہ)

(ترجمہ) اے اللہ کے رسول جب مصیبت آجائے۔ تو آپ کے سوا کون ہے پناہ دینے والا۔

(۹) مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمیہ میں لکھتے ہیں۔

گر جواب دیا بے کسوں کو تو نے بھی ⁂ تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار
کرے زدن جرم کے آگے یہ نام کا اسلام ⁂ کرے گا یا نبی اللہ کیا میری یہ پکار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا ⁂ نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمیہ مطبوعہ مراد آباد ص۸)

(۱۰) اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ دیوبندی علماء کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی محمد قاسم نانوتوی کے مرشد تھے فرماتے ہیں۔

گرچہ ہوں ناقابل ولاں کے پر امید ہے تم سے ⁂ کہ پھر مجھ کو مدینہ میں بلا لو یا رسول اللہ

پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر میری کشتی کنارے پر لگا دو یا رسول اللہ
پھنسا کر دام عشق میں امداد عاجز کو بس اب قید دو عالم سے چھڑا دو یا رسول اللہ
۱۲) اور غیر مقلدین (اہلحدیث) کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھوپالی قصیدہ عنبریہ میں لکھتے ہیں۔

مَالِیْ وَرَائَکَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمَنْ ۔ یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ بُکَائِیْ

(ترجمہ) یا رحمۃ للعلمین آپ کے سوا میرا کوئی فریاد رس نہیں ہے سو رحم فرمائیے اور میرا رونا دیکھئے۔

میں نے متعدد دلائل اور تائیدات سے یا رسول اللہ کہنے کے جواز کا ثبوت دیا ہے۔ اب میں فریق مخالف کو موقعہ دیتا ہوں کہ وہ کچھ بیان کرے۔

مولوی عبدالرحمٰن دیوبندی آپ نے تو شعر و اشعار سے یا رسول اللہ کہنا جائز ثابت کیا ہے۔ مگر قرآن تو اس سے منع کرتا ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَى الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ○ (پارہ ۱۳۔ ع)

(ترجمہ) اور وہ لوگ جو بلاتے اور پکارتے ہیں اللہ کے سوا دوسروں کو وہ پکارے جانے والے ان کی بات نہیں سنتے اور ان کی حاجت روائی نہیں کرتے ذرا بھی ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی پیاسا اپنے دونوں ہاتھ کنوئیں کے پانی کی طرف پھیلائے تاکہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پہنچ نہیں سکتا۔ اور کافروں کی پکار تو بس رائیگاں ہی ہے" دیکھیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتلا دیا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنا بے فائدہ اور فضول ہے۔ اور غیر اللہ کو پکارنے والوں کو کافر قرار دیا ہے پھر کون مسلمان ہے جو اللہ کی مخالفت کر کے دوسروں کو پکارتا پھرے۔ اور بھی بہت سی آیات میں غیر اللہ کو پکارنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

مناظر اسلام میرے مدمقابل مولوی صاحب نے اب صحیح طور پر اپنے پر پرزے نکالے ہیں۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ سامنے قاضی کھلاڑی بیٹھا ہے۔ یہ قرآن کے ترجمہ میں دھوکہ ہونے نہیں دے گا۔ لوگو تم بھی غور سے سنو اور مولوی بھی۔

میرے مدمقابل کی اس پیش کردہ آیت کی تفسیر میں تفسیر جلالین مطبوعہ صفدری بمبئی ص ۱۳۲ کے سطر ۱۲ پر لکھا ہے "والذین یدعون بالیاء و التاء یعبدون من دونہ ای غیرہ وھم الاصنام، یعنی جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور غیر اللہ سے مراد بت ہیں۔ اور تفسیر خازن جلد چہارم ص ۵ سطر ۱۴ مطبوعہ مصر ۱۳۳۱ھ میں بھی یونہی لکھا ہے۔ اور یونہی دوسری تفاسیر میں مخالف کی پیش کردہ آیت کا مطلب یہ بتایا ہے۔ کہ جو لوگ بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہی کی قباحت بیان فرمائی ہے اب اس آیت کو مسئلہ ندا یا رسول اللہ سے کیا تعلق ہے۔ اور اگر مولوی صاحب کے پاس بھی اپنے مفید مدعا کے کچھ تفسیری حوالے ہوں تو وہ دکھائیں۔

مولوی عبدالرحمٰن دیوبندی میں نے ساری عمر رام پور (ہندوستان) میں گذاری ہے اور میری تمام کتابیں اب وہیں پڑی ہیں ورنہ میں بھی ان سے حوالے دیتا۔

مناظر اسلام مناظرہ تو یہاں کرتے ہو اور کتابیں رام پور (ہندوستان) میں رکھتے ہو۔ کیا خوب، سبحان اللہ نہیں جواب تمہارا بھی۔

مولوی عبدالرحمٰن دیوبندی اگر یا رسول اللہ کہنے کے جائز ہونے پر اور کوئی عام فہم دلیل آپ کے پاس ہو تو وہ بیان کریں۔

مناظر اسلام ماشاء اللہ۔ لیجئے۔ نماز کے قعدہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کے اندر نمازی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ

میں السلام علیک ایھا النبی کے الفاظ کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے۔ اور ایھا النبی میں بھی خطاب اور ندا ہے۔ جیسے یارسول اللہ میں نداء ہے۔ تو نمازی عین نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نداء یارسول اللہ ناجائز تو کیا سوتی یہ تو نماز کے اندر داخل ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن الدیوبندی یہ تو کوئی دلیل نہیں کیونکہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان الفاظ کے ساتھ ندا کی تھی۔ اب ہم بطور حکایت اور خبر کے شب معراج کی ندا سے ایھا النبی پڑھ دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یوں کہا تھا اور خود اپنی طرف سے نداء تھوڑی ہی کرتے ہیں۔

مناظر اسلام یہ غلط ہے کہ ہم التحیات میں حکایت وخبر کے طور پر ندا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ تو انشاء ہے اور ہم اب اپنی طرف سے ندا کرتے ہیں۔ تم نے تو اپنے ادعا پر کوئی دلیل نہیں دی لو مجھ سے سنو۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے رد المحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی جلد اول میں لکھا ہے کہ یہ "السلام علیک ایھا النبی" کا جملہ انشائیہ جملہ ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن الدیوبندی میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں اگر آپ نے اس کا تسلی بخش جواب دے دیا تو میں ندا یارسول اللہ کو تسلیم کر لوں گا۔ ستر سالہ مہندی لگانے والے سرخ ریش بوڑھے نے یہ آخری سوال کیا کہ بخاری شریف جلد ثانی مطبوعہ کرزن دہلی صفحہ ۹۲۶ باب الاخذ بالیدین میں سیف بن سلیمان کے طریق سے عبداللہ بن مسعود صحابی سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عین حیات تو ہم السلام علیک ایھا النبی پڑھتے رہے۔ فلما قبض قلنا السلام علیٰ یعنی علی النبی پڑھنا شروع کر دیا۔

اب اس روایت کی رو سے حضور کے وصال کے بعد السلام علیک ایھا النبی

والی التحیات ہی سرے سے ثابت نہیں چہ جائیکہ اس پر قیاس کر کے ہمیشہ کے لئے نداء یارسول اللہ ثابت ہو۔

مناظر اسلام التحیات سے لے کر عبدہ ورسولہ تک یہ ساری عبارت تشہد ابن مسعود سے جو بائیس وجوہات کی بنا پر ۲۴ تشہدات مختلفہ پر راجح ہے۔ حضرت حقیف کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں التحیات کی عبارت کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابن مسعود کے تشہد کو لازم پکڑو (مسند امام اعظم حاشیہ صفحہ) اور جامع ترمذی شریف میں ہے (عربی عبارت کا ترجمہ) ابن مسعودؓ کی حدیث کئی طریق سے روایت کی گئی ہے۔ اور وہ التحیات کی عبارت میں اصح الاحادیث ہے۔ اس پر اکثر اہل علم صحابہ اور ان کے بعد تابعین کا عمل ہے۔ اور یہی قول سفیان الثوری اور عبداللہ بن مبارک، اور امام احمد، اور محدث اسحٰق کا ہے (جامع ترمذی)

نتیجہ:۔ اب دیکھئے کہ السلام علیک ایھا النبی والی التحیات کی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاکید فرما رہے ہیں۔ اور صحابہ وتابعین کا اس پر عمل ہے۔ اور امام مسلم فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں کا ابن مسعود کے تشہد پر اجماع ہے۔ اور جب باقی سب عبارت پر اجماع ہے تو علیک ایھا النبی پر بھی اجماع ہوا۔ اور امام محمد نے یہ حدیث تشہد عن ابی وائل بن عبد اللہ کے طریق سے روایت کر کے لکھا ہے۔ کہ عبداللہ بن مسعود اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اس تشہد میں کوئی حرف گھٹایا یا بڑھایا جائے (انتہیٰ) اور یہ بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد اس طرح سکھلائی جس طرح حضور مجھے قرآن پاک کی سورۃ کی تعلیم فرمایا کرتے تھے (بخاری باب الاخذ بالیدین جلد ثانی صفحہ ۹۲۶)

تو التحیات کے ایک ایک حرف کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تاکید ہے

اور اس پر صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کا تعامل رہا ہے۔ اور علیک ایھا النبی ہی نماز میں پڑھتے آئے۔ رہا ابن مسعود کا یہ قول کہ حضور کے وصال کے بعد ہم السلام علیک علی النبی پڑھتے تھے۔ تو سب جماعتوں کے مانتے ہوئے محدث حضرت ملا علی حنفی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کے قول کا یہ جملہ کہ "حضور کے وصال کے بعد ہم السلام علیک علی النبی پڑھتے تھے" ابو عوانہ کی روایت ہے اور بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے۔ بخاری نے بیان کر دیا ہے کہ السلام علی النبی کہنا ابن مسعود کا قول نہیں ہے۔ بلکہ راوی کا فہم ہے۔ اور بخاری کی روایت میں جو ابن مسعود کا قول مروی ہے کہ حضور کے وصال کے بعد ہم السلام علی النبی پڑھتے تھے" اس میں دو احتمال ہیں ۱؎ یہ کہ ابن مسعود کی اس سے مراد یہ ہے کہ حضور کے وصال کے بعد بھی ہم اسی سلام پر قائم رہے۔ جو حضور علیہ السلام کی زندگی میں معمول تھا۔ اور ۲؎ دوسرا احتمال یہ کہ ہم نے خطاب چھوڑ دیا۔ اور اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور جب دوسرا احتمال متعین نہیں تو پھر بخاری کی عبارت سے استدلال بھی صحیح نہیں۔ نیز التحیات کی روایت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عمر ابن عمر۔ حضرت جابر، ابو موسیٰ اشعری۔ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ اور سب میں الفاظ السلام علیک ایھا النبی ہیں۔ اور عبداللہ رضی سے حضرت شقیق، اور علقمہ اور اسود اور ابو الاحوص اور ابو عبیدہ اور عبداللہ بن سخبرہ سب روایت کرتے ہیں۔ اور عبداللہ بن سخبرہ سے اعمش اور سیف بن سلیمان روایت کرتے ہیں اور اعمش کی روایت میں یہ فقرہ نہیں ہے۔ صرف سیف کی روایت میں ہے۔ اور سیف اگرچہ ثقہ ہے لیکن یحییٰ بن معین محدث اس کو قدری فرماتے ہیں (یعنی فرقہ قدریہ سے تھا اور یہ فرقہ انسان کے افعال کا خالق انسان ہی کو سمجھتا ہے اس لئے گمراہ ہے اور جب تمام صحابہ سے طبقہ بعد طبقہ اس وقت وہی تعلیم بصیغہ خطاب چلی آئی ہے۔ حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بجز اس روایت کے

جو کہ سیف سے ہے۔ بلفظ خطاب ہی مروی ہے۔ تو روایت سیف معمول بہا نہ ہوگی کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ اور صحابی کا قول جبکہ سنت کے خلاف ہو حجت نہیں ہوتا۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں، کہ فروع میں مقرر ہو چکا ہے کہ السلام علیک ایھا النبی ہی کہا جائے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کہا جائے۔ کیونکہ اس میں حضور کی تعلیم اور امر کا اتباع ہے۔ (زرقانی شرح مؤطا)

اعتراض :- یہاں پر یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے۔ کہ حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ السلام علی النبی والی التحیات بغیر صیغہ خطاب کے پڑھا کرتے تھے۔

جواب :- مگر اس کا جواب بھی یہی ہے کہ کسی صحابی کا قول یا فعل مقابلے سنت اور حدیث مرفوع کے حجت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلا صیغہ خطاب والی التحیات کے قائل نہیں۔ حالانکہ حضرت نافع سے عبداللہ بن عمر والی التحیات کے راوی خود امام مالک ہیں۔ بہر حال یہ صیغہ خطاب والی التحیات ہی معمول بہا ہے۔ اور اسی پر سب کا اتفاق ہے۔

مؤلف حالات

حضرت مناظر اسلام کی اس شافی و کافی عالمانہ و فاضلانہ تقریر کے بعد مولوی عبدالرحمٰن دیوبندی سے نداء یارسول اللہ کے بارے پوچھا گیا۔ تو اس نے برملا لوگوں کے مجمع میں کہا کہ حضرت قاضی صاحب نے اس مسئلہ پر اچھے دلائل دئے ہیں اس لئے میں اس کو تسلیم کرتا ہوں اب نعرہ تکبیر اللہ اکبر اور نعرہ رسالت یارسول اللہ۔ اور مناظر اسلام علامہ زماں، محدث دوراں کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے۔ اور حضرت کے ادب سے ہاتھ چومے گئے۔

پھر لوگوں نے ہمیں ، ہی پنیاں میں رات کو ٹھہرا لیا۔ اور جلسہ کا اہتمام کیا۔ یہ جلسہ ہائی سکول پنیاں کی گراؤنڈ میں منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مناظر اسلام کی

تقریر کے علاوہ مؤلف حالات ابوالفتح غلام محمود کی کامیاب تقریر ہوئی لوگوں نے واہ تحسین وآفرین دی۔ اور مولوی غلام ربانی صاحب چنیہ پنڈ والوں کی تقریر بھی ہوئی اور بخیر وخوبی صلوٰۃ وسلام پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ اہالیانِ پنیاں اب تک اس مناظرہ کو یاد کر کے داد تحسین دیتے اور حضرت کے کمالات کا اعتراف کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس مردِ مومن، مخلصِ کامل پر جس نے فی سبیل اللہ بغیر کسی قسم کا معاوضہ لئے دین رسول اور عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ وعظ کئے۔ مناظرے کئے سفر کئے۔ اور دینِ حق کو پھیلایا۔ عظمتِ مصطفےٰ کے ڈنکے بجوائے۔

فقیر سراپا پر تقصیر ابوالفتح کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعلینِ مصطفےٰ کی خاک کے صدقے۔ میں حضرت قاضی صاحب کو اُس عالم میں تاجِ شاہانہ پہنائے۔ آمین اور اس فقیر بے نوا سراپا گدا ابوالفتح کو حضرت کے اخلاص کے صدقے بخش دے۔ اور ہر طرح سلامتی نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دیکھا گیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب مطالعہ پختہ ہو جائے۔ تو بیان کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ بلکہ آدمی بڑی آسانی سے کتاب کا خلاصہ بیان کر سکتا ہے۔ مگر اس کام کے لئے اچھی خاصی محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔

میں نے والد مرحوم سے اکثر کتابیں اسی طریقہ سے پڑھیں۔ اور بہت تھوڑی مدت میں کامیابی ہوئی۔ آپ کو کتاب کا ترجمہ کرتے بہت کم دیکھا گیا اور اس کو کچھ اچھا بھی نہ سمجھتے تھے۔

۱۱ قرأۃ قرآن مجید کے اوپر اجرت لینے پر مناظرہ

ہمارے دادا صاحب نے زندگی کے آخری دنوں میں یہ مسئلہ بیان فرمایا تھا۔ کہ قرأتِ قرآن مجید پر اجرت ومعاوضہ لینا ٹھیک نہیں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے

اِقرؤوا القرآن وَلا تَاکلوا بہٖ شیئًا۔ یعنی قرآن پڑھو لیکن اس کے عوض میں کچھ نہ کھاؤ اس مسئلہ کے بیان کرنے کے بعد دنیا سے وصال فرما گئے۔

ان کی وفات کے بعد دو مولویوں کے شورش اٹھانے پر والد مرحوم نے ان سے مناظرہ کیا کہ جس میں انہیں شکست فاش ہوئی۔ اور وہ بے حد نادم ہوئے میں نے والد صاحب سے سنا کہ اس مناظرہ میں حرف باء پر بحث ہوئی جو کہ حدیث مذکور "لا تاکلوا بہ" میں آئی ہے۔ حضرت مناظر اسلام کا موقف یہ تھا کہ حدیث میں باء عوض اور مقابلہ کی ہے اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہوں گے کہ قرآن پڑھو اور اس کے عوض کچھ نہ کھاؤ۔ مناظرہ میں مخالفین کو بری طرح ناکامی ہوئی آخر لوگ انہیں مارنے پر تیار ہوگئے بڑی مشکل سے حضرت نے لوگوں کو فساد کرنے سے روکا۔ اب یہ اچھی طرح یاد نہیں کہ یہ مناظرہ کہاں ہوا۔ موضع واڑی میں یا موضع پھلدھاریں ہوا۔ بہر حال فریق مخالف بری طرح ناکام ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو کامیابی نصیب فرمائی۔

ہمارے آبائی گاؤں موضع کھلابٹ میں خوانین کے متمول گھرانے میں ایک خان مہدی زمان خان۔ جو کہ سخت غیر مقلد واہل حدیث ہے۔ اور پڑھا لکھا مولوی ہے۔ اس کو وہابیت اپنے نانا اور والدہ سے ورثہ میں ملی ہے۔ اپنے مسلک کے مطابق اختلافی مسائل میں وسیع معلومات رکھتا ہے۔ بالخصوص فنِ حدیث میں اسناد اور راویوں کے بارے میں اس کو کافی معلومات ہیں۔ ہمارے علماء کرام چونکہ عموماً فن حدیث کی ان معلومات سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ یا وافر حصہ نہیں رکھتے۔ اس لئے مہدی زمان خان مذکور کے ساتھ ہر عالم مسائل متنازعہ فیہا پر گفتگو نہیں کر سکتا۔ خان مذکور کی اہل حدیث مولوی ہر جگہ پورے ملک پاکستان میں قدر کرتے ہیں۔ وہ اپنے مسلک کے لوگوں کی درہمے سخنے ہر طرح کی مدد کرتا ہے۔ اہل حدیث جلسوں میں اس کی تقریر بلکہ صدارت تک رکھتے ہیں۔ جہلم شہر میں بھی کئی دفعہ اہل حدیث کے جلسوں کی وہ صدارت کر چکا ہے۔ ملک اور بیرون ملک کے علماء خصوصاً اہل حدیث اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

مہدی زمان خان سے والد صاحب کی مندرجہ ذیل مسائل میں کئی دفعہ بحث ہوئی

اور سہ بار اس کو لاجواب و نادم ہونا پڑا۔

مسائل متنازعہ فیہا

(۱) مسئلہ تقلید شخصی (۲) مسئلہ حد سفر (۳) مسئلہ قربانی بھینس (۴) استمداد لغیر اللہ۔ (۵) نذر لغیر اللہ (۶) حافظ ابن تیمیہؒ پر زوردار تنقید (۷) قدم شماری دکفن نویسی (۸) حیلہ اسقاط بصورت دوران قرآن مجید (۹) سماع موتی (۱۰) قاضی شوکانی اور نواب بھوپالی کی بعض عبارات پر گرفت (۱۱) ابن حزم کی بعض عبارات پر گرفت (۱۲) حیات خضر علیہ السلام (۱۳) ایصال ثواب (۱۴) ندا لغیر اللہ (۱۵) علم غیب لغیر اللہ (۱۶) شیخ محی الدین ابن عربی پر الزامات کے جوابات (۱۷) اکابر وہابیہ کی بعض عبارتوں پر نکتہ چینی (۱۸) مسئلہ آمین بالجہر (۱۹) مسئلہ رفع یدین (۲۰) مسئلہ فاتحہ خلف الامام۔ (۲۱) مسئلہ تراویح (۲۲) ذکر بالجہر (۲۴) بعض جانوروں کی حل و حرمت کا مسئلہ۔ (۲۵) سفر زیارت۔ روضہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر کردہ مسائل کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل تھے کہ جن میں وقتاً فوقتاً بحث چھڑ جاتی تھی اور پھر آخر اس کو پریشان ہونا پڑتا۔ حضرت قاضی صاحب غیر مقلدین کے ساتھ مناظروں کے دوران یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ رباعی ہا ماشایاں نیش کردم * کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا عہ

[illegible]

آمین بالجہر کے مسئلہ پر مناظرہ نمبر ۱۲

حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مہدی زمان خان صحیح بخاری شریف اٹھائے بڑے طمطراق سے آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ آپ آمین بالجہر کے مخالف و منکر ہیں۔ حالانکہ صحیح بخاری میں حدیث ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز میں امام ولا الضالین کہے تو تم بلند آواز سے آمین کہو۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ وہ حدیث مذکور پر بہت نازاں تھا اور بار بار قولوا آمین

قولوا آمین۔ دہرا رہا تھا۔ تو میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ حدیث رسول صلی اللہ سر وآنکھوں پر مگر حدیث کا تم مطلب بھی تو سمجھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قولوا آمین۔ یعنی جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ یہ کہاں فرمایا ہے کہ بلند آواز سے آمین کہو۔ قولوا آمین کا ترجمہ تو صرف اتنا ہے۔ کہ آمین کہو۔ اور تم اپنے پاس سے بلند آواز کی قید لگا رہے ہو۔ تو بس وہ نادم ہو گیا۔

حیاتِ مسیح پر مرزائیوں سے مناظرہ نمبر ۱۳

قبلہ والد صاحب اور مولوی فردوس صاحب (یہ حضرت مرحوم کے گہرے دوست تھے) یہ دونوں بزرگ کہیں سے لاہور سٹیشن پر آئے اور ارادہ وطن آنے کا تھا۔ جب دونوں سٹیشن پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مرزائی مبلغ لوگوں کے ایک بڑے ہجوم میں وفاتِ مسیح پر تقریر کر رہا ہے۔ مولوی فردوس صاحب والد صاحب سے کہنے لگے کہ آپ اجازت دیں تو میں اس سے بحث کرتا ہوں۔ والد صاحب نے فرمایا یہ لوگ بڑے چالاک ہوتے ہیں اور ہمیشہ خبط بحث کرتے ہیں اور ہم نے وطن جانا ہے۔ گاڑی سے رہ جائیں گے۔ چھوڑو کیا کرتے ہو۔ مگر وہ نہ مانے اور جا کر اس مرزائی مبلغ سے جا الجھے۔ والد صاحب دونوں کی باتیں سننے لگے۔ کہ دونوں کی باتیں طویل ہو گئیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور ریل گاڑی بھی ہاتھ سے نکل گئی۔ تو مجھے غصہ آیا اور میں نے مولوی فردوس صاحب سے کہا ذرا تھوڑی دیر تم خاموش رہو۔ میں اس سے ایک بات پوچھتا ہوں وہ خاموش ہو گئے

مناظر اسلام | تو میں نے اس سے کہا تم کیا کہتے ہو فرمایا حضرت عیسٰی علیہ السلام مر گئے ہیں میرا یہ دعویٰ ہے۔

مناظر اسلام | میں نے کہا اچھا اس پر دلیل لاؤ۔

مرزائی | وہ کہنے لگا قرآن میں آتا ہے۔ یا عیسٰی انی متوفیک

مناظر اسلام | میں نے کہا متوفی کیا صیغہ ہے۔

مرزائی | کہنے لگا یہ اسم فاعل ہے

مناظر اسلام | پھر میں نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ اسم فاعل میں کون کون سے دو زمانے پائے جاتے ہیں۔

مرزائی | وہ کہنے لگا زمانہ حال اور زمانہ مستقبل۔

مناظر اسلام | پھر میں نے کہا اس قاعدہ کی رو سے تو پیش کردہ آیۃ کا معنی یہ ہوا۔ کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں زمانہ حال میں یا ماروں گا زمانہ استقبال میں اور تمہارا یہ دعویٰ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ مر چکے ہیں۔ پس دعویٰ و دلیل مطابق نہ ہوئے اور تقریب تام نہ ہوئی۔ کہ جس کی وجہ سے تمہارا دعویٰ ثابت نہ ہوا۔ فرماتے تھے۔ کہ میرا اتنا کہنا تھا کہ مرزائی بالکل خاموش ہو گیا۔ اور میری طرف حسرت و یاس سے دیکھنے لگا۔ اور اسے کوئی جواب نہ آیا۔

مؤلف | حاضرین مناظر اسلام کی عالمانہ محققانہ گفتگو پر عش عش کر اٹھے اور جب وہ بالکل لاجواب ہو گیا۔ تو پھر ہم وہاں سے واپس لوٹ آئے۔

۱۴۔ حیات مسیح پر مرزا قادیانی کے خلیفہ سے مناظرہ

عبد الجبار میاں ساکن منڈی ستھانہ صوبہ سرحد۔ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کا خلیفہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت کے گاؤں کھلابٹ آیا۔ اور اس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا۔ حیات مسیح پر پہلے اس کی مہدی زمان خان سے گفتگو ہوئی۔

مرزائی | اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ کی وفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر اپنے پاس اٹھانے والا ہوں۔

مہدی زمان خان اہلحدیث | یہ مارنے والا ترجمہ کس نے کیا ہے۔

مرزائی | حضرت ابن عباس صحابی فرماتے ہیں۔ کہ مُتَوَفِّیْکَ اس آیت میں مذکورہ بالا میں بمعنی مُمِیْتُکَ کے ہے۔ جس کا ترجمہ ہو گا (میں مارنے والا ہوں تجھ کو)

اہل حدیث | حضرت ابن عباس تو بے شک متوفیک کے معنے ممیتک کے لیتے ہیں۔ مگر وہ تو قلب کے قائل ہیں۔ یعنی وہ فرماتے ہیں۔ کہ رفع یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا پہلے اور موت لیعدم آئندہ واقع ہو گی۔

مرزائی | صحابی سے قرآن پاک کے کسی لفظ کے معنی متعین کرنے میں تفسیر تو ہم لے سکتے ہیں۔ مگر قلب قرآن یعنی کسی لفظ کے آگے اور کسی کے بعد وقوع کے بارے میں صحابی کا قول حجت نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ متوفیک کے الفاظ قرآن میں پہلے ہیں تو لازماً وقوع توفی یعنی وفات عیسیٰ کا وقوع بھی پہلے ہی ماننا پڑے گا۔ آخر ہم قرآن میں تقدم و تاخر کے قائل کیوں ہوں۔

مؤلف حالات | سنا یوں ہے کہ مہدی زمان خان صاحب مرزائی کی اس گفتگو پر خاموش ہو گئے تھے۔

پھر حسن اتفاق سے جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ والد صاحب تشریف لے گئے۔ اور اسی مسئلہ پر بحث چھڑ گئی

مناظر اسلام | میاں صاحب تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ اور دلیل ہے لفظ قرآن متوفیک اور یہ دلیل اس دعویٰ کو ثابت نہیں کرتی۔ جس کی وجوہیں یہ ہیں۔

(۱) متوفیک وفی اور وفاء سے بنا ہے یا وفاۃ سے سو اگر وفی یا وفاء سے بنا ہو۔ تو قرآن مجید میں ارشاد خداوندی کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ "اے عیسیٰ میں آپ کو پوری عمر تک پہنچانے والا ہوں۔ اب اس سے تو آپ کا نہیں بلکہ ہمارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر متوفی کو وفاۃ سے لیا جائے تو معنی موت کے ہوں گے اور جب کہ

آیت میں احتمال دو ہیں۔ تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال آپ کا دعویٰ اس محتمل معنیین آیت سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

(۲) متوفیک کا ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والا ہی لے لیا جائے تو بھی متوفیک اور رافعک کے درمیان میں حرف جمع واؤ حرف قرآنی ہے۔ جو کہ مطابق قاعدہ نحو و اصول مقرر مطلق جمع کے لئے آتی ہے۔ تو آیت مذکورہ کا اس حرف جمع واؤ کو پیش نظر رکھتے ہوئے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع یعنی آسمان پر اٹھایا جانا اور (۲) آپ کی وفات۔ اب رہا یہ کہ ان میں پہلے کون سی بات واقع ہوئی آیت مذکورہ کے اس بیان سے ساکت ہے۔ کیونکہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں آتی۔ اب اگر رفع پہلے ہو اور وفات بعد میں تو بھی آیت کے معنی اپنی جگہ درست ہیں۔ اور آپ کا مدعا جب ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بجائے واؤ کے ثم ہوتا۔ حالانکہ یہاں ثم نہیں بلکہ واؤ ہے۔

(۳) متوفیک کا ترجمہ ممیتک ہی لیا جائے۔ تو قطع نظر حرف واؤ کے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ متوفی اور ممیت اسم فاعل کے صیغے ہیں۔ اور اسم فاعل کے اندر دو زمانے حال اور استقبال پائے جاتے ہیں۔ تو قواعد کی رو سے آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ "اے عیسیٰ میں تجھ کو مارتا ہوں یا آئندہ ماروں گا" اب اس سے آپ کا مدعا تو ثابت نہ ہوا کیونکہ آپ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات زمانہ ماضی میں مانتے ہیں۔ تو پھر اس کے لئے قرآن پاک سے کوئی ماضی کا صیغہ پیش کیجئے جس کے پیش کرنے سے آپ قاصر ہیں۔

اس لئے مسلمانوں کا یہ عقیدہ اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا۔ آپ قریب قیامت دوبارہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے تشریف لائیں گے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بحیثیت مجدد تشریف فرما ہوں گے۔ مناظر اسلام کی اس محققانہ تقریر پر مرزائی مبہوت ہو گیا۔ اور کچھ بول نہ سکا۔ اور یوں آپ فاتح کی حیثیت سے اس مجلس سے واپس تشریف

لائے۔ آخر اس کو سخت لاجواب ہونا پڑا۔ اور عوام کے روبرو اسے ذلت اٹھانی پڑی۔

۵۔ وہابیوں کے شیخ القرآن سے مناظرہ

مولوی عبدالباقی المعروف مولوی کوکا۔ وہابیوں کے چوٹی کے عالم اور پٹھانوں میں شیخ القرآن مشہور تھے۔ ہر سال دورہ قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ یہ والد صاحب کے ساتھ پڑھتے بھی رہے تھے ابتداء میں تعلقات تھے۔ کافی عرصہ کے بعد ایک دفعہ ملاسنی والد صاحب کو اپنے ساتھ ملانے کی غرض سے آئے۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی آمد کی غرض ظاہر کی۔ اور اپنے مخصوص عقائد بھی بے تکلف ظاہر کئے دوران اظہار دو مسئلے سامنے آ گئے۔ ایک سماع موتیٰ۔ دوسرا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کا خطاب۔ مولوی صاحب نے پہلے مسئلہ کے بارے میں کہا کہ مردے نہیں سنتے۔ والد صاحب نے ان کو سلام دینے والی حدیث پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ اس کا کیا جواب ہے۔ اس پر کہنے لگے۔ سلام سنتے ہیں کلام نہیں سنتے۔ والد صاحب نے فرمایا مولوی صاحب السلام علیکم یا اہل القبور یہ تو سلام ہوا اور آگے جو عبارت ہے یعنی انتم لنا سلف ونحن بالاثر وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ وہ کیا ہے۔ اگر کہو کہ سب سلام ہے تو یہ بداہتہً غلط ہے۔ اور اگر کہو کہ باقی والی عبارت کلام ہے۔ تو پھر ثابت ہوا کہ کلام سنتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نحو کے قواعد کے مطابق سلام خود کلام ہے۔ کیونکہ اس پر کلام کی تعریف صادق آتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سلام سنتے ہیں کلام نہیں سنتے غلط ٹھہرا۔ پھر مولوی صاحب نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور دوسرا مسئلہ چھیڑ دیا اور کہنے لگے، کہ حضور علیہ السلام کو ندا کرنا (پکارنا) درست نہیں۔ والد صاحب نے فرمایا ہر روز نماز میں جو کرتے ہو۔ اگر ندا کرنا شرک ہوتا تو پھر اس کو نماز میں کیوں رکھا جاتا۔ تو پھر دو ہی باتیں ہیں تو کہنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنا جائز ہے۔ یا کہنا پڑے گا۔ کہ حالت نماز میں شرک جائز ہے۔ ان میں سے جو بات تمہارا جی کہتا ہے کہو۔ اس کے جواب

میں مولوی صاحب نے کہا کہ یہ حکایۃ ہے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ کسی حدیث میں دکھا دو۔ کہ ہمارا انداز میں یوں کہنا حکایۃ کے طور پر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصول نحو کے مطابق تو یہ انشاء ہے۔ اور تم اس کو حکایۃ قرار دے رہے ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ فقہاء کرام اس کو انشاء لکھ رہے ہیں۔ اب بتاؤ کس کی بات مانیں۔ پھر مولوی صاحب نے اس کی نظیر میں مطول کی ایک عبارت پیش کی اور کہا۔ کہ دیکھو علامہ تفتازانی فرما رہے ہیں کہ اس عبارت میں ندا مقصود نہیں لہٰذا تشہد والے کلام میں بھی ندا مقصود نہیں ہوگی، والد صاحب نے فرمایا مطول (علم معانی و بیان کی بڑی اور درسی کتاب ہے) لاکر مولوی صاحب کے سامنے دونوں کا فرق واضح کیا۔ اور ثابت کیا کہ مطول کی عبارت سے ندا مقصود نہیں اور تشہد والے کلام میں ندا مقصود ہے۔ اور ثابت کردہ فرق مولوی صاحب سے منوایا اور وہ مان بھی گئے کہ ٹھیک ہے۔ مجھے مغالطہ لگا ہے۔

مولوی عبدالباقی المعروف یہ کو کا مولوی صاحب۔ طالب علمی کے زمانہ کے تعلقات کی بنا پر حضرت موصوف کی خدمت میں یہ امید لے کر آئے تھے۔ کہ آپ ان سے ہمدردی کا اظہار کریں گے۔ اور ان کو اپنے تعاون کا یقین دلائیں گے۔ مگر حضرت کے ہاں تو فیصلہ ہی دو ٹوک ہوتا تھا۔ کہ اگر حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب کا کوئی گستاخ ہے (معاذ اللہ) تو چاہے دوست ہو کر رشتہ دار حضرت کے ہاں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ وہ کسی قسم کی رعایت کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا بس ایک ہی بات تھی کہ جو سرکار مدینہ کا نہیں تو اس سے ہمیں کیا سروکار۔ تو اس اصول کا پرتا ڈ مولوی کو کا صاحب پہ بھی پڑا۔ آخر وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ «سرکار مدینہ ہم سے منہ (رخ زیبا) نہ پھیریں دوسروں کی پرواہ نہیں۔»

مسئلہ ۱۶

جمعہ فی القرای (دیہات میں جمعہ) پر مناظرہ کی روئیداد

مولوی منہاج الدین صاحب۔ آف کوٹ نجیب اللہ ضلع ہزارہ (جو کہ مشہور منطقی

اور فقیہ تھے) قبلہ عالم غوث زمانہ حضرت علامہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ سے مسائل میں اکثر ان کی بحثیں ہوتی رہتی تھیں۔ مگر حضرت سے درحقیقت ان کو کیا نسبت تھی۔ حضرت تو آفتاب علم و عمل تھے، سے حضرت مناظر اسلام کا مناظرہ دیہات میں نماز جمعہ صحیح نہ ہونے کے مسئلہ پر کھلابٹ کی بڑی جامع مسجد میں ہوا۔ مغرب کے بعد جامع مسجد میں حضرت کی مولوی منہاج الدین سے درج ذیل گفتگو ہوئی۔

مناظر اسلام | مولوی صاحب یہاں کیسے آنا ہوا۔

مولوی منہاج الدین | مولوی بوستان کی زبانی سنا ہے۔ کہ کھلابٹ میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ میں نے کہا میں بھی سن آؤں کہ کیسے ناجائز ہے۔

مؤلف | مولوی صاحب دراصل اپنی طرز گفتگو سے حضرت کو مدعی بنانا چاہتے تھے۔ مگر حضرت کو کون سکھاتا یہ باتیں،

مناظر اسلام | مولوی صاحب ناجائز ہونا سننے آئے ہو کہ جائز ثابت کرنے آئے ہو۔

مؤلف | حضرت نے اپنے اس سوال سے مولوی صاحب کو مدعی بننے کی طرف راغب کر لیا۔

مولوی منہاج الدین صاحب | ہاں ہاں جمعہ جائز ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ جائز ہے۔

مناظر اسلام | اچھا مولوی صاحب نماز جمعہ کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں یا کہ یہ دوسری نمازوں کی طرح ہی ہے۔

مولوی منہاج الدین | ہاں جمعہ کے لئے شرائط تو ہیں۔

مناظر اسلام | ذرا بیان تو کیجیے کہ اس کے لیے کون کون سی شرطیں ہیں

مولوی منہاج الدین | نے جمعہ کی شرائط بیان کیں ۔ جن میں سے ایک شرط مصر یعنی شہر کا ہونا بیان کیا۔

مناظر اسلام | مولوی صاحب ذرا مصر کی تعریف کیجیے۔

مولوی منہاج الدین | ما لا یسع اکبر مساجدہ یعنی وہ بستی جہاں کے بالغ مرد اگر وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں تو مسجد میں نہ سما سکیں۔

مناظر اسلام | حضرت نے مولوی صاحب کی اس بیان کردہ تعریف پر کچھ اعتراض کئے۔ جن میں سے ایک اعتراض یہ تھا۔ کہ یہ تعریف جامع نہیں ہے۔ کیونکہ مکہ معظمہ کی مسجد الحرام پر صادق نہیں آتی اس لیے اگر مکہ معظمہ کے بالغ مرد مسجد حرام میں جمع ہو جائیں تو صرف وہیں کیا سما جائیں گے۔ بلکہ ان کے ساتھ اتنے اور بھی سما سکتے ہیں۔ تو پھر اس تعریف کی رو سے تو مکہ معظمہ میں (العیاذ باللہ) جمعہ پڑھنا جائز نہ ہو گا۔ حالانکہ وہاں پر جمعہ پڑھنے اور نماز جمعہ کے صحیح ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

مولوی منہاج الدین | اب دیر ہو گئی ہے۔ میں تھکا ہوا بھی ہوں۔ اس لیے میں ان سوالات کے جوابات کل دوں گا۔

مؤلف | چنانچہ مولوی صاحب کل کا وعدہ کر کے بڑی جامع مسجد سے مولوی بوستان کے ساتھ درمیانی مسجد چلے گئے۔ رات کو ہمارے ایک آدمی نے اپنی جگہ مولوی منہاج الدین کو مولوی بوستان سے یہ کہتے سنا کہ میں تو سمجھا تھا کہ چھوٹی عمر کا آدمی ہے کیا مناظرہ کرے گا۔ مگر اس نے تو ایسے سوالات کئے کہ میں تو حیران ہی ہو گیا ہوں۔ اب چونکہ میں ان سوالات کے جواب دے نہیں سکتا اور کل وہ مجھ سے جوابات کا مطالبہ کرے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ میں سحری کے وقت یہاں سے چلا جاؤں

مولوی بوستان | تو پھر ہم یہاں لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ آپ ایسا ہرگز نہ کریں۔ جیسے کچھ بھی ہو کل تو یہیں ٹھہریں۔ بہرحال مجبوراً مولوی صاحب کو ٹھہرنا پڑا۔ اور پھر دوسرے روز صبح کے مناظرہ میں مناظر اسلام نے مولوی صاحب سے اپنے سوالات کے جوابات کا مطالبہ کیا۔ آپ مطالبہ کر ہی رہے تھے کہ اوپر سے مولانا سکندر علی صاحب آف شاہ محمد ضلع ہزارہ تشریف لے آئے۔ اور مولانا موصوف نے خود اپنی طرف سے بحث چھیڑ دی۔ اب آپ چونکہ مہمان تھے۔ اس لئے مناظر اسلام نے ان کا احترام کیا۔

مولوی سکندر علی صاحب | جامع معقول و منقول عالم تھے۔ انہوں نے قاضی شوکانی غیر مقلدین کے پیشوا کی کتاب نیل الاوطار سے یہ حدیث بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیش کی۔ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ وَلَا اَضْحٰی اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ ۔ کہ جمعہ تو صرف مصر جامع میں ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا نہیں۔

مولوی منہاج الدین | قاضی شوکانی غیر مقلد وہابی تھا۔ اور میں حنفی ہوں میں اس کی کتاب کو نہیں مانتا۔ کسی حنفی کی کتاب سے حدیث دکھائیے۔

مناظر اسلام | نے جھٹ مجموعۃ الفتاوے المولوی عبدالحی لکھنوی حنفی سے حدیث مذکورہ دکھا دی۔

مؤلف | پاس ہی مہدی زمان خان آف کھلابٹ غیر مقلد بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے (مولوی منہاج الدین) اپنے مناظر کو لقمہ دیا کہ اس حدیث کا ایک راوی حارث اعور ہے۔ اور وہ مضعف الحدیث ہے اس لئے حدیث قابل قبول نہیں۔ ادھر سے مناظر اسلام نے جواب دیا۔

مناظر اسلام | اس حدیث کے طریق روایت دو ہیں۔ ایک میں حارث اعور ہے۔ اور دوسرے میں حارث اعور نہیں ہے۔ ہم اس کو اسی دوسرے طریق سے پیش کرتے ہیں

حضرت کی اس گفتگو پر مولوی منہاج الدین صاحب لاجواب ہو گئے۔ اور کہا گیا۔ کہ اب مناظرہ درمیانی مسجد میں ظہر کے بعد ہوگا۔

مؤلف | ظہر کے بعد درمیانی مسجد میں مناظرہ پھر شروع ہوا۔ اور حضرت مناظر اسلام نے فرمایا۔

مناظر اسلام | مولوی صاحب میرے سوالات کا جواب آپ کے ذمہ ابھی باقی ہے۔ مگر میں آپ سے مزید سوال کرتا ہوں۔

سوال:۔ مصر کی جو تعریف آپ نے بیان کی ہے۔ اس میں لفظ مساجد ہے اور مساجد جمع کثرت ہے۔ اور جمع کثرت دس سے اوپر بولی جاتی ہے۔ لہٰذا بمطابق قاعدہ نحو یہ جس بستی میں گیارہ یا اس سے زائد مسجدیں ہوں گی۔ آپ کی بیان کردہ تعریف مصر کی رو سے وہاں جمعہ جائز ہوگا۔ اور یہاں اس بستی میں تو صرف تین ہی مسجدیں ہیں۔

مولوی منہاج الدین | بوکھلا کر۔ نہیں جمع کثرت کی یہ تعریف نہیں ہے

مناظر اسلام | نے علم نحو کی کتاب ہدایۃ النحو پیش کر دی۔ اور جمع کثرت و جمع قلت کی تعریفیں پڑھ کر سنائیں۔

مولوی منہاج الدین | لاؤ میرے پاس کتاب کریں دیکھوں۔

مؤلف | چنانچہ کتاب مذکور مولوی صاحب کو دے دی گئی۔ تو مولوی صاحب نے کمال دھوکہ دہی سے جمع قلت کی تعریف جمع کثرت کی جگہ اور جمع کثرت کی تعریف قلت کی جگہ پڑھ کر سنائی

مناظر اسلام | مولوی صاحب تم دھوکہ دے رہے ہو۔

مؤلف | چنانچہ کتاب سامنے رکھ کر مولوی صاحب کے دھوکہ کی قلعی کھول دی گئی۔ اور عوام کو مولوی صاحب کی دھوکہ دہی کا پتہ چل گیا۔

اب اس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت قاضی صدر الدین صاحب آف درویش پہنچ آئے۔ اور فوراً مولوی منہاج الدین سے گفتگو شروع کر دی۔

مؤلف | حضرت والد صاحب فرماتے تھے۔ کہ قاضی صدر الدین صاحب نے عینی شرح بخاری جمعہ کے مسئلہ پر پیش کر کے اور علامہ عینی کی بیان کردہ تحقیق متعلقہ مسئلہ پر بیان کر کے مولوی منہاج الدین کو حواس باختہ کر دیا۔ اور مولوی منہاج الدین نے جان چھڑانے کو اپنے منہ سے نسوار کا تھوک قاضی صاحب پر ڈال دیا (مولوی منہاج الدین نسوار کے عادی تھے) یہ حرکت دیکھ کر مرزا خان صاحب بولے کہ لاؤ بھئی مولوی صاحب کے لئے کوئی برتن کہ نسوار تھوکیں۔ بہرحال مولوی صاحب قاضی صاحب کے مقابلہ میں عاجز و بے بس ہو گئے تھے۔ اس مناظرہ میں مولوی منہاج الدین صاحب۔ حضرت مناظر اسلام، مولانا سکندر علی صاحب آف شاہ محمد۔ اور حضرت قاضی صدر الدین صاحب آف درویش تینوں سے فرداً فرداً گفتگو میں ناکام ہوئے۔ جیسے مناظرہ کی روئیداد سے یہ واضح ہے۔

بہرحال مولوی منہاج الدین جو امیدیں لے کر آئے تھے ان پر پانی پھرتا دیکھ کر خائب و خاسر واپس ہوئے۔ اور حضرت کو اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی عطا فرمائی۔

کفریات وہابیہ اور دیوبندی مولویوں کی توہین وگستاخی والی عبارت پر

۱۷ مولوی محمد اسحٰق صاحب ایبٹ آبادی سے مناظرہ کی روئیداد

عبد القاضی شاہ صاحب اور محمود شاہ صاحب حویلیاں والے حضرت مناظر اسلام سے علم و تقویٰ کی وجہ سے نیازمندانہ عقیدت رکھتے تھے۔

مولوی محمد اسحٰق صاحب دیوبندی خطیب مرکزی جامع مسجد شہر ایبٹ آباد آئے دن ان کو مسائل میں تنگ کرتے رہتے تھے۔ اس لئے ان کے لئے حضرت مناظر اسلام کی پناہ میں آئے بغیر اور کوئی صورت نہ تھی۔ یہ دونوں بے چارے عالم تو تھے نہیں۔ اور مولوی محمد اسحٰق

درسیات کا عالم ہے۔ علم منطق کی مشہور کتاب سلم العلوم پر شرح بھی لکھ چکا ہے۔ یہ دونوں اس کے مقابلہ میں بے بس و مجبور تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت مناظر اسلام کی پناہ ڈھونڈی۔ ایک دفعہ مولوی محمد اسحٰق صاحب نے حویلیاں آکر ان پر چڑھائی کی اور ان کو مسائل میں مقابلے کے لئے للکارا۔ تو ان کی جائے پناہ تو بس کھلابٹ ہی تھی بھاگے حضرت کی خدمت میں۔ اور لگے فریاد کرنے۔ تو حضرت ... ان کی بے بسی پر رحم کھا کر مؤلف ابوالفتح کو ساتھ لے کر حویلیاں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر جو دیکھا تو مولوی محمد اسحٰق صاحب گرج گرج کر تقریر کر رہے ہیں۔ اور سامنے مجمع میں عبدالقادر شاہ صاحب بے بس بیٹھے ہیں۔

مولوی محمد اسحٰق صاحب حضرت مناظر اسلام کو دیکھ کر چونک گئے۔ اور بے ساختہ کہا اوہ قاضی صاحب، آپ کب آئے آپ نے دعا سلام کیا اور نہ ملے۔

مناظر اسلام مولوی صاحب آپ تقریر کر رہے تھے۔ اور میں آپ کی تقریر کے دوران ابھی پہنچا ہوں۔ اچھا مولوی صاحب آپ کا دیوبندی مولویوں کی توہین و گستاخی والی عبارات کے بارے میں کیا خیال ہے۔

مولوی محمد اسحٰق صاحب دیوبندی توبہ توبہ علماء دیوبند اور رسول اللہ کی توہین۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ذرا دکھائیے وہ عبارات۔

مناظر اسلام ہاں ہاں دیکھ لیجئے عبارات، یہ دیکھئے براہین قاطعہ میں۔ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔ کہ شیطان اور ملک الموت کا علم تو نص سے ثابت ہے۔ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ کیا اس عبارت میں شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ نہیں بتایا گیا؟ معاذ اللہ لیجئے دوسری عبارت حفظ الایمان میں مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرنے میں پوچھتا ہوں۔ کہ آپ کو کل مغیبات کا علم تھا یا بعض کا۔ سو اگر کل کا کہو تو یہ عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ اور اگر بعض کا کہو تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر صبی و مجنون بلکہ بہائم کو بھی حاصل ہے"

ہاں ہاں بتاؤ (ذرا گرج کر عاشقانہ لہجہ میں) یہ توہین نہیں تو کیا یہ توصیف و تعریف ہے۔ اور اگر میں کہہ دوں کہ جتنا علم آپ کو ہے۔ یا آپ کے استادوں و علماء دیوبند کو ایسا علم تو ہر بچے، پاگل بلکہ جانوروں کو بھی ہے۔ تو مجھ سے یہ سن کر تم خوش ہو گے یا ناراض۔ اور اگر ناراض ہو گے اور یقیناً ناراض ہو گے تو کیوں۔ جب کہ یہ توصیف ہے تو ناراض ہونے کی کیا وجہ، اسی لئے ناراض ہو گے نا۔ کہ یہ توہین ہے۔ اور جب اسی جملہ کو تم اپنے اور اپنے استادوں کے حق میں سن کر توہین خیال کرتے ہو۔ تو سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس جملہ کو توہین نہیں سمجھتے ہو۔ بتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ دراصل تم لوگوں نے اپنے مولویوں کو (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مان رکھا ہے۔ اسی لئے تو یہ حالت ہے۔

مولوی محمد اسحٰق صاحب دیکھئے میری بات تو سنیئے۔ ہر مصنف اپنی کتاب کو دوسروں کی نسبت زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ اور علماء دیوبند کی کتابیں اور تصنیفات تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف سے بھری پڑی ہیں۔ بھلا وہ کیسے حضور کی توہین کر سکتے ہیں۔ اور ان مصنفین نے خود اپنی عبارات کا مطلب بھی دوسری جگہ بتا دیا ہے پھر یہ کیسے کہا جائے کہ انہوں نے حضور کی توہین کی ہے۔

مناظر اسلام دیوبندی مولویوں کی کفریہ عبارتیں اردو میں ہیں۔ اور ہر پڑھا لکھا آدمی ان عبارات کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ اور اگر یہی قاعدہ ہے کہ مصنف ہی اپنی عبارت کا مطلب بہتر سمجھ سکتا ہے، تو میں اگر

تمہیں گالی دے دوں یا اور کوئی سخت قسم کا توہین آمیز کلمہ کہہ دوں۔ اور پھر اس کے بعد اس کی یہ تاویل کرنے لگوں کہ مصنف ہی اپنی عبارت کا مطلب بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ اور چونکہ یہ الفاظ میرے اپنے ہیں۔ لہٰذا میں یہ کہتا ہوں کہ یہ گالی ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو تعریف ہے۔ تو کیا تم مان جاؤ گے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دنیا کا کوئی ذی عقل و فہم ایسی بات ماننے کو تیار نہ ہوگا۔ اور کہے گا کہ یہ الفاظ یا عبارت گستاخی اور توہین کی ہے۔ اور جو بھی اس کو سنے گا توہین ہی قرار دے گا۔ اور جب دوسروں کے حق میں اس قسم کے کلمات روا نہیں رکھے جا سکتے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ہی تمہارے نزدیک ایسی ہے کہ دل میں جو جی میں آئے کہے جاؤ۔ کوئی پوچھ نہیں۔ بلکہ میں نے تو ابھی صرف دو ہی عبارتیں پیش کی ہیں۔ ابھی تو اور بھی بہت سی توہین و گستاخی کی عبارات دکھانا باقی ہیں۔

مولوی محمد اسحٰق صاحب | میں تو منطقی آدمی ہوں اور میرے سامنے تو کوئی دو سطریں عبارت بھی نہیں پڑھ سکتا۔ میں نے سلّم العلوم کی بلند پایہ شرح لکھی ہے۔

مناظر اسلام | اچھا تو لائیے نا کوئی منطقی بات میں تو اسی انتظار میں ہوں کہ آپ کوئی بات کریں گے۔ مگر ابھی تک تو آپ نے کوئی علمی بات نہیں کی۔ اور ہرے دعوؤں سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ آخر آپ مجھے بھی جانتے ہیں۔

مولوی محمد اسحٰق صاحب | اگر عبد القاضی شاہ یا محمود شاہ حویلیاں والے ہوتے تو میں ان کو مسل دیتا۔ مگر آپ کا میں احترام کرتا ہوں۔

اچھا چھوڑیئے آپ ان عبارات کو میرے نزدیک۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کسی قسم کی بحث کرنا بھی حضور کی توہین ہے۔

مناظر اسلام | ہاں ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں۔ کہ آقائے نامدار مدنی تاجدار

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ذرا سی بات اور بحث و تنقید بھی گستاخی ہے اور یہ متذکرہ دیوبندی مولویوں کی عبارتیں گستاخی کی عبارتیں ہیں

مولوی محمد اسحٰق صاحب | آپ چھوڑیئے بھی ان عبارات کو۔ آپ مجھ سے میرے عقائد دریافت کریں۔

مناظر اسلام | میں صرف دریافت ہی نہیں کرتا۔ بلکہ لکھواتا ہوں۔

مولوی محمد اسحٰق | اچھا لکھوالیں۔

مناظر اسلام | اچھا بتائیے کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کل ماکان وما یکون مانتے ہیں۔

مولوی محمد اسحٰق | علم غیب تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور کے لئے مانتا ہوں۔ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ سکھا دے۔

مناظر اسلام | میں نے ماکان وما یکون کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور کے لئے مانتے ہو یا نہیں

مولوی محمد اسحٰق | اللہ تعالیٰ کی عطا سے ماکان وما یکون کا علم بھی حضور کے لئے مانتا ہوں۔

مناظر اسلام | جزاک اللہ۔ اچھا اب یہ بتائیے کہ اگر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حضور سے مدد مانگی جائے۔ تو کیا جائز ہے۔

مولوی محمد اسحٰق | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔

مناظر اسلام | حقیقی مدد تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور اسی کا ذکر ایاک نستعین میں فرمایا گیا ہے۔ مگر اللہ کے بندوں کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر ان سے مجازی مدد کی درخواست کی جائے تو یہ ایاک نستعین کے خلاف نہیں ہے۔

مولوی محمد اسحٰق صاحب | ہاں مظہر عون الٰہی سمجھ کر مجازی مدد مانگنا بے شک جائز ہے۔

مؤلف ابوالفتح | تو حضرت نے یہ اور چند دوسرے عقائد مولوی محمد اسحٰق صاحب سے لکھوا لئے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ۔

مناظر اسلام | مولوی صاحب دیوبندی مولویوں کی عبارتوں والی بات تو ابھی اسی طرح باقی ہے۔

مولوی محمد اسحٰق صاحب | چھوڑیئے چھوڑیئے عبارات کو آپ نے میرے عقائد مجھ سے دریافت کر کے لکھوا لئے بس یہ کافی ہے۔

مناظر اسلام | مولوی صاحب اصل بات تو بیچ میں لٹکی رہ گئی۔ اور جب تک یہ ختم نہ ہو بات ختم نہ ہوگی۔ اس لئے آپ ان کفریہ عبارات کے متعلق بھی اپنا خیال ظاہر کریں۔

مولوی محمد اسحٰق صاحب | اچھا اچھا تو پھر لکھیئے آپ جو لکھنا چاہتے ہیں میں دستخط کر دیتا ہوں۔

مؤلف | مناظر اسلام نے ان کفری عبارات کو یکے بعد دیگرے لکھ کر آخر میں ان کے بارے حکم شرعی لکھ کر مولوی محمد اسحٰق صاحب کی طرف دستخط کے لئے کاغذ بڑھایا۔ تو مولوی صاحب نے دستخط کرتے ہوئے کچھ دیر لگا دی۔ تو مجھے (مؤلف کتاب ابوالفتح کو) کچھ شبہ سا گزرا۔ کہ یہ کہیں کچھ اور قید یا شرط لگا کر نہ لکھ دیں۔ کہ جس سے سارا لکھا لکھایا کاغذ ضائع نہ ہو جائے۔ تو میں نے

قریب ہو کر جو دیکھا۔ تو مولوی محمد اسحٰق صاحب یہ لکھ رہے تھے۔ کہ میں ایسی عبارات لکھنے والے آدمی کو کافر ملعون سمجھتا ہوں۔

محمد اسحٰق ڈسٹرکٹ خطیب ایبٹ آباد حال حویلیاں بقلم خود

پھر مناظر اسلام نے وہ کاغذ لے کر عوام کو سنایا۔ جس پر خوشی منائی گئی۔ اور نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند ہوئے۔ اور حضرت علامہ قاضی صاحب زندہ باد مناظر اسلام زندہ باد، شیخ الحدیث زندہ باد کے نعرے لگائے گئے۔ اور یوں آپ فاتح ایبٹ آباد کی حیثیت سے شان و شوکت سے واپس تشریف لائے۔

۱۸۔ مولوی غلام خان کی جمع کردہ تفسیر بلغتہ الحیران کی کفری عبارات پر مناظرہ کی روئیداد

مؤلف کتاب فقیر ابوالفتح غلام محمود ایک دفعہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف پر ماہ ربیع الثانی میں بڑے عرس شریف کے موقعہ پر حاضر ہوا۔ تو وہاں پر مولانا عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی نے فرمایا۔ کہ موضع بھوئی گاڑ والے مولوی عبدالحی سے مناظرہ کرنا ہے۔ لہٰذا تم جا کر کتابیں اور اپنے والد صاحب حضرت مناظر اسلام کو لے کر بھوئی آجاؤ۔ چنانچہ اس ناچیز نے حضرت والد صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی۔ تو آپ تیار ہو گئے۔ چنانچہ ہم کتابیں لے کر موضع بھوئی پہنچے۔ اور طے یہ ہوا کہ چالیس آدمیوں کی مجلس میں مناظرہ ہو۔ اور پھر عوام کے جلسہ میں طے شدہ فیصلہ کا اعلان کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ مولوی عبدالغفور صاحب اور مولوی عبدالحی کے مابین طے ہوا۔ چنانچہ مقررہ وقت پر تقریباً نو دس بجے صبح گفتگو شروع ہوئی۔ مولوی حسین علی واں بھچراں والے نے تفسیر بلغتہ الحیران لکھوائی تھی۔ جو کہ مولوی صاحب مذکور کے شاگرد مولوی غلام اللہ خان (راولپنڈی) نے جمع کی تھی۔ اس میں جابجا اہل سنت کے عقائد

کے خلاف باتیں درج تھیں۔

اور بھوئی میں مناظرہ ان ہی کفری عبارات پر اور دوسرے عقائد وہابیہ پر ہونا قرار پایا تھا۔ مولوی عبدالغفور صاحب نے حضرت مناظر اسلام سے کہا تھا۔ کہ بلغۃ الحیران کی عبارات پر مولوی عبدالحی سے مناظرہ میں کروں گا۔ اور دوسرے مسائل (عقائد) پر آپ مجھ سے مناظرہ کریں (کیونکہ بلغۃ الحیران کی عبارات پر مناظرہ مختصر اور آسان ہو گا اور دوسرے مسائل عقائد پر مناظرہ لمبا اور مشکل ہو گا) چنانچہ تفسیر بلغۃ الحیران میں سے مولوی عبدالغفور صاحب نے ایک کفری عبارت نکال کر دکھائی۔ کہ مولوی حسین علی مذکور "کُلٌّ فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ" کی تفسیر میں لکھتا ہے۔ کہ (اس) کا یہ معنی نہیں کہ تمام باتیں اوّلاً کتاب میں لکھی ہوئی ہیں جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں فرشتے (چند سطور کے بعد لکھا) اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں کہ (بندے) کیا کریں گے۔ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہو گا۔ (بلغۃ الحیران ص۱۵۷ و ص۱۵۸، پھر لکھا کہ "یہ مذہب معتزلہ کا ہے اور یہ مذہب قوی ہے (انتہی) مولوی عبدالغفور صاحب نے یہ عبارت پیش کی تو اس پر ان کی گفتگو پہلے مولوی عبدالحی صاحب کے چھوٹے بھائی مولوی ضیاء الدین سے ہوئی۔ مولوی ضیاء الدین کے ساتھ گفتگو میں بلحاظ مذاق مولوی عبدالغفور صاحب کا پلہ بھاری رہا۔ مگر جب مولوی عبدالحی صاحب خود بولے تو معاملہ سنگین ہو گیا۔ کیونکہ مولوی عبدالحی صاحب ایک اچھے عالم، درسیات کے فاضل، متین و سنجیدہ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ تو مولوی عبدالحی صاحب نے مولوی عبدالغفور صاحب سے یہ سوال کیا کہ "اعلیٰحضرت گولڑوی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اعلاء کلمۃ اللہ" میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص کے کلام میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں۔ اور سو میں سے صرف ایک احتمال اسلام کا تو سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے کلام

کو اسلام پر ہی محمول کیا جائے گا (انتہی) اب مولوی حسین علی کے کلام میں جو یہ لکھا ہے کہ "یہ مذہب قوی ہے"، ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اس کی مذہب اہل سنت ہو۔ اور وہ اہل سنت کے مذہب کو جس کا ذکر وہ پہلے اپنی کتاب میں چند سطور پہلے کر آیا ہے۔ قوی بتلا رہا ہو۔ یہ بھی ایک احتمال ہے۔ مولوی حسین علی کے کلام میں اب اس احتمال کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مولوی حسین علی نے معتزلہ کے مذہب کو قوی بتایا ہے۔ کیونکہ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" اب رہا یہ کہ مولوی حسین علی نے اپنے کلام میں معتزلہ کے مذہب کا ذکر ہی کیوں کیا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ آخر علماء اپنی تصانیف میں اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کا تذکرہ تو کرتے ہی ہیں۔ نفس تذکرہ سے اس کا کفر ثابت نہیں ہوتا۔ اب امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اس مذہب اور فقہاء کرام کی اس تصریح اور اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرحمۃ کی اس نقل کے پیش نظر مولوی حسین علی بالکل بری ہے۔ مولوی حسین علی امام اعظم علیہ الرحمۃ کی عدالت سے بری، فقہاء کرام اور حضرت گولڑوی کی عدالتوں سے بری ہو گیا ہے۔ اب تم ہو کہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے ہو۔ اور خواہ مخواہ اس کو کافر گردانتے ہو۔ کیا ہے اس عبارت کا کوئی جواب آپ کے پاس تو لاؤ پیش کرو۔

مولوی عبدالغفور صاحب نے جھٹ اس موقعہ پر حضرت والد صاحب مناظر اسلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس بات کا جواب (قاضی صاحب) دیں گے۔ اور مناظر اسلام تو پہلے ہی اس گفتگو پر رضامند نہ تھے۔ اور موقعہ کی تاک میں تھے کہ کوئی ایسا موقعہ آئے کہ مجھے گفتگو کا موقعہ مل جائے۔ چنانچہ فوراً مولوی عبدالحی سے خطاب کر کے گفتگو شروع فرما دی۔ حضرت بپھرے ہوئے شیر کی طرح ابھرے اور غرا کر فرمایا۔ کہ لو سنو مجھ سے اپنے سوال کا جواب اور فرمایا۔ کہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا ارشاد اور فقہاء کرام کا اس کو ذکر کرنا۔ اور اعلیٰ حضرت غوث زمانہ قبلہ عالم، علامہ دوراں پیر سید مہر علی شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

کا نقل فرمانا بالکل اپنی جگہ پر بجا اور حق اور تسلیم ہے۔ مگر مولوی حسین علی کو خفتاء
کا یہ جزئیہ کفر سے نہیں بچاسکتا۔ اس لئے مولوی حسین علی کا کلام نصوص شرعیہ
کے مقابلہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔ یعنی لوح
محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے" اللہ تعالیٰ تو فرمائے۔ کہ سب کچھ
لکھا جاچکا ہے۔ مگر مولوی حسین علی کہے کہ نہیں آئندہ لکھا جائے گا۔ اور میرے آقا
و مولیٰ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ قَدْ جَفَّ الْقَلَمُ
بِمَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ (الحدیث) یعنی جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا ہے۔ لوح محفوظ
پر قلم ربانی وہ سب کچھ لکھ کر خشک ہوچکا۔ (فارغ ہوچکا) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
کا دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ
وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں
میں اور کوئی تر چیز نہیں اور کوئی خشک چیز نہیں مگر کہ وہ اللہ کی روشن بیان
کرنے والی کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے" مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ کہ
اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اور فرمایا کہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے کوئی علم
نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے" کفر صریح اور قول قبیح اور کلام شنیع ہے۔ اللہ
تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُهُمْ ، یعنی اللہ جانتا ہے ان کے دل
کی چھپی باتیں، تو بندے کے فعل سے پہلے بندے کے آئندہ عمل و فعل کے متعلق اللہ
تعالیٰ کی (معاذ اللہ) لاعلمی بتانا نصوص قطعیہ کے خلاف اور ان سے مقابلہ کرتا ہے
اس لیے اس کے کفر ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہوسکتا۔ اور فقہاء کرام کے
جزئیہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ بات ہی الگ ہے۔ پھر حضرت والد صاحب نے
مولوی عبدالحی صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے صفات
کمال کو ماننا ضروری ہے یا نہیں۔ اس نے کہا ضروری ہے۔ پھر فرمایا اچھا یہ بتاؤ۔
کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ صفات کے منکر کا کیا حکم ہے۔ اس نے کہا وہ کافر اور خارج از اسلام
ہے۔ پھر فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کے منکر کا بھی یہی حکم ہے۔ یا اس کے لئے

کوئی دوسرا حکم ہے۔ وہ کہنے لگے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر فرمایا کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ
کی کسی ایک صفت کو علی وجہ الکمال نہ مانے بلکہ ناقص کہے اس کا کیا حکم ہے۔ پھر
مولوی صاحب نے کہا۔ کہ ایسا شخص بھی کافر ہے۔ پھر حضرت نے مولوی صاحب سے
یہ پوچھا کہ بتاؤ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یا نہیں۔ کہا ہاں اللہ تعالیٰ کی صفت
ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کو خدا کے لئے علیٰ وجہ الکمال ماننا چاہیے یا کہ ناقص مان لینا
بھی ٹھیک ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ صفت علم کو خدا کے لئے علیٰ وجہ الکمال
ماننا ضروری ہے۔ اور جو ایسا نہ مانے وہ اسلام سے خارج ہے۔ پھر فرمایا کہ اچھا
یہ بتاؤ کہ بلغۃ الحیران کی پیش کردہ عبارت سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
کے لئے کامل یا ناقص علم۔ مولوی صاحب نے کچھ سوچ کر کہا کہ اس سے خدا
کے لئے ناقص علم ثابت ہوتا ہے۔ پھر فرمایا مولوی صاحب تم نے خود کہا ہے۔
کہ جو خدا کے لئے ناقص علم مانے وہ کافر ہے۔ اب بتاؤ مصنف بلغۃ الحیران
اور اس کے ماننے والے کیا ہیں۔ اس وقت مولوی صاحب کی پیشانی پر پسینہ آگیا۔
والد صاحب نے فرمایا خوب سوچ لو دھوکے کی بات نہیں۔ میں نے مسلمات سے
گفتگو کی ہے اگر کوئی بات ہو تو بلا جھجک بیان کرو۔ آخر مجبوراً مولوی صاحب کو
کہنا پڑا۔ کہ مصنف بلغۃ الحیران اور اس کے سارے مرید کافر اور اسلام سے خارج
ہیں۔ تب والد صاحب فرمایا جزاک اللہ کیا خوب کہا۔ اسی دوران مولوی عبدالحی
صاحب کے طرفداروں میں سے ایک نے کہا۔ کہ متکلمین بھی تو اللہ تعالیٰ کے لئے
جزئیات کا علم نہیں مانتے۔ پھر انہیں کیا کہا جائے گا۔ اس پر مولوی عبدالغفور
صاحب نے والد صاحب سے کہا کہ اس مولوی کی بات بھی سنیئے۔ فرمایا بہت
اچھا۔ مولوی صاحب کیا کہتے ہو۔ مولوی نے اس بات کو دہرایا۔ فرمایا کہاں لکھا
ہے۔ مولوی نے کہا شرح عقائد میں۔ فرمایا کتاب مذکور لاکر دکھاؤ۔ جب کتاب لائی گئی تو
فرمایا عبارت پڑھو۔ جب مولوی نے وہ عبارت پڑھی تو والد صاحب کی حیرت کی انتہا نہ رہی
فرمایا خدا کے بندے یہ تو فلاسفر کا قول ہے۔ اور تم نے متکلمین کے ذمہ لگا دیا ہے۔ تم

فلاسفہ اور متکلمین کے واضح فرق کو بھی نہیں سمجھتے۔ اس پر تمام لوگ ہنس پڑے اور مولوی نہایت شرمندہ ہوا۔ پھر والد صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ جو آپ نے کہا ہے وہ لکھ دو۔ چنانچہ مولوی صاحب نے مصنف بلغۃ الحیران اور اس کے حواریوں کی تکفیر لکھ دی۔ پھر وہ پرچہ والد صاحب نے مولوی عبدالغفور صاحب کے حوالے کر دیا۔

مؤلف حضرت مناظر اسلام نے کچھ ایسی فصیح مدلل اور پرشوکت زوردار تقریر فرمائی۔ کہ مولوی عبدالحی صاحب کو تو چوں وچرا کی مجال نہ رہی۔ اور بالآخر سب کے دیکھتے دیکھتے چند ہی منٹوں میں مولوی عبدالحی سے مولوی حسین علی کے کفر اور اس کی لکھی ہوئی عبارات کے کفری ہونے پر دستخط لے لئے۔ اب فیصلہ کا اعلان حسب تسلیم فریقین عام جلسہ میں جا کر کرنا تھا۔ اور اجلاس عام میں بیٹھے لوگ فیصلہ کے اعلان کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ پھر اسی دوران عصر کی اذان ہو گئی۔ سب اٹھ کر مسجد میں نماز کے لئے چلے گئے۔ مولوی عبدالحی صاحب کچھ پہلے پہنچ گئے۔ اور پھر وہاں مصلیٰ پر امامت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ادھر مولوی عبدالغفور صاحب اور باقی علماء بھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے پر تیار ہو گئے صرف والد صاحب کے منتظر تھے۔ آپ نے فرمایا میں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار نہیں۔ مولوی عبدالغفور صاحب نے فرمایا کہ بڑے نیک بخت ہو۔ جب کہ فیصلہ ہو گیا ہے تو پھر کیوں نماز نہیں پڑھتے۔ فرمایا صرف عبارات مبلغہ کا فیصلہ ہوا ہے۔ باقی مسائل میں تو ابھی گفتگو ہی نہیں ہوئی۔ دیگر مسائل میں تو یہ وہی ہے۔ لہٰذا جب تک ان میں تصفیہ نہ ہو میں اقتداء کے لئے تیار نہیں اس پر ہزاروی صاحب کچھ چیں بجبیں بھی ہوئے۔ مگر حضرت نے ان کی ایک نہ مانی۔ اور نماز الگ پڑھی۔ پھر جب فارغ ہوئے تو مولوی عبدالحی سب سے پہلے اسٹیج پر پہنچ گیا۔ اور تقریر کرنے لگا۔ ہزاروی صاحب اور ان کے ساتھی کچھ وقفہ کے بعد اسٹیج پر پہنچ گئے اور یہ سارے والد مرحوم کو مسجد میں اکیلا چھوڑ گئے۔ آخر آپ بھی بعد میں جائے وقوع پر تشریف لے گئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ مولوی عبدالحی لوگوں سے کہہ رہا ہے۔ کہ آج ان سب علماء سے میرا تصفیہ ہو گیا ہے۔ اب

ہمارے درمیان کوئی نزاع نہیں رہا۔ اور میں ان ہی باتوں پر قائم ہوں کہ جن پر بزرگان اسلاف قائم تھے۔

دیکھو حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ قبر کا طواف اور اسے بوسہ دینا اور اس کی طرف رخ کرنا اور اسے سجدہ کرنا اور ان سے مدد مانگنا۔ یہ سب کام عبدۃ الاوثان سے مشابہت کی وجہ سے شرک ہیں۔ بس یہی میں بھی کہتا ہوں۔ اب بتاؤ کہ اس میں کیا خرابی ہے۔ اور کیا میرا عقیدہ وہی نہیں جو بزرگوں کا تھا۔ جب یہ باتیں مولوی صاحب کی زبانی مولوی عبدالغفور صاحب نے سنیں۔ تو انگشت بدنداں ہو کر والد صاحب کی طرف دیکھ کر کہا کہ "آپ تو صاحب کشف ہیں" فرمایا میرا ان لوگوں کے بارے میں بے حد تجربہ ہے جو تمہیں نہیں۔

حاضرین میں سے کسی نے مولوی صاحب کو نہ ٹوکا۔ سب سر جھکائے بیٹھے رہے آخر والد صاحب نے مولوی صاحب کو ان عبارات کا معقول جواب دیا۔ کہ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کو اپنی مشہور تصنیف "اعلاء کلمۃ اللہ" میں ثابت فرماتے ہیں۔ اور مزارات اولیاء اللہ کا بوسہ لینا بھی ان کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ سجدہ کرنا سوائے اللہ تعالیٰ کے حضرت صاحب اور دوسرے علماء اہل سنت کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور اس پر مزید تفصیل فرمائی۔

اس پر مولوی عبدالحی صاحب خاموش ہو گئے۔ اور حضرت مناظر اسلام مع اس فقیر ابوالفتح کے فاتحانہ شان وشوکت سے واپس ہوئے۔

۱۹ روئیداد مناظرہ گولڑہ شریف (۱۰ اپریل ۱۹۳۶ء)

گولڑہ شریف کے آستانہ عالیہ کے بعض معاندین نے مولوی غلام اللہ خان کو راولپنڈی سے بغرض تقریر مدعو کیا۔ وہاں اس کی تقریر کے بعد آستانہ عالیہ پر مقیم مولوی خدابخش صاحب نے اس کو مناظرہ کا چیلنج کیا۔ آخر مناظرہ کی تاریخ

مقرر ہو گئی۔ اور حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ پیر غلام محی الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مولوی عبد الغفور صاحب ہزاروی کے بھائی مولوی غلام ربانی صاحب کو حضرت مناظر اسلام کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ تشریف لا کر گولڑہ شریف میں مقررہ مناظرہ کی تاریخ پر مولوی غلام اللہ خان (راولپنڈی) سے مناظرہ کریں۔ چنانچہ حضرت والد صاحب قبلہ مع اس فقیر ابو الفتح کے گولڑہ مقدسہ تشریف لے گئے۔ وہاں پر حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ کی خدمت عالیہ میں حاضری ہوئی۔ آستانہ عالیہ چشتیہ پر قوالی کے موقعہ پر حضرت والد صاحب قبلہ مقام قوالی سے ہٹ کر اعلیحضرت غوث زمانہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کے سامنے جا بیٹھے۔ حضرت والد صاحب چونکہ طریقہ قادریہ سے منسلک تھے۔ اس لئے قوالی کی مجالس سے آپ کو خاص دلچسپی نہ تھی۔ اب حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ کو جو حضرت مناظر اسلام کے بارے مزار اقدس پر بیٹھ رہنے کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے حضرت صاحب کے لئے سجادہ یعنی مصلےٰ (جائے نماز) بیٹھنے کو بھجوائی۔ اب حضرت صاحب (والد صاحب قبلہ) کچھ دیر مزار اقدس کے مواجہہ بیٹھے رہے۔ اور پھر خدا جانے آپ کو کیا سوجھی کہ مقام قوالی میں تشریف لے آئے۔ حضرت سجادہ نشین صاحب نے جو حضور کو آتے دیکھا تو فوراً آپ کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ وہاں پر جس قدر علماء کرام، پیران عظام اور دوسرے لوگ تھے سب کھڑے ہوئے۔ حضرت والد صاحب جو بیٹھے تو پھر سب حضرات بھی بیٹھ گئے۔ اور حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ نے حضرت مناظر اسلام سے نہایت عاجزانہ لہجہ میں فرمایا۔ کہ "آج آپ بھی ہم گناہ گاروں میں شامل ہو گئے ہیں۔" پھر سجادہ نشین صاحب قبلہ نے مولوی عبد الغفور صاحب ہزاروی (جو پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے) فرمایا۔ "مولوی صاحب پڑھو یعنی چھوٹا ختم پڑھو۔ مگر حاضرین نے دیکھا کہ مولانا ہزاروی کے انداز سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ ختم پڑھنے کو کچھ پسند نہیں کر رہے۔ تو شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی جھٹ بولے کہ حضور یہ بڑے مولوی ہیں۔ ختم پڑھنا پسند

نہیں کرتے۔ اور میں چھوٹا مولوی ہوں۔ اگر ارشاد ہو تو میں پڑھ دوں۔ حضرت نے انہیں پڑھنے کو ارشاد فرمایا۔ تو علامہ موصوف نے حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں ختم پڑھا۔ یعنی قرآن پاک کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر آستانہ عالیہ کے قوالوں نے قوالی سنائی۔ اور ان کے بعد اجمیر شریف کے مشہور قوال واعظ نے قوالی کی۔ واعظ صاحب نے اپنی قوالی کے دوران سارا زور وحدت الوجود پر صرف کیا۔ واعظ صاحب نے اس شعر کو کئی مرتبہ پڑھا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — من از انداز قدرت را می شناسم

اور پھر حضرت مناظر اسلام کی طرف رخ کر کے (جو کہ اپنی سادگی کی وجہ سے تمام محفل میں ممتاز نظر آ رہے تھے) مثنوی شریف کے اشعار سے موضوع کو مزین کیا۔ حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ "واعظ صاحب قوال صاحب کشف آدمی ہیں۔ کہ میرے باطنی حال کو از راہ کشف دیکھ کر واعظ صاحب نے میری طرف دیکھ کر میرے حسب حال اشعار پڑھے ہیں۔" واقعی بظاہر تو وہ بہت دبلے پتلے اور کمزور تھے۔ چہرے کا رنگ زرد تھا۔ اور سنا بھی تھا کہ یہ ہمیشہ روزے سے ہوتے ہیں۔ بہر حال قوالی ختم ہوئی اور حضرت سجادہ نشین صاحب نے حضرت مناظر اسلام کو دعا کے لئے فرمایا۔ اور آپ نے دعا فرمائی۔

دوسرے روز مولوی غلام اللہ خان (راولپنڈی) سے مناظرہ کے لئے تاریخ مقرر تھی۔ اب اس موقعہ پر ہر طرف سے علماء کرام آئے ہوئے تھے۔ مثلاً مولانا احمد سعید صاحب کاظمی (ملتان) مولانا محمد دین صاحب مشہور منطقی (موضع بدھو) مولانا عبد الحق صاحب پیرزئی (کیمبل پور) مولانا صبغۃ اللہ صاحب (رلو ال شہر ایبٹ آباد) مولانا عطا محمد صاحب مشہور مدرس (بندیالوی) اور مولانا عبد الغفور صاحب (وزیر آباد) تو خود تھے ہی۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان آف برہان پور (کیمبل پور) مولانا غلام ربانی (چنبہ پنڈ) مولانا گل اکرام (کیمبل پور) عبد القاضی شاہ (جو بیلیاں) مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ (بہاول پور) مولانا محمد بشیر

صاحب مدیر ماہ طیبہ دکوٹلی لوہاراں) مولانا عبدالرزاق صاحب دگو بدو) اور ان کے علاوہ اور بہت سے علماء شامل تھے۔

تو باوجود ان علماء کی موجودگی کے حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ نے کچھ علماء کے مشورہ کے بعد حضرت مناظر اسلام قاضی صاحب کو اپنی طرف سے مناظر منتخب فرمایا یہی وجہ تھی کہ کتابوں کی لائبریری ہمارے حوالے کر دی گئی تھی۔ اور ہم رات کو بھی ان کتابوں پر صفحات کے نشان لگا رہے تھے۔ جب کہ دوسرے علماء آرام کر رہے تھے۔ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں کتابوں کی لائبریری بھی بہت بڑی لائبریری ہے جہاں سے ہم نے کتابیں نکالیں اور اپنے مقررہ کمروں میں جا کر نشان لگانے کا کام کرنے لگے۔ مؤلف ناچیز ابوالفتح بھی حضور کے ساتھ حوالے لگانے کی خدمت امدادی طور پر انجام دے رہا تھا۔ کہ رات کے ۱۲ بجے کے قریب باہر بہت شور ہوا۔ سردیوں کا موسم تھا۔ اور ہم کمروں کے اندر یہ دینی کام کر رہے تھے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ باہر جا کر معلوم کرو کیا بات ہے۔ میں نے باہر آ کر معلوم کیا تو پتہ یہ چلا کہ علاقہ رش ایبٹ آباد سے حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمند آئے ہیں۔ اور راستے میں ان کے ساتھ کوٹ نجیب اللہ کے کچھ عقیدت مند شامل ہو گئے ہیں۔ اب یہ لوگ اپنے خیال میں مست نعرے لگا رہے ہیں۔ بہرحال صبح مناظرہ کے لئے مولوی غلام خان کے ساتھ تاریخ طے ہو چکی تھی۔ اب ہم نے مناظرہ کے لئے پوری تیاری کر لی ہے۔ کتابوں پر نشانات لگا دئے ہیں۔ اور کتابیں لائبریری سے نکال اپنے کمروں میں تیار رکھی ہیں۔ اور حضرت مناظر اسلام مناظرہ کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔ اور اس فقیر (ابوالفتح) کے ذمہ بوقت ضرورت کتابوں سے حوالے نکال کر کتاب حضرت کے سامنے رکھنا ہے۔ تاکہ آپ مد مقابل کے سامنے پیش کریں۔ جیسے کہ ہمیشہ مناظروں کے موقعوں پر اس فقیر کی یہی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی۔ ہم دینی کتابوں سے لیس اور مسلح ہر طرح تیار مولوی غلام خان کی آمد کے انتظار میں ہیں۔ مگر اُدھر سے اطلاع یہ آئی کہ چونکہ فساد کا خطرہ ہے اس لئے ہم مناظرہ کے لئے نہیں آئیں گے

حضور سجادہ نشین صاحب قبلہ نے فرمایا۔ کہ میں اپنی ذمہ داری پر اپنی موٹر میں تمہیں لاؤں گا۔ اور یہاں پر مناظرہ کے دوران حفاظت کا پورا پورا انتظام رہے گا۔ اور حفاظت کی ذمہ داری میری اپنی ہو گی، مگر مولوی غلام خان حضرت کی اس قدر ذمہ داری لینے کے باوجود بھی گولڑہ شریف میں مناظرہ کے لئے آنے پر اپنی طرف سے مقرر کردہ تاریخ پر تیار نہ ہوا۔ جب یہ اطمینان ہو گیا کہ مولوی غلام خان ہرگز نہیں آئے گا۔ تو پروگرام یہ بنایا گیا کہ مناظرہ کی اس مقررہ تاریخ پر باہر سے آئے ہوئے علماء کرام تقریروں کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ چنانچہ اجلاس عام سے علماء کرام نے خطاب فرمایا۔ واعظانہ و مقررانہ انداز میں بنبر اول تقریر کے انتخاب میں حضرت والد صاحب کی نظر انتخاب مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب آف ہرمان کیمبل پور کی تقریر پر پڑی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی انداز تقریر صوفیانہ تھا۔

مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی اور ان کے برادر اصغر مولانا غلام ربانی صاحب چنبہ پنڈ اور شاہ کشور صاحب طلایٹ نے مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں کی تقریر کو پسند کیا۔ گولڑہ مقدسہ کی اس حاضری کے دوران شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی سے حضرت والد صاحب کی ملاقات ہوئی۔ تو قبلہ والد صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ بمطابق عقیدہ اہل سنت جو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حضور سے امداد کی درخواست کی جاتی ہے۔ آپ کی نظر میں اس کے دلائل کیا ہیں۔ مولانا غلام محمد صاحب نے جواباً کہا کہ آیۃ کریمہ یاایھاالذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ کی جناب کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور صحیح بخاری شریف کی حدیث جو جاء من استعان با الضعفاء والصالحین میں آئی ہے وغیرہ اس کے دلائل ہیں۔ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ سوال تو ہے مدد کے بارے میں اور جواب دیا گیا ہے آیۃ وسیلہ سے اس کا کیا جواب ہو گا۔ علامہ گھوٹوی نے فرمایا

کہ پھر ہمارے پاس تو یہی دلائل ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ اس سوال کا جواب یہ ہے
کہ امداد۔ اعانت۔ نصرت۔ معونت۔ توجہ۔ تجوہ۔ وسیلہ وغیرہا الفاظ متحد بالذات
اور متغائر بالاعتبار ہیں۔ اس لئے ایک کا اثبات دوسرے کے جواز و اثبات کو مستلزم ہے
مولانا گھوٹوی نے فرمایا بہت خوب۔

حضرت مناظر اسلام نے پھر فرمایا۔ کہ وہابیہ کے مقابلے میں خود میں نے جو سوالات
قائم کئے ہیں۔ وہ بھی سن لیجئے۔ مولانا گھوٹوی نے فرمایا "ہاں ہاں ضرور بیان فرمایئے"
حضرت نے فرمایا کہ زندوں کا ایک دوسرے سے مدد مانگنا قرآن کریم سے ثابت ہے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ من انصاری الی اللہ۔ یعنی کون
مددگار ہے میرا اللہ کے دین میں۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ حواریوں
نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار۔ اور حضرت سکندر ذوالقرنین نے فرمایا تھا
اعینونی بقوۃ۔ تم طاقت سے میری مدد کرو۔ اور خود وہابیہ زندوں کے ایک
دوسرے سے مدد مانگنے کو جائز کہتے ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ تمہارے نزدیک اہل برزخ
اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اس لئے شرک ہے کہ وہ غیر اللہ ہیں تو بعینہ یہ دلیل زندوں
میں جاری ہے۔ کہ وہ بھی غیر اللہ ہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ یعنی جو
جواب تم ہمیں وہاں دو گے۔ وہی جواب ہم تم کو یہاں اس مسئلہ متنازعہ میں دے
دیں گے۔ پھر فرمایا اور یہ ہے نقض اجمالی۔ اور نقض تفصیلی۔ یعنی منع کے طور پر بھی
میں نے وہابیہ پر سوال قائم کیا ہے۔ اس پر مولانا گھوٹوی نے صدائے تحسین بلند کی۔
اور کہا کہ ماشاء اللہ آپ نے تو بہت عالمانہ، فاضلانہ طور پر کلام فرمایا ہے۔ اور
وہابیہ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہو گا۔ ہاں مگر وہ ایک بات کہا کرتے ہیں
کہ زندوں کی آپس میں امداد اس لئے جائز ہے کہ یہ ماتحت الاسباب ہے۔ اور
اہل قبور سے امداد کی درخواست اور سوال اس لئے ناجائز ہے۔ کہ وہ مافوق
الاسباب العادیہ ہے۔ اس کا کیا جواب ہے۔ مناظر اسلام نے فرمایا کہ اول تو
مافوق الاسباب، اور ماتحت الاسباب کی تقسیم و تفریق کسی مستند محدث و

مفسر سے نقل کریں۔ اور بتائیں کہ یہ تقسیم کس نے کی ہے۔ اور ۲ یہ کہ غیر اللہ ہونے میں
تو یہ زندے اور وہ برزخی زندے مشترک ہیں۔ اور جب دلیل ہے یہ کہ اہل مزارات
غیر اللہ ہیں لہٰذا ان سے مدد مانگنا شرک ہے۔ تو پھر اس دلیل کی رو سے تو ان زندوں سے
بھی مدد مانگنا شرک ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ بھی تو غیر اللہ ہی ہیں۔ یا کہ وہابیہ کے خیال
میں یہ دنیاوی زندہ ہو گئے (معاذ اللہ) عین اللہ ہیں۔ استغفر اللہ العلی العظیم۔

حضرت مناظر اسلام کی اس تقریر پر علامہ گھوٹوی عش عش کر اٹھے۔ اور آپ
کے بیان کو بہت سراہا۔ اور فاضلانہ، محققانہ قرار دیا۔ ساتھ ہی یہ فرمایا۔ کہ۔ آپ تو
محقق عالم ہیں۔ آپ کے مقابلے میں مولوی غلام خان جیسے کہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ یہ تو آپس میں تبادلۂ
خیال تھا کہ جس پر علامہ گھوٹوی نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اسی موقعہ پر مشہور منطقی
مولانا محمد دین صاحب بدھو والوں کے ساتھ ان کے ایک منطقی سوال پر مؤلف
ناچیز ابوالفتح کی گفتگو ہوئی تھی۔ نیز مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی کے ایک تفسیری
سوال پر فقیر نے جو جواب پیش کیا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ فقیر مؤلف کے
انتحالات کے ضمن میں آئے گا۔

اسی موقعہ پر سنا تھا۔ کہ مولوی غلام خان صاحب کو جو خطرہ لاحق ہوا تو گئے تھے
میں مدد مانگنے۔ کہ مجھے حضرت گولڑوی کے مریدوں سے جان کا خطرہ ہے۔ تھانیدار
کوئی سنی عقیدہ کا تھا۔ اس نے مولوی صاحب کو کھری کھری سنائیں۔ کہنے لگا کہ مولوی
صاحب تمہارے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو مدد مانگنا شرک ہے
مگر مجھ جیسے آدمیوں سے مدد مانگنا شرک نہیں ہے۔ حیف ہے تمہارے عقیدہ پر۔
حضرت والد صاحب کو جو مولوی غلام خان کے نہ آنے کا اطمینان ہو گیا۔ تو
آپ گولڑہ شریف سے سجادہ نشین صاحب قبلہ سے اجازت حاصل کر کے واپس
ہو گئے۔ بعد میں مولوی خدا بخش مقیم آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کی زبانی معلوم ہوا۔
کہ حضرت مناظر اسلام کے گولڑہ شریف سے تشریف لے جانے کے بعد مولوی غلام خان
کی طرف سے اچانک اطلاع آئی۔ کہ گولڑہ شریف کی بجائے راولپنڈی شہر میں مناظرہ

کرنے کو تیار ہے۔ یہ اطلاع ملنے کے بعد علامہ گھوٹوی نے فرمایا۔ کہ اب مناظرہ کون کرے گا۔ جو مردِ میدانِ مناظرہ تھا وہ تو چلا گیا ہے۔ ان کی مراد مناظرِ اسلام سے تھی۔ تو حضرت سجادہ نشین صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر میری موٹر کار ٹیکسلا سے ہزارہ کی گاڑی چلنے سے قبل ان تک پہنچ سکتی ہے۔ تو میں ان کو واپس بلا لیتا ہوں۔ مگر احباب نے ٹائم دیکھ کر بتایا کہ اب تو ہزارہ کی گاڑی ٹیکسلا سے چل گئی ہوگی۔ تو حضرت صاحب نے اس پر بہت افسوس کیا۔ کہ اب تو وہ دور نکل گئے ہوں گے۔

۲۰۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی مقیم کراچی سے قربانی کے مسئلہ پر تحریری مناظرہ کی روئیداد

فقہ حنفی کا مسئلہ مسلّمہ ہے۔ کہ ایک سال سے کم عمر کے بکری۔ بکرے کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں چھ ماہ کا دُنبہ (چکتی والا) اگر ایسا موٹا تازہ ہو کہ سال والوں کے اندر ملایا جائے تو دوسروں سے اسکی تمیز نہ ہوسکتی ہو۔ تو اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔ یہ تو وہ مسائل ہیں کہ جن پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ لیکن کیا چھ ماہ کے بغیر چکتی مینڈھے کی قربانی ہوسکتی ہے۔ یا نہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مقیم کراچی کا موقف یہ تھا۔ کہ چھ ماہ کے مینڈھے کی قربانی بھی جائز ہے۔ مگر حضرت فقیہ اعظم کی تحقیق میں جب تک چھ ماہ کا دُنبہ (چکتی والا) نہ ہو تو قربانی نہیں ہوگی۔ اس مسئلہ پر دونوں کے درمیان تحریری مناظرہ ہوا۔ جو چار پانچ ماہ تک چلتا رہا۔ تحریرات کی ترسیل و وصول بذریعہ حضرت فقیہ اعظم کے شاگرد مولوی حبیب الرحمٰن صاحب آف تھپلہ (ہزارہ) کے ہوتی تھی۔ ذیل میں دونوں کی تحریرات کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (کراچی) کی تحقیق

فقہاء کرام نے لکھا ہے۔ کہ چھ ماہ کے ضأن کی قربانی جائز ہے۔ اب دیکھنا یہ

ہے۔ کہ ضأن کسے کہتے ہیں۔ آیا صرف چکتی والے دنبے کو۔ یا کہ دُنبہ اور مینڈھا دونوں کو۔ سو اگر دنبہ اور مینڈھا دونوں کو لفظ ضأن شامل ہو۔ تو پھر فقہاء کرام کی تصریح مذکور کی روشنی میں دنبہ کی طرح چھ ماہ کے مینڈھے کی قربانی بھی درست ہوگی۔ اور اگر مینڈھا لفظ ضأن کے اندر داخل نہ ہو تو پھر چھ ماہ کے مینڈھا کی قربانی جائز نہ ہوگی۔ اب ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ لفظ ضأن دنبہ اور مینڈھا دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے دنبہ کی طرح ششماہہ مینڈھا بھی قربانی دیا جاسکتا ہے۔ تو قرآن حکیم سورۃ انعام کے اندر ارشاد خداوندی ہے۔ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ، اور ضأن میں سے دو اور معز میں سے دو۔ اب اس آیت میں لفظ ضأن معز کے مقابلے میں آیا ہے۔ اور اہل لغت لکھتے ہیں۔ جیسا کہ لسان العرب اور المنجد لغت کی بڑی کتابوں میں ہے۔ کہ المعز ما لہٗ شعر، والضأن ما لہ صوف، یعنی معز کہتے ہیں بالوں والے بکری بکرے کو۔ اور ضأن کہتے ہیں اون والے کو۔

اب قرآن مجید کے اندر ضأن اور معز کے تقابل سے بھی یہ مفہوم ہوا۔ کہ ضأن اون والے دنبہ اور مینڈھا دونوں پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں ہی اون والے ہیں۔ اور یہ معز کے مقابلے میں ہے۔ کیونکہ معز بال والے بکری اور بکرے پر بولتے ہیں۔ اور اہل لغت نے جو ضأن اور معز کی تعریف لکھی ہے۔ اس سے بھی واضح طور پر یہی مفہوم ہوا۔ ثابت ہوا کہ ضأن دنبہ اور مینڈھا دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے بمطابق تصریح و تحریر فقہاء کرام کے دنبہ کی طرح ششماہہ مینڈھا کی قربانی بھی جائز ہے۔

حضرت فقیہ اعظم کی اس مسئلہ میں تحقیق

قرآن مجید کے اندر ضأن کا معز کے مقابلہ میں آنا۔ اور لغت والوں کا ضأن کا مفہوم عام رکھنا اس مدعا کو ثابت نہیں کرتا کہ ششماہہ مینڈھا کی قربانی بھی جائز ہوجائے۔ یہاں تو فقہاء کرام کی تصریح درکار ہے۔ اور فقہاء کرام صاف طور پر فرما

رہے ہیں۔ کہ ضأن چکتی والے دنبے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ نے فرمایا اور علامہ شامی نے بحوالہ منح الغفار لکھا ہے کہ "الضأن ما له الیۃ" یعنی ضأن چکتی والے دنبہ کو کہتے ہیں۔ اب فقہاء کرام کی اس خصوصی تصریح اور ضأن کی تعریف میں اس خاص توضیح کو نظر انداز کر کے باوجود مقلد کہلانے کے لغت کی تعمیم پر کیسے عمل کیا جا سکتا ہے اس لئے فقہاء کرام کی تصریحات کی روشنی میں صحیح مسئلہ یہی ہے۔ کہ چھ ماہہ دنبہ کی قربانی تو جائز ہے۔ مگر ششماہہ مینڈھا (بغیر چکتی) کی قربانی جائز نہیں۔

مؤلف کو یاد ہے کہ حضرت کی اس فقیہانہ گرفت کے سامنے مفتی صاحب نے ہتھیار ڈال دئے تھے۔ اور انہوں نے جواب بھیجنا بند کر دیا تھا۔ حضرت نے ایک دفعہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے استفسار فرمایا کہ مفتی صاحب کی طرف سے میری تحریر کا جواب آگیا ہے۔ تو انہوں نے جواب نفی میں دیا۔

اس پر حضرت نے فرمایا کہ اگر میری فقیہانہ بات کا جواب مفتی صاحب کے پاس ہوتا تو ضرور لکھتے۔ مگر اس کا جواب ان کے پاس ہے ہی نہیں تو وہ بیچارے کیا لکھیں

۱۲ صدر مفتی دیوبند اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے لبن فحل کے مسئلہ پر تحریری مناظرہ کی روئیداد

حویلیاں ضلع ہزارہ کے علاقہ سے مفتی اعظم کی خدمت میں ایک سوال آیا۔ کہ مثلاً زید کے لڑکے خالد نے عمرو کی لڑکی کے ساتھ عمرو کی بیوی ہندہ کا دودھ پیا تھا۔ اور اس ہندہ کے علاوہ عمرو مذکور کی دوسری بیوی بھی ہے۔ اور عمرو کی ان دونوں بیویوں سے اولاد ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد مذکور کا نکاح عمرو کی اس لڑکی کے ساتھ (جو ہندہ کے بطن سے نہیں بلکہ دوسری بیوی کے بطن سے ہے) شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ یہ تھا سوال اور اس سوال کے ساتھ علماء کے دو جواب بھی حضرت کو دکھائے گئے۔ جو کہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اور صدر مفتی دیوبند سے منگائے گئے تھے۔

ان دونوں مفتیوں نے یہی لکھا تھا۔ کہ خالد مذکور کا نکاح ہندہ کی کسی لڑکی کے ساتھ تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسی خالد کا نکاح عمرو کی اس لڑکی کے ساتھ جو ہندہ کے سوا دوسری بیوی کے بطن سے ہے بوجہ حرمت رضاعت کے عدم تحقق کے بلاشبہ جائز ہے۔ یہ تھا ان دونوں ہندوستانی مفتی صاحبان کا جواب۔

اب حضرت فقیہ اعظم نے اپنا جواب لکھا۔ کہ یہ نکاح بلاشبہ حرام ہے۔ کیونکہ فقہاء احناف تصریح فرماتے ہیں۔ کہ دودھ حکم میں مرد کا ہوتا ہے۔ کیونکہ مادہ میں دودھ کے اترنے کا سبب مرد ہی ہوتا ہے۔ اب جبکہ خالد نے عمرو کی ایک بیوی ہندہ کا دودھ پی لیا تو اب عمرو ساری اولاد چاہے وہ دوسری بیوی سے ہی ہو۔ خالد کے بہن بھائی بن گئے۔ اس لیے خالد کا نکاح اس لڑکی سے بھی نہیں ہو سکتا۔ جو کہ عمرو کی دوسری بیوی کے بطن سے ہے۔

حضرت نے اپنے استدلال میں یہ عبارت پیش کی کہ فتاوے قاضیخان جلد دوسرے کے صہ ۴۴ پر باب الرضاع کے عنوان کے تحت مرقوم ہے۔

وهذه الحرمة كما تثبت في جانب الام تثبت في جانب الاب وهو الفحل الذي ينزل لبنها بوطيه وقال الشافعي رح الحرمة لا تثبت جانب الاب والفقها يسمون هذه المسئلة لبن الفحل. فعندنا الفحل اب الرضيع وام الفحل جدته واخواته عماته واولاد الفحل اخوته لا يحل للرضيع ان يتزوج واحدة منهن (انتهى)

اور اسی قسم کی عبارت فتاوے عالمگیری سے بھی نقل فرمائی۔

(ترجمہ) اور یہ (رضاعت یعنی دودھ پلانے کی) حرمت جس طرح کہ ماں کی جانب ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح باپ کی جانب بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہی وہ زوج ہے جس کی وطی کے سبب بچے کی ماں کو دودھ اترتا ہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ حرمتِ رضاعت باپ کی جانب سے ثابت نہیں ہوتی۔ اور فقہاء احناف اس

مسئلہ کو لبنِ فحل کا مسئلہ کہتے ہیں (یعنی دودھ حکم میں نر کا ہے) تو ہمارے (ہم حنفیوں) کے نزدیک نر دودھ پینے والے بچے کا باپ اور اس کی ماں بچے کی دادی اور نر کی بہنیں رضیعہ یعنی دودھ پینے والے بچے کی پھوپھیاں بن جاتی ہیں۔ اور نر کی اولاد (لڑکے، لڑکیاں خواہ اسی بیوی سے ہوں جس کا بچے نے دودھ پیا ہے یا دوسری بیوی سے۔ کیونکہ وہ سبھی اس نر ہی کی اولاد کہلاتی ہے۔) رضیعہ یعنی دودھ پینے والے بچے یا بچی کے بھائی بہن بن گئے ہیں۔ اب دودھ پینے والے بچے کے لئے ان میں سے کسی ایک سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے (انتہت)

حررہٗ الراجی رحمۃ ربہ المنان قاضی محمد عبدالسبحان عفی عنہٗ از کھلابٹ
(ضلع ہزارہ)

پھر حضرت کے فتوے کی ایک نقل صدر مفتی دیوبند کو بھجوائی گئی۔ اور دوسری مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کو (جس کی تفصیل مؤلف ابوالفتح کے حالات میں انشاءاللہ تعالیٰ آئے گی) تو حضرت فقیہ اعظم کے مدلل جواب کو دیکھ کر ان دونوں ہندوستانی مفتیوں نے سرِ تسلیم خم کر دیئے۔ اور پھر اسی رشتہ کو حرام لکھ کر دیا۔ جس کو وہ پہلے حلال و جائز لکھ چکے تھے۔ ان دونوں مفتیوں کے سابق و لاحق دونوں فتوے پہلا حلال ہونے کا اور دوسرا حرام ہونے کا حضرت مرحوم کے فائل میں عرصہ تک موجود ہے شاید اب بھی کہیں پڑا ہو۔ تو یہ تھی حضرت کی شانِ فقاہت۔ جس کے سامنے ہندوستان دہلی اور دیوبند کے بڑے بڑے مفتیوں کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی تھی۔ اور سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا تھا۔ دراصل آپ کا علم لدنی اور وہبی علم تھا۔ جس میں غلطی کا بہت کم احتمال ہوتا تھا۔

۲۳ منکرِ شریعت کے حکم پر مناظرہ کی روئیداد

موضع کھیری ماڑی ضلع ہزارہ کے ایک شخص نے کسی جھگڑے میں شرعی فیصلہ کے ماننے

سے انکار کر دیا تھا۔ تو فریقِ مخالف نے فقیہ اعظم سے اس کے بارے میں حکم شرعی پوچھا تھا۔ تو آپ نے یہ حکم لکھ کر دیا تھا۔ کہ جو شخص شرعی فیصلہ کی تسلیم سے مطلقاً انکار کرتا ہے۔ وہ کافر و مرتد ہے۔ اس کے ساتھ کسی قسم کا میل جول، خلط ملط۔ رشتہ و تعلق۔ بیٹھنا۔ اٹھنا۔ کھانا۔ پینا۔ سلام و کلام بیاہ شادی مطلقاً ناجائز ہے۔ ایسے شخص کو نماز جماعت۔ حجرہ۔ مسجد۔ عوامی اجتماعات۔ جنازوں وغیرہ سے نکال دیا جائے۔ یہاں تک کہ اس کو مسلمانوں کے عام کنوئیں سے پانی نہ بھرنے دیا جائے۔ اگر وہ مر جائے۔ تو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ غرضیکہ ایسے شخص کے ساتھ مکمل بائیکاٹ اور قطع تعلق کیا جائے۔ اور ایسے لوگوں کے بارے میں آپ ہمیشہ فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور اپنے اس حکم پر دلیل قرآن حکیم سے یہ آیت پیش کیا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (ترجمہ) اور نہ بیٹھو یاد آجانے کے بعد ظالم و سرکش لوگوں کے ساتھ۔ یعنی اگر کہیں بھول کر بیٹھ بھی جاؤ تو جب یاد آجائے کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے باغی اور حکم شرع کے مخالف و منکر ہیں (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) تو فوراً وہاں سے اٹھ جاؤ۔ اور اپنی نشست و برخاست ایسے لوگوں کے ساتھ بند کر دو۔

حضرت فقیہ اعظم کے اس فتویٰ کے وہاں پہنچنے کے بعد متعلقہ شخص کے ساتھ عام لوگوں نے بائیکاٹ کر دیا۔ اور حضرت کے فتووں کا ہمیشہ لوگوں پر یہی اثر ہوا کرتا تھا۔ اب اس شخص کی زندگی دوبھر ہو گئی۔ اور اس نے کچھ مولویوں کا سہارا لیا۔ اور بعض مولویوں نے اس منکر شریعت شخص کی حمایت کی۔ اس پر حضرت مناظر اسلام، فقیہ اعظم علیہ الرحمت کو وہاں کھیری ماڑی مدعو کیا گیا۔ تو آپ تشریف لے گئے۔ وہاں پر دوسری طرف سے مولوی عبدالرؤف، مولوی غلام ربانی، مولوی حاجی عزیزالرحمٰن ساکنان کالجز ضلع ہزارہ آگئے۔ اور دوسرے روز ان سے عام اجتماع میں یہ گفتگو ہوئی۔

حضرت مناظر اسلام | آپ لوگ شرعی فیصلہ سے منحرف اور حکم شرعی کے منکر کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ یا کہ کافر و مرتد، دوسری جانب سے

مولوی غلام ربانی اور حاجی عزیز الرحمٰن صاحب نے مولوی عبد الرؤف بے چارے کو آگے کر دیا۔ اور مولوی عبد الرؤف صاحب سادے آدمی تھے۔ وہ بعد میں تو پچھتاتے تھے اور حضرت سے انہوں نے معافی بھی مانگی۔ مگر اس وقت ان مولویوں کے کہنے پر چل نکلے

مولوی غلام ربانی اور حاجی عزیز الرحمٰن صاحبان | جی وہ مسلمان ہے اور ہم اسے مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور اب ہماری طرف سے مولوی عبد الرؤف صاحب گفتگو کریں گے۔ کیونکہ یہ درسیات کے اچھے عالم ہیں۔

مناظر اسلام | کیوں مولوی عبد الرؤف صاحب۔ آپ منکر شریعت کے بارے کیا کہتے ہیں۔

مولوی عبد الرؤف | جی وہ مسلمان ہی ہے۔

مناظر اسلام | نے فرمایا۔ ایسا شخص تو کافر و مرتد ہوتا ہے۔ اور تم اسے مسلمان بنا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔ (ترجمہ) قسم ہے تیرے رب کی اے محبوب یہ لوگ مومن ہی نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپ کو حَکَم (پنچ و فیصل) تسلیم کریں اپنے آپس کے جھگڑوں میں، پھر آپ کے فیصلہ (کے بعد) یہ لوگ اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی بھی محسوس نہ کریں۔ اور پورے طور پر فرماں بردار ہو جائیں۔

ہاں دیکھئے کس قدر صاف ارشاد ہے۔ میرے اللہ کا منکر شریعت اور شرعی فیصلوں سے منحرف لوگوں کے بارے میں لا یؤمنون۔ کہ وہ مومن نہیں ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ تو یہ ارشاد فرمائے۔ کہ شریعت کے منکر مومن نہیں ہیں۔ مگر تم یہ کہو کہ "جی وہ مسلمان ہی ہے"، ہے نا یہ قرآن اور فرمان خداوندی کا انکار۔

اب بولو کیا کہتے ہو۔

ما تقولون ایہا العلماء الکرام فی ہذہ المسئلہ

مولوی عبد الرؤف | جی اس آیت میں لا یؤمنون کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ کامل مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیصلوں پر رضامند نہ ہو جائیں۔ اس لئے منکر شریعت بھی کافر نہیں ہوتا۔ رہتا مسلمان ہی ہے۔ البتہ وہ کامل مومن نہیں ہوتا۔ اور آپ نے (اے مناظر اسلام) تو ان لوگوں پر اتنے شدید اور سخت احکام لگا دیئے ہیں۔ کہ یہ بے چارے ادھر اُدھر چل بھی نہیں سکتے۔ اور نہ ہی ان کو کوئی کہیں کھڑے ہونے دیتا ہے۔ حالانکہ ہیں یہ بھی مسلمان ہی۔

اور میں نے جو لا یؤمنون کا ترجمہ کیا ہے کہ "کامل مومن نہیں ہوتے" یہ اپنے پاس سے نہیں کیا۔ بلکہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں یہی ترجمہ اور مطلب لکھا ہے۔

مناظر اسلام |

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

مولوی اشرف علی تھانوی بھی کوئی مولوی تھا۔ وہ تو گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ نام نہ لو اس کا میرے سامنے!

مولوی عزیز الرحمٰن | جی یہ تو آپ نہ کہیں اتنے بڑے عالم حکیم الامت کے بارے میں۔ جن کی چھ سو تصانیف ہیں

مناظر اسلام | چھوڑو اس کی تصانیف کو جن میں توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھری پڑی ہے۔

لو میں اللہ کے فضل و کرم سے تمہارے اشرف علی تھانوی کے بیان کردہ ترجمہ کی دھجیاں اُڑاتا ہوں۔ میرا اللہ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیں۔

اور فرمایا۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔
(ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ اور فرمایا۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اب ان آیات میں هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ زیر نظر آیت میں لا یؤمنون کی تفسیر ہے۔ پہلے تو خود لا یؤمنون کا ترجمہ "کامل ... نہیں ہوتے" یہ کامل والی بات تو زائد اور اپنی طرف سے ایک اضافہ اور تاویل ہے۔ مگر متذکرہ بالا آیات نے تو واضح ہو کر اور قطعی ختم کر دی ہے۔ اور کسی قسم کی تاویل کی گنجائش باقی ہی نہیں رکھی۔

اب لا یؤمنون اور هم الکافرون دونوں کو ملا کر پڑھو اور خوب غور کرو۔

مولوی غلام ربانی و مولوی عبدالروف اس موقعہ پر غلام ربانی صاحب اور حاجی عزیز الرحمٰن نے جو اپنے مناظرہ کو گرتے اور اس کی ناؤ کو ڈوبتے دیکھا تو غلط مبحث کے لئے سب نے مل کر شور مچا دیا۔ جی بیان القرآن والے بھی بڑے عالم اور ہندوستان بھر کے مانے ہوئے مقتدا تھے آخر وہ غلط کیسے لکھ سکتے ہیں۔

مناظر اسلام شیر کی طرح گرج کر او شور نہ مچاؤ۔ تم میں سے جس کا جی چاہے آ جائے میرے مقابلہ میں۔ قرآن کو سمجھتے نہیں ہو اور ویسے شور مچاتے ہو۔ تمہاری مثال اس پٹھان طالب علم کی سی ہے۔ جس کو استاد قدوری پڑھا رہا تھا۔ اور جب اس عبارت پر پہنچے۔ کالضفدع تو پٹھان استاد نے اس کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا۔ لکہ چہ ڑاں ڑاں۔ یعنی جیسے کہ مینڈک۔ شاگرد بولا۔ استاذا ڈہ ڑاں ڑاں سہ شی دی استاد یہ مینڈک کیا ہوتا ہے تو

(استاد) مگر ڈہ پوہ نہ شلے کناں، ڈہ اوبو کبہ چہ منڈے وہی کلہ الیستہ کلہ او ورتہ ڈیبہ۔ یعنی رب کے بندے تم سمجھے نہیں کہ وہ پانی میں جو گھومتا پھرتا ہے۔ کبھی ادھر جاتا ہے اور کبھی ادھر وہی ہے تا مینڈک (شاگرد) او استادا خوہ پوہ شلم بیخہ میبخہ دے میبخہ، یعنی استاد اب میں سمجھ گیا ہوں وہ تو بھینس ہے بھینس۔

(استاد) خوہ مڑہ پوہ نہ شلے کناں ہیخہ میبخہ نہ دا مڑہ اہیخہ او ڈک غندے ایوگہ نہ گرڈی ہیخہ دے کناں۔ یعنی خدا کے بندے تم سمجھے نہیں وہ بھینس تو نہیں بندۂ خدا وہ چھوٹی سی چیز پانی میں نہیں گھوما کرتی وہ ہے نا۔ (شاگرد) خواہ استادا اوس پوہ شلہ سیخہ زنبود دے زنبود۔ استاد جی اب میں سمجھا ہوں وہ تو بھیڑ ہیں بھیڑیں (استاد) آمڑہ خوار مشے پوہیگے نہ کناں سیخہ زنبود نہ دے۔ خدا کے بندے تو خوار نہ ہو وہ بھیڑ نہیں ہے۔ مگر تو سمجھتا نہیں ہے۔ (شاگرد) استادا اس صحاں تو جیسے اس شاگرد نے ضفدع (مینڈک) کا مطلب بھینس اور بھیڑ سمجھا تھا اور اپنی جگہ پر بہت خوش بھی ہو رہا تھا۔ ایسے ہی تم بھی قرآن پاک کا مطلب سمجھ رہے ہو۔ اور خوش ہو رہے ہو۔

مؤلف حضرت کی اس حکایت پر حاضرین عوام بہت ہنسے اور محظوظ ہوئے۔ پھر حضرت نے زور دار لہجہ میں فرمایا۔ کہ لا یؤمنون کا ترجمہ ... یہی ہے کہ وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے اور کامل کا کوئی لفظ یہاں نہیں ہے۔ اور اس کی تفسیر و توضیح ارشاد خداوندی هم الکافرون سے بھی ہو گئی ہے۔ اور القرآن یفسر بعضه بعضاً۔ یعنی قرآن کی بعض آیتیں دوسری بعض کی تفسیر کرتی ہیں اب تم لوگ مقابلے میں کوئی آیت یا اور کوئی خاص دلیل پیش کرو۔ یا اس حقیقت کو تسلیم کرو۔

تو ان مولویوں سے کوئی جواب تو بن نہ سکا۔ اور حاضرین عوام بھی ان کے پیچھے پڑ گئے۔ حالانکہ وہ علاقہ بھی ان مولویوں ہی کا تھا۔ تو مولویوں کو میدان چھوڑ کر جانا پڑا۔ لوگوں نے شیر اسلام زندہ باد۔ مجاہد اعظم زندہ باد۔ قاضی صاحب

کھلابٹ زندہ باد۔ کے نعرے لگائے۔ اور یوں حضرت نہایت فاتحانہ طمطراق سے واپس تشریف لائے۔

۲۴ موضع بگڑہ، سیریال کے مناظرہ کی روئیداد

بزرگ عالم مولوی عبدالجبار صاحب آف بگڑہ کے صاحبزادہ مولوی صاحب بگڑہ سے حضرت مناظر اسلام کی خدمت میں کھلابٹ حاضر ہوئے۔ کہ ہمارے گاؤں میں مولوی غلام خان آف راولپنڈی کا بازوئے راست مولوی مسکین دیوبندی خطیب جامع مسجد ٹاہلیا نوالی راولپنڈی نے پہنچ کر فتور مچا دیا ہے۔ اور عقائد وہابیہ کی تبلیغ کر رہا ہے۔ اور والد صاحب (مولوی عبدالجبار صاحب) کو مناظرہ کا چیلنج کر رہا ہے۔ اور سنا ہے کہ مولوی غلام خان بھی وہاں پہنچنے والا ہے۔ اس لئے والد صاحب نے مجھے آپ کو لینے بھیجا ہے۔ چنانچہ حضرت جانے کو تیار ہو گئے۔ اور فقیر ابوالفتح (مؤلف) کو ساتھ لے کر ان کی معیت میں ہری پور پہنچے۔ ان دنوں مدرسہ رحمانیہ ہری پور کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔ غالباً حضرت نے وہاں بھی شمولیت کرنی تھی۔ تو پہلے وہاں تشریف لے گئے۔ اور وہاں پر زیادہ دیر ٹھہرنے سے معذرت کا اظہار کیا۔ جلسہ میں مولانا عارف اللہ قادری (راولپنڈی) مدعو موجود تھے اور جب انکو حضرت مناظر اسلام کے وہاں بغرض مناظرہ تشریف لے جانے کی اطلاع ہوئی۔ تو خوشی سے جھوم گئے۔ اور پھر حضرت سے کہنے لگے۔ ہاں ہاں آپ ان خبیثوں کی سرکوبی کے لئے وہاں ضرور تشریف لے جائیے۔ اور یہاں تو صرف تقریریں ہی کرنی ہیں۔ وہ ہم نمٹا لیں گے۔ چنانچہ حضرت مع فقیر ابوالفتح موضع بگڑہ مولوی عبدالجبار صاحب کے صاحبزادہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر مولوی مسکین دیوبندی کو مناظرہ کے لئے للکارا۔ چنانچہ مناظرہ کے لئے آٹھ بجے صبح کا ٹائم مقرر ہوا۔ اور اس رات مولوی غلام خان اور مولوی مسکین کی تقریر کا پروگرام تھا۔ مگر مولوی غلام خان تو نہ آیا۔ اور یہ بھی ایک افواہ تھی کہ آ کر خفیہ طور پر واپس ہو گیا ہے۔ اور مولوی مسکین

بستی کے اندر حضرت مناظر اسلام کی موجودگی میں تقریر کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ صبح آٹھ بجے وقت مقررہ پر ہم جائے مناظرہ بڑی مسجد میں بیٹھے ہوئے انتظار کرتے رہے۔ مگر مولوی غلام خان یا مولوی مسکین کوئی بھی نہ آیا۔ بار بار آدمی بلانے بھیجے گئے۔ مگر کافی دیر ہو گئی۔ آخر گیارہ بجے کے قریب مولوی مسکین نے بلند آواز سے السلام علیکم کہا۔ مگر ہم میں سے کسی نے کوئی بھی جواب نہ دیا۔ اس پر مولوی مسکین نے مولوی عبدالجبار صاحب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے السلام علیکم کہا تھا۔ مگر کم از کم آپ کو تو جواب دینا چاہئے تھا۔ کیونکہ آپ تو ہمارے مسلک دیوبندی کے قریب ہیں۔ مولوی عبدالجبار نے کہا کہ میری طرف سے اس وقت حضرت قاضی صاحب نمائندہ اور مناظر مقرر ہیں۔ آپ جو بھی بات کرنا چاہیں ان سے کریں۔ حضرت مناظر اسلام نے زوردار لہجہ میں پارعب ہو کر فرمایا۔ کہ مولوی صاحب تمہارے اور ہمارے درمیان کفر و اسلام کا جھگڑا ہے۔ جب تک اس کا تصفیہ نہیں ہو جاتا ہم تمہارے سلام کا جواب نہیں دے سکتے۔ اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ اور مؤہین (توہین کنندہ) ہو۔ اس لئے تمہارے سلام کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔

مولوی مسکین: جناب قاضی صاحب آپ نے میرے مقابلے میں آ کر اچھا نہیں کیا۔

حضرت مناظر اسلام: اور تم نے بھی یہاں آ کر اچھا نہیں کیا۔ نیز ہمارا تمہارا آپس میں تعلق ہی کیا ہے۔ جو تم یہ شکوہ کر رہے ہو۔ اچھا اب باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ پہلے بھی تم باوجود تقرری وقت کے ٹائم پر نہیں آئے ہو۔ اب فوری طور پر مناظرہ شروع ہونا چاہئے

مولوی مسکین: حضرت میں تو یہاں صرف مولوی عبدالجبار صاحب سے ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔

مناظر اسلام: مولوی عبدالجبار صاحب اپنی طرف سے مجھے مناظرہ نمائندہ

معذرت کر چکے ہیں۔ اب جو بھی بات کرنی ہے مجھ سے کرو۔

مولوی مسکین دیوبندی: نہیں جی۔ مجھے آپ مولوی عبدالجبار صاحب سے ایک بات پوچھنے دیں۔ مولانا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ تو ہیں دیوبندی اور یہ ہیں (جناب قاضی صاحب) بریلوی آپ کا اور ان کا تعلق کب سے پڑا ہے۔

مولوی عبدالجبار صاحب: مجھے تم سے کیا واسطہ، تم نے کل سے یہاں آ کر فساد برپا کر رکھا ہے۔ تم ہو سانپ اور سانپ کا منتر جاننے والے یہ حضرت قاضی صاحب ہیں۔ اس لئے میں نے تمہارے علاج کے لئے ان کو مدعو کیا ہے۔

مولوی محمد مسکین دیوبندی: اب تو آپ ہمیں دشمن سمجھتے ہیں۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ آپ کے نزدیک بریلوی عقائد بھی صحیح ہیں۔

مولوی عبدالجبار صاحب: ہاں ہاں صحیح اور ضرور صحیح ہیں۔

مولوی مسکین دیوبندی: مگر آپ ہیں تو دیوبندی نا۔

مولوی عبدالجبار صاحب: نہیں نہیں میں بریلوی ہوں۔

مولوی مسکین: آپ کب سے بریلوی ہوئے ہیں۔ شروع سے تو آپ دیوبندی تھے۔

مولوی عبدالجبار صاحب: لاحول ولا قوۃ الا باللہ میں کب دیوبندی رہا۔ میں دیوبندیوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔

مناظر اسلام: مولوی مسکین صاحب اب تو آپ کی تسلی ہو گئی نا۔ لو اب مجھ سے بات کرو۔ آئے ہو تو خالی نہ جاؤ۔

مولوی مسکین: میں تو صرف مولوی عبدالجبار صاحب سے بات کرنے آیا تھا۔ اور آپ کا تو میں عزیز ہی ہوں۔ میں پھر کہوں گا کہ آپ نے یہاں میرے مقابلے میں آ کر اچھا نہیں کیا۔
لو اب میں جا رہا ہوں۔ السلام علیکم۔

مؤلف ابوالفتح: اس موقعہ پر نعرۂ تکبیر، نعرہ رسالت اور حضرت قاضی صاحب زندہ باد کے نعرے لگائے گئے۔ مولوی عبدالجبار صاحب مذکور کے ایک بھائی مولوی عبدالرؤف وہابی تھے۔ جو کہ مولوی غلام اللہ خان کے دارالعلوم میں راولپنڈی شیخ الحدیث رہے۔ مولوی مسکین کا موضع بگڑہ جانا ان کی وجہ سے ہوا تھا۔ مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

ہاں تو مولوی مسکین کے میدان مناظرہ سے پیٹھ دکھانے کے بعد حضرت مناظر اسلام نے زور دار تقریر فرمائی۔ اور لوگوں کے نعروں سے مسجد گونج گئی۔ سنا تھا کہ مولوی مسکین بھی میدان مناظرہ سے جا کر وہیں بگڑہ ہی میں اپنی جگہ پر تقریر کرے گا۔ مگر خدا کی شان کہ وہ کچھ ایسا حواس باختہ ہو گیا تھا۔ کہ پھر اپنی جگہ پر بھی تقریر نہ کر سکا۔

اور حضرت مناظر اسلام مع فقیر ابوالفتح کے فاتحانہ شان سے واپس ہوئے فالحمد للہ۔

۲۴
مولوی یوسف بنوری (کراچی) کے داماد مولوی طٰس سے مناظرانہ گفتگو

مولوی محمد طس صاحب اصل میں موضع درگڑی ضلع ہزارہ کے رہنے والے ہیں۔ اور
اب اپنے خسر مولوی محمد یوسف بنوری کے پاس کراچی میں مقیم ہیں۔ مولوی
محمد یوسف بنوری اس وقت دیوبندی علماء کے اندر ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان
مولوی محمد طس صاحب سے ضلع مراد آباد۔ یو پی میں (جہاں ہمارے صدر الافاضل مولانا
نعیم الدین صاحب مراد آبادی مرحوم تھے) درسیات کے مشہور فاضل مولوی
عجیب نور صاحب دیوبندی کے مدرسہ میں پڑھنے کے بعد مدرس تھے۔ وہاں
سالانہ تعطیلات کے ایام میں اپنے وطن ہزارہ جو آئے۔ تو حضرت استاد العلماء
حضور قاضی صاحب کی مزارات پر پھول و سبزہ ڈالنے کے مسئلہ پر حسب ذیل
گفتگو ہوئی۔

مولوی محمد طس صاحب دیوبندی

حضرت علامہ سید انور شاہ
صاحب کشمیری الدیوبندی
کی تحقیق بھی بہت فائق تحقیق تھی۔ اور جن نکات کی طرف دوسروں کی نظریں نہیں
جاتی تھیں۔ آپ ان کو باسانی سے بیان فرما دیتے تھے۔ مثلاً صحیح بخاری شریف
کی وہ حدیث کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے
تو فرمایا کہ ان قبروں والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ ان دو میں سے ایک کو تو
اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ اما احدھما فکان یمشی بالنمیمۃ
وہ چغل خوری کیا کرتا تھا۔ واما الآخر فکان لا یستنزہ من البول،
اور دوسرے کو اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب سے نہیں بچا کرتا تھا
پھر حضور علیہ السلام نے کھجور کی ایک ہری شاخ لے کر اس کو چیر کر دو حصے کر
کے ایک کو ایک قبر پر اور دوسرے کو دوسری قبر پر گاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ جب تک
یہ خشک نہیں ہوتے ان قبروں والوں کو عذاب میں تخفیف ہو گی۔ یہ تو تھا حدیث
بخاری کا مضمون، اب علامہ سید انور شاہ صاحب الدیوبندی اپنی شرح بخاری
"فیض الباری" میں اس حدیث کے تحت ایک عجیب نکتہ بیان فرماتے ہیں۔ اور وہ یہ

کہ ان اہل قبور سے رفع عذاب و عذاب اٹھائے جانے کی وجہ سے کھجور کی وہ
دو ہری شاخیں نہ تھیں۔ تاکہ کوئی یہاں سے یہ سمجھ لے کہ قبروں پر پھول اور
سبزے ڈالے جائیں۔ تاکہ اہل قبور کو فائدہ ہو۔ اور آئندہ کے لئے اس حدیث
سے یہ استدلال کر سکے یہ طریقہ ہی بنا لیا جائے کہ قبروں پر پھول اور سبزے یا
ہری شاخیں توڑ کر اس خیال سے گاڑی جایا کریں۔ کہ ان قبروں والوں کو فائدہ
ہو گا۔ کیونکہ یہ قیاس تو اس وقت ہو سکتا تھا۔ کہ وہاں پر ان اہل قبور کے عذاب
میں تخفیف کا اصل سبب وہ کھجور کی ہری اور گیلی شاخیں ہوتیں۔ مگر وہاں تو
تخفیف عذاب کا اصل سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس
کی برکت تھی۔ کہ چونکہ وہ شاخیں آپ کے دست اقدس سے چھو گئی تھیں۔ اور
وہ آپ نے گاڑی اور لگائی تھیں۔ اس لئے آپ کی برکت سے عذاب اٹھ
گیا تھا۔ اب دونوں باتوں میں وزن کیا جائے کہ ان دونوں میں سے کس ایک
کو ماننا بہتر ہے۔ کیا یہ بہتر ہے کہ ہم یہ کہیں کہ وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے دست مبارک کی برکت سے اہل قبور سے عذاب اٹھا لیا گیا تھا۔ یا یہ بہتر
ہے کہ یوں کہیں کہ ان شاخوں کی وجہ سے عذاب اٹھایا گیا تھا۔ ظاہر ہے
کہ رفع عذاب کی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت
قرار دینا بہ نسبت اس کے کہ کھجور کی شاخوں کو رفع عذاب کا سبب مانا جائے
کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ جس کی وجہ سے وہ عذاب اٹھ گیا تھا۔ رفع عذاب اس کا
کمال ہو گا۔ اب اس کمال کی نسبت کھجور کی شاخوں کی طرف کرنے سے یقیناً
یہ بہتر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دست اقدس کی طرف نسبت کی جائے اور واقعہ
کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت سمجھنا چاہیئے۔ اب کسی دوسرے
کے ہاتھ میں یہ کمال نہیں اس لئے اس کی شاخیں گاڑنے سے رفع عذاب نہ
ہو گا۔ (انتہیٰ المضمونہ)
اب مولوی محمد طس صاحب یہ بیان کر کے کہنے لگے کہ دیکھئے علامہ انور شاہ

صاحب کی کس قدر بلند اور فائق نظر تھی۔ کہ جو حدیث کے اُن نکات پر جا پہنچتی تھی۔ جہاں دوسروں کی نظریں نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ یہ بات تو واقعی صحیح ہے تاکہ رفع عذاب کا سبب شاخ کھجور کو قرار دینے کی بہ نسبت دست اقدس کی برکت کو سبب ماننا اور اس کمال کی نسبت شاخ کھجور کی طرف کرنے کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کی طرف کرنا یقیناً بہتر اور ایک معقول اور کس قدر صحیح بات ہے۔ اب دیکھیئے یار لوگوں نے اسی حدیث میں مذکور رفع عذاب کے اس واقعہ کو سند بنا کر ہمیشہ کے لیئے سبزے، پھول اور ہری شاخیں قبروں پر ڈالنے اور گاڑنے کو رفع عذاب کا سبب سمجھ لیا ہے۔ یہ کس قدر نادانی ہے۔ مگر اس کی اصل وجہ مطالب حدیث سے عدم واقفیت ہے۔

محدثِ زمانہ، شیخ ہزاروی سید انور شاہ صاحب کی تقریر بظاہر تو بہت دل فریب اور دل کش ہے۔ لیکن اصلیت درحقیقت یہ نہیں ہے۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت اپنی جگہ پر مسلّم ہے۔ مگر یہاں تو حدیث مذکور میں رفع عذاب کی وجہ اور سبب وہ دو شاخیں ہی تھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شاخیں ان قبروں پر نصب کر کے ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہو جائیں اس وقت تک عذاب نہیں ہوگا۔ اب حدیث میں "مالم یَیبَسَا" کی یہ قید ہی بتاتی ہے کہ رفع عذاب کا سبب وہ ہری شاخیں تھیں۔ کیونکہ وہاں اس خصوصی جزئی واقعہ میں رفع عذاب کا سبب دست اقدس کی وہ برکت نہیں تھی۔ آخر شاخیں تو وہی تھیں نا۔ جو حضور کے دست اقدس سے مس ہو چکی تھیں۔ پھر یہ خشکی و تری میں تفریق کی وجہ کیا ہے۔ کہ بحالت تری تو وہ رفع عذاب کا سبب ہیں۔ اور وہی شاخیں خشک ہو جانے کے بعد سبب نہیں رہتیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ رفع عذاب میں ان شاخوں کی تری کا عمل و دخل ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "مالم یَیبَسَا" کہہ کر رفع عذاب کی غایت ان شاخوں کی خشکی بتائی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ رفع عذاب کا سبب ان شاخوں کی تری تھی۔ نتیجتہً حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے ہری شاخ کو رفع عذاب کا سبب قرار دیا ہے تو اب وزن کیجئے کہ اگر ہم بموجب ارشاد نبوی ہری شاخ کو سبب قرار دیں۔ بلکہ دست اقدس کو سبب مانیں۔ تو کیا ہم تکذیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب نہیں ہوں گے (معاذ اللہ) تو کیا یہ بہتر ہے کہ ہم ارشاد نبوت کی (معاذ اللہ) تکذیب یا ان سے انکار کر کے دست اقدس کو رفع عذاب کا سبب ٹھہرائیں۔ یا یہ بہتر ہے یا کہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق شاخوں کی تری اور گیلے پن کو رفع عذاب کا غایت قرار دے کر ہری شاخوں کو رفع عذاب کا سبب سمجھیں۔ اب سوچئے اور وزن کر لیجئے۔ کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات بہتر ہے۔ اور پہلے تو اسی ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی تردید ہو گئی کہ یہ واقعہ رفع عذاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھا۔

اور دوسری دلیل اس واقعہ کو خصوصیت نبوی قرار نہ دینے کی یہ ہے کہ حضرت بُریدۃ الاسلمی رضی صحابی نے اپنے انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر پر کھجور کی ہری شاخیں نصب کرنا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس سے عذاب رفع ہوتا ہے۔ (انتہیٰ)

اب اگر وہ واقعہ رفع عذاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہوتا تو صحابی کیوں اس کی وصیت فرماتے۔ معلوم ہوا کہ صحابی رض نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہری شاخ کو رفع عذاب کا سبب سمجھا تھا۔ اب جو نکتہ سید انور شاہ صاحب نے پیدا کیا وہ اس لحاظ سے واقعی عجیب ہے۔ کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ نکتہ نہیں سوجھا۔ بلکہ وہ تو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے تحت ہری شاخ کو رفع عذاب کا سبب سمجھتے ہیں۔

مولوی محمد طس الدیوبندی | یہ حضرت بریدہؓ والی حدیث کہاں اور کس کتاب کے اندر ہے۔

محدثِ زماں | یہ حدیث بخاری شریف کے اندر ہے۔

مولوی طس صاحب | بخاری شریف کے اندر ہرگز یہ حدیث نہیں ہو سکتی کیونکہ دار العلوم دیوبند میں ہمیشہ بخاری شریف کا ختم ہوتا ہے (جیسا کہ پنجاب میں قرآن پاک کا ختم کیا جاتا ہے)۔ تو ہم نے بارہا بخاری شریف کا ختم پڑھا ہے۔ اور پھر بخاری شریف ہمیشہ پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں یہ حدیث تو کہیں نظر سے نہیں گذری۔ نیز یہ حدیث اگر بخاری شریف میں ہوتی یا کم از کم صحیح ہی ہوتی تو علامہ سید انور شاہ صاحب ایسا نہ فرماتے۔ کیا ان کی نظر سے بھی یہ حدیث نہیں گذری تھی۔

محدثِ زماں | حدیث صحیح بخاری شریف کے اندر ہی ہے۔ اور آپ بے تاب اور حیران نہ ہوں۔ یہ حدیث بخاری شریف کے باب الجنائز میں مروی ہے۔

مولوی طس | اچھا اگر بخاری شریف میں ہے تو ذرا دکھا دیجئے۔

محدثِ زماں | لیجئے بخاری شریف، اور یہ دیکھئے حدیث مذکور

مولوی محمد طس | انگشت بدنداں۔ حیران و نادم ہو کر واقعی یہ حدیث اسی طرح یہاں بخاری شریف کے اندر مروی ہے۔ مگر حیرت ہے کہ ہمیں نظر نہیں آئی۔ اچھا میں مراد آباد (ہندوستان) جا کر مولانا عجب نور صاحب سے اس کا جواب معلوم کروں گا۔

محدثِ زماں | اچھا اگر جواب معلوم ہو گیا تو مجھے بھی بتائیے گا۔

مولوی طس | ہاں ضرور بتاؤں گا۔

مؤلف | پھر دوسرے سال ایام تعطیلات میں مولوی محمد طس صاحب ہزارہ واپس آئے اور ہمارے حضرت صاحب سے ملے بھی اور بتایا کہ میں نے وہ پوری بات اور حدیث مولانا عجب نور صاحب سے عرض کر دی تھی۔ مگر اس کا جواب تو وہ بھی کچھ نہیں دے سکے۔

تو یہ تھی ہمارے حضرت کی محدثانہ شان۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۲۵۔ موضع ڈھینڈہ میں جماعت دیوبندیہ سے مناظرانہ گفتگو

موضع ڈھینڈہ ضلع ہزارہ میں ایک جنازہ کے موقعہ پر مولوی عبدالحی مبھوئی والے، اور مولوی غلام جیلانی حویلیاں والے اور مولوی محمد اسلم ساکن ڈھینڈہ، اور مولوی خلیل الرحمٰن سکندر پور والے، عام مجلس کے اندر حضرت مناظر اسلام کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت کی شخصیت ہی کچھ ایسی قابل اعتماد تھی کہ اپنے پرائے آپ کے گرد اخذ فیض کے لئے جمع ہوتے اور وہابی۔ دیوبندی بھی آپ کو دل سے محقق عالم اور عابد و زاہد مانتے تھے۔ چونکہ آپ مخلص فی الدین۔ الحب للہ، والبغض للہ پر پورے عامل، بے لوث واعظ اور مناظر، بے لوث مفتی، محقق عالم، سادگی کا مجسمہ اور عابد و زاہد تھے، اس لئے دوسرے مکتب فکر کے علماء بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔ اور آپ سے کچھ علمی جواہر پارے سننے کے خواہش مند رہا کرتے تھے۔ اور پھر جس مجلس میں آپ موجود ہوتے علماء میں کس کی مجال تھی کہ آپ کی موجودگی میں کوئی مسئلہ بیان کرے یا کوئی علمی گفتگو کرے۔

ہاں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری الدیوبندی سے اپنی "فیض الباری شرح بخاری" میں کئی غلطیاں ہو گئی ہیں۔ دیوبندیوں نے حضور کی زبانی جو یہ چونکا دینے والی بات سنی تو آپ کی بات سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو گئے۔

پہلے تو حضرت نے شاہ صاحب کی اس غلطی کا ذکر فرمایا۔ جس کی نشان دہی

مولوی طلس سے سابقہ مناظرانہ گفتگو میں کی جا چکی ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا۔ کہ انور شاہ صاحب کی فیض الباری میں غلطی نمبر۲ یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ حرّانی نہ تو مجسمہ سے تھے۔ اور نہ ہی وہ قدم عرش کے قائل تھے۔ اور نہ ہی علامہ مذکور نے کتاب العرش نامی کوئی کتاب لکھی تھی۔ (انتہیٰ)

اب میں کہتا ہوں کہ شاہ صاحب کی یہ کس قدر غلطی یا تاریخی واقعات سے چشم پوشی ہے۔ کیونکہ حافظ ذہبیؒ جیسی شخصیت نے "کتاب العرش والعلو" لکھ کر اسی ابن تیمیہ کا رد کیا تھا۔ اور محقق علماء کرام نے لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے کتاب العرش نامی ایک کتاب لکھی تھی جس میں عرش کی قدامت کا قول کیا تھا۔ اور وہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو مجسم مانتا تھا۔ لیکن شاہ صاحب سرے سے ابن تیمیہ کی کتاب العرش ہی سے انکار کر رہے ہیں۔

دیوبندی مولوی حضرتؒ مناظر اسلام سے اپنے باوائے مذہب ابن تیمیہ کا مجسمہ سے ہونا۔ اور دیوبندی جماعت کے مشہور اور مایہ ناز محدث اور علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری کے اغلاط کا بیان شرح و بسط کے ساتھ اور مدلل طور پر تفصیلی رد سن کر انگشت بدندان رہ گئے۔ اور ان میں کچھ مثلاً مولوی عبدالحی بھوئی والے۔ اور مولوی غلام جیلانی حویلیاں والے بولے کہ حضرت آپ کی شخصیت۔ علم تحقیق تقویٰ کے تو ہم قائل ہیں مگر یہ شیخ المحدثین علامہ انور شاہ صاحب پر آپ کی تنقید اور گرفت اغلاط ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحبان، میں تو دلیل سے بات کرتا ہوں، انور شاہ صاحب ہوں یا تھانوی صاحب غلطی دیکھوں گا تو چھوڑوں گا نہیں۔ ضرور بیان کروں گا۔ اب اگر ان اغلاط کی گرفت میں مجھ سے کچھ سقم ہوا یا رد میں، میں نے کوئی ایسی بات بیان کی ہے جو قابل قبول نہیں ہے۔ تو تم خود ہی بتا دو۔ ورنہ میری بات مانو نری شخصیتوں کو چھوڑو دلائل سے بات کرو۔ مگر کس کی مجال تھی جو آپ کے خلاف بات کر سکتا۔ آپ کا ایسا قدرتی اور خدائی رُعب تھا کہ تن تنہا کے مقابلہ میں وہابیوں

کے جیتے بھی دم نہیں مار سکتے تھے۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ

وجزاہ اللہ عن المسلمین جزاءً حسناً،

۲۶ مولوی عبدالرؤف سے فقہی مسئلہ پر مناظرہ کی روئیداد

علاقہ کھلابٹ کے کسی شخص نے کسی خاص بات کے بارے زمانہ گذشتہ پر طلاق کی قسم کھائی تھی اور یوں کہا تھا کہ "اگر میں نے کبھی یہ کام کیا ہو تو میری عورت پر تین طلاق" اور شخص مذکور نے مجبول کرا اپنے آپ کو اس بات میں سچا خیال کرتے ہوئے یوں کہا تھا۔ مگر فی الواقعہ اس نے غلط کہا تھا۔ چنانچہ گواہوں کے بیانات سے ثابت ہو گیا کہ اس نے وہ کام کیا تھا۔ اب یہ مسئلہ مولوی عبدالرؤف صاحب ساکن پھولا ہار سے جو پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ شخص مذکور کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس نے بگمان سچ یوں کہا ہے۔ اور اس نوعیت کی قسم کو اصطلاح شرع میں یمین لغوہ کہتے ہیں۔ اور یمین لغوہ کے بارے خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ الآیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری لغو قسموں کے بارے میں نہیں پکڑے گا (مواخذہ نہیں فرمائے گا) اب یہ سوال و جواب جو حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں بغرض استفسار عرض کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ "مولوی صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی ہے۔ ان ہی دنوں اتفاق سے کھلابٹ میں کسی شخص کی وفات کے موقعہ پر مولوی عبدالرؤف صاحب آ گئے۔ اور وہ آئے بھی حضرت کی مسجد میں بوقت نماز ظہر کے وقت کسی آدمی نے وہ مسئلہ چھیڑ دیا۔ اب مولوی صاحب نے پھر وہی اپنا جواب دہرایا۔ تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ "مولوی صاحب یمین لغوہ کا تو یہی حکم ہے جو کہ قرآن پاک کی اس آیت مذکورہ میں بیان ہوا۔ صدق اللہ مولٰنا العظیم، مگر یہ حکم یمین باللہ کا ہے یعنی اس قسم کا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نام سے کھائی گئی ہو۔ اور جو یمین بالطلاق

ہو تو طلاق واقع ہوجائیگی۔ اور اس تحقیق کو علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب شرح اشباہ والنظائر میں لکھا ہے۔ اور پھر کتاب مذکور سے یہ عبارت دکھا بھی دی "الیمین اللغو لا مؤاخذة فیها الا فی ثلث الطلاق والعتاق والنذر کما فی الخلاصة" (اشباہ) اسکی شرح میں علامہ حموی نے لکھا ہے کہ اور آیت مسطورہ بالا یمین بالطلاق وغیرہ کو اس لئے شامل نہیں ہے۔ کہ آیت کا سیاق ہی یمین باللہ کے بیان کے لئے ہے۔ بڑی طویل اور مدلل تقریر فرمائی جو قابل دید تحقیق تھی۔ شرح اشباہ للحموی صفحہ ۱۶۲۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہوگئے تھے

۲۷ چاند کے مسئلہ پر مناظرہ

مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں صرف ایک آدمی نے ماہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں شہادت دی تھی۔ تو آپ نے اس کی شہادت سن کر اور اس آدمی کو بظاہر قابل اعتماد دیکھ کر عام حکم دے دیا تھا۔ کہ رمضان المبارک کا چاند ہوگیا ہے۔ اس لئے رات کو تراویح پڑھی جائے۔ اور صبح روزہ رکھا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے اس پر عمل کیا۔ پھر تیس روزے پورے کرکے باوجودیکہ مطلع (آسمان) صاف تھا۔ مگر عید کا چاند نظر نہ آیا۔ تو آپ نے اکتیسواں روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس مسئلہ پر مولوی عبدالرؤف پھولداری سے مناظرہ ہوا تھا۔ تو حضرت فقیہ اعظم نے ردالمحتار شرح درالمختار المعروف بہ شامی میں یہ جزئیہ دکھایا کہ "مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں بظاہر قابل اعتماد ایک آدمی کی شہادت پر بھی روزہ رکھا جائے گا۔ اور پھر تیس روزے پورے ہوجانے کے بعد بھی عید کا چاند نہ دکھائی دے تو اس شہادت کو جھوٹا تصور کرکے اکتیسواں روزہ (جو درحقیقت تیسواں ہوگا۔ کیونکہ شریعت میں مہینہ ۳۱ کا نہیں ہوسکتا) رکھوایا جائے گا۔

شامی کی عبارت دیکھنے کے بعد مولوی صاحب کی تسلی ہوگئی تھی۔ اور وہ عبارت

یہ تھی۔ ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز و غم هلال الفطر لا یحل علی المذهب خلافاً لمحمدٍ (در مختار) حیث یجوزای بان قبله القاضی فی الغیم او فی الصحو، شامی۔ و فی الزیلعی الاشبه ان غم حل والا لا۔ (در مختار) وهی ترجیح حل الفطر ان لم یغم شوال لظهور غلط الشاهد لان الاشبه من الفاظ الترجیح،

(شامی جلد دوسری صفحہ ۹۵)

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی ایک قابل اعتماد آدمی کی شہادت پر رمضان کا روزہ رکھا ہو اور پھر تیس روزے پورے کرکے عید کا چاند باوجود آسمان صاف ہونے کے نظر نہ آئے تو عید نہ کریں۔ یہی بات قابل عمل و فتویٰ ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی عادل یا بظاہر قابل اعتماد صرف ایک آدمی کی شہادت کی بنا پر رمضان کا روزہ تو رکھا جاسکتا ہے۔ مگر آگے چل کر آسمان صاف ہونے کی صورت میں عید نہیں کی جاسکتی۔ اور اس صورت میں روزہ رکھوانے والا عالم و قاضی قابل ملامت نہیں۔

(۱۱) ان کے مناظروں کے علاوہ حویلیاں ضلع ہزارہ کا مناظرہ جہاں قاضی شمس الدین صاحب آف درویش اور دوسرے علماء کے کہنے پر حضرت تشریف لے گئے اور محمود شاہ صاحب آف حویلیاں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور فضائل پر مناظرہ کے لئے للکارا گیا باوجود اس کے کہ محمود شاہ صاحب حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل کے قائل نہ تھے۔ اور کچھ دوسرے مسائل میں بھی شیعہ عقائد رکھتے تھے حضرت کے مقابلہ میں سامنے آنے کی جرأت نہ کرسکے۔

(۱۲) یونہی مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی مہدی زمان خان غیر مقلد کے پاس کھلابٹ گیا تو حضرت بستر علالت پر تشریف فرما تھے۔ مگر پھر بھی اس کو مناظرہ کے لئے آدمی بھیج کر چیلنج کیا جس کا جواب عنایت اللہ شاہ گجراتی نے یہ دیا تھا کہ میں مناظرہ کی غرض سے تو نہیں آیا اور نہ ہی حضرت قاضی صاحب کے ساتھ مناظرہ

کرنا چاہتا ہوں ہاں اگر وہ مجھے اپنا ایک عزیز سمجھ کر کچھ سمجھائیں تو میں حضرت کی باتیں سننے کو تیار ہوں۔

(۳) یونہی مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی ایک موقعہ پر مدرسہ رحمانیہ ہری پور میں جو تقریر فرمائی تو تقریر کے آخر میں کسی آدمی نے آپ سے یہ سوال پوچھا کہ "ولا الضآلین" بصوت مشابہ با الظاد پڑھنے کی صورت میں نماز ہو جائے گی تو مفتی صاحب نے اس کا جواب دیا تھا کہ ضآلین کو ظآلین پڑھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اب اس فتویٰ پر علاقہ ہری پور کے دیوبندی مولوی مشتعل ہو گئے اور صوفی صاحب موضع کھنی والے اس مسئلہ میں ان کے ہمنوا ہو گئے تو انہوں نے اسسٹنٹ کمشنر کی فوجداری عدالت میں اس فتویٰ کے خلاف استغاثہ کیا۔ اب مفتی صاحب کو طلب کیا گیا مگر مفتی صاحب باوجود ایک اچھا عالم اور مصنف ہونے کے ہچکچائے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ گو مجھے طلب نہیں کیا گیا۔ مگر میں آپ کے ساتھ چلوں گا اور مناظرہ میں خود کروں گا۔ چنانچہ عدالت میں پہنچ کر تمام دیوبندی مولویوں کو جو وہاں عدالت سے باہر جمع تھے۔ مناظرہ کا چیلنج کیا اور فرمایا کہ جس مسئلہ پر ان کی طبع چاہے میرے ساتھ مناظرہ کر لیں۔ مگر حضرت کے مقابلے میں آنے کی جرأت کوئی نہ کر سکا۔

(۴) یونہی مدرسہ رحمانیہ کے اہتمام کے جھگڑے میں مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی دیوبندی نے جو شرعی فیصلہ کیا تو حضرت کو راولپنڈی سے تحقیق شرعی کے لئے مدعو کیا گیا تو آپ ہری پور کی دیوانی عدالت کے اندر منصف صاحب کے سامنے مولوی غلام غوث صاحب کو اس فیصلہ پر مناظرہ کا چیلنج کیا۔ مگر مولوی صاحب سامنے نہ آئے۔

تو یہ تھی حضرت مناظر اسلام کے مناظروں کی قدرے تفصیل۔

حضور قاضی صاحب کی شخصیت اور علمی مقام

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے حضور قاضی صاحب کو جامع کمالات شخصیت کا مالک بنایا تھا اور آپ کی ذات میں گوناگوں کمالات وصفات ودیعت فرمائے تھے۔

یہ ایک مبالغہ سے خالی بات اور حقیقت ہے کہ قریب زمانہ میں کوئی ایسا عالم جو ہر فن میں یکساں قابلیت رکھتا ہو دیکھا یا سنا نہیں گیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی عالم فقہ میں ماہر ہو گا۔ تو منطق میں نہیں ہو گا۔ علم منطق میں ماہر ہوا تو نحو میں نہیں ہو گا اور بعض علماء اگر ان فنون میں ماہر خیال کئے جاتے بھی تھے تو تصوف میں کورے تھے۔ مگر ہمارے حضرت حقیقتاً ہر فن مولیٰ تھے۔ اور دیکھنے سننے والا سمجھ نہیں سکتا تھا کہ آپ کس فن میں زیادہ ماہر ہیں اور جس فن کی بات چھڑتی تو آپ کی گفتگو سے سامعین یہی سمجھتے تھے کہ آپ نے برسوں اسی فن میں محنت فرمائی ہے۔ لیکن درحقیقت آپ علوم میں سے ہر فن کے اندر ماہر و علامہ تھے۔

علم نحو میں "متن متین" جیسی مغلق و مشکل کتاب جس کو عرصہ سے بڑے بڑے عالم پڑھانے سے قاصر ہیں۔ حضرت نے اس پر محققانہ و موضحانہ حاشیہ بھی لکھ دیا ہے۔

یونہی علم منطق میں مشہور کتاب حمد اللہ کے مشکل مقام وجود رابطی پر حاشیہ اور اصول فقہ میں "تلویح و توضیح" اور "مسلم الثبوت" اور علم میراث میں "سراجی" اور "شریفیہ"، اور علم حدیث میں "صحیح بخاری شریف" اور فلسفہ میں "صدرا" اور یونہی ہر فن کی مشکل سے مشکل کتاب پر حواشی لکھ ڈالے۔ فاضل عصام نے

شرح جامی پر جو اپنے حاشیہ میں سوالات کئے ہیں حضرت ان کا بالاستیعاب جواب دیا کرتے تھے۔ یونہی مولانا عبدالحلیم لکھنوی نے نورالانوار کے حاشیہ میں اصول حنفی یا کتاب پر جو سوالات کئے ہیں ان کا بھی معقول جواب سمجھایا کرتے تھے۔ اور علم منطق کی کتاب "ملا حسن" پر مولانا احمد حسن سنبھلی نے جو فاضلانہ اعتراضات کئے ہیں اور ایک ہی مقام پر مسلسل دس دس تک سوالات کر جاتے ہیں اور اعتراضات بھی ایسے کہ جن کو سمجھنا بھی ہر عالم کے بس کا روگ نہیں ہے۔ مگر حضرت اعتراضات کو سمجھنا تو در کنار باقاعدہ طور پر ان کے معقول جوابات سے نوازا کرتے تھے اور بڑے بڑے فضلاء کے کلام کی تردید یوں فرماتے تھے کہ سننے والا حیران رہ جاتا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی اور یونہی دوسرے فضلاء کے کلام کی تردید آپ کے لئے کوئی مشکل نہ تھی۔

بس یوں معلوم ہوتا تھا کہ علوم آپ پر نازل ہو رہے ہیں۔ اگر کسی مسئلہ پر لب کشائی فرماتے تو یوں لگتا کہ تحقیقات کا سیلاب امنڈ آیا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کا علم کسبی نہیں تھا بلکہ لدنی اور وہبی علم تھا۔ کسی نادر مسئلہ پر ذرا سی توجہ کی دیر ہوتی بس تحقیقات کے دریا بہا دیتے۔ مختصر یہ کہ اس قریبی دور میں یقیناً آپ جیسا جامع علوم و فنون اور محقق شخص نہیں گذرا۔ ا رمسائل پر دوران گفتگو و تحقیق یوں لگتا تھا کہ آپ علوم کے خادم نہیں بلکہ مخدوم ہیں۔ کہ علوم و فنون کی تحقیقات آپ کے تابع فرمان ہیں۔ جدھر کا رخ کیا بس ادھر ہی منٹوں میں دلائل قائم ہو گئے۔ یہ خصوصی کمال تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

مسائل میں آپ کی خصوصی تحقیق

حضور قاضی صاحب تحقیق مسائل میں ائمہ مجتہدین سے نیچے کسی عالم کی تحقیق

کے پابند نہ تھے۔ بلکہ دلائل کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرتے تھے اب چاہے وہ کسی بڑے سے بڑے عالم کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور یوں بیسیوں مسائل میں آپ کی تحقیق جداگانہ تھی۔ مگر ذیل میں اس کا صرف نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) ماہ رمضان المبارک کے اندر جو آدمی عشاء کے فرضوں کی نماز امام کی اقتداء میں ادا نہ کر سکا ہو اس کے بارے میں بعض دوسرے علماء کا فتویٰ یہ ہے۔ کہ اب وہ نماز وتر امام کی اقتداء میں ادا نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے۔ مگر حضرت فقیہ اعظم کی تحقیق یہ تھی کہ ایسا شخص نماز وتر امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں ادا کر سکتا ہے۔ اور اس پر دلیل علامہ حلبی صاحب کبیری شرح منیہ کی عبارت پیش کیا کرتے تھے۔ جو علامہ شامی کی نسبت فقہ میں اونچے درجہ کے عالم شمار ہوتے ہیں۔

(۲) حالق اللحیۃ یعنی داڑھی منڈانے والے یا قاصر اللحیہ یعنی مٹھی سے کم کترانے والے آدمی کی کسی مقدمہ اور تصفیہ میں گواہی قبول نہیں فرماتے تھے۔ اور ایسے شخص کو فاسق قرار دے کر اس کو قابل امامت نماز پنجگانہ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء میں بمطابق تصریح علامہ ابن نجیم مصری صاحب بحر الرائق (فقہ حنفی کی اونچی کتاب ہے) جو نماز پڑھی جائے وہ واجب الاعادہ ہے۔ اس مسئلہ پر مولوی اسحٰق صاحب ایبٹ آبادی سے آپ کی مناظرانہ گفتگو بھی ہوئی مگر آپ نے دلائل کی روشنی میں اُن کو خاموش کر دیا تھا۔

(۳) مکروہ تنزیہہ اعلیٰحضرت عظیم البرکت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں گناہ صغیرہ بھی نہیں۔ مگر حضرت فقیہ اعظم باوجودیکہ اعلیٰحضرت بریلوی کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ مسئلہ مذکورہ میں آپ کی تحقیق جداگانہ تھی۔ اور وہ یہ کہ مکروہ تنزیہہ گناہ صغیرہ ہے۔ اور اور اس پر تلویح و توضیح۔ اور اس کے حواشی سے دلیل لایا کرتے تھے اور فرمایا

کرتے تھے کہ اعلحضرت بریلوی بات تو کرتے ہیں مکروہ تنزیہہ کی مگر جو عبارت اس مدعا پر پیش فرماتے ہیں وہ ہے خلافِ اولیٰ کے بارے حالانکہ خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہہ میں خود فرق ہے۔

(۳) اب اعلحضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تحقیق کی بنا پر ان کے نزدیک تمباکو کا استعمال کوئی گناہ نہیں مگر حضرت فقیہہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق کی بنا پر گناہ صغیرہ ہے۔ اور ہر صغیرہ بمطابق تصریح کتب اصول اصرار سے کبیرہ بن جاتا ہے۔

(۴) وسمہ (خضاب) کے استعمال میں آپ اعلحضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق کے خلاف غوث زمانہ، علامہ دوران اعلحضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق کے عین مطابق جائز سمجھتے تھے۔ باوجودیکہ آپ نے عمر بھر داڑھی سفید ہونے کے باوجود کبھی بھی خضاب سیاہ تو درکنار مہندی بھی استعمال نہیں فرمائی تھی مگر از روئے فتویٰ وسمہ جائز بتاتے تھے۔ اس مسئلہ پر حضرت خواجہ پیر گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ عینی شرح بخاری سے چند صحابہ کرام اور اہلبیت عظام مثلاً عبد اللہ بن عمر، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کا خضاب سیاہ کو استعمال کرنا نقل فرماتے تھے۔ اور حضرت خواجہ گولڑوی علیہ الرحمتہ کے مریدین علماء وسمہ (سیاہ خضاب) استعمال کرتے ہیں۔ حضور گولڑوی کی تحقیق آپ کے خلیفہ مولانا غازی صاحب نے اپنی تصنیف "عجالہ" میں پورے طور پر لکھ دی ہے اور یہ جو بعض علماء فرماتے ہیں کہ مذکورہ صحابہ کرام مجاہد تھے اور مجاہد کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال بالاتفاق جائز ہے۔ اس بات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔ شائقین تحقیق "عجالہ" کا مطالعہ فرمائیں اور ہمارے حضرت اس مسئلہ کے جواز میں مزید علامہ شامی سے امام ابو یوسف علیہ الرحمتہ کا قول نقل کیا کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا۔ "جب میں یہ چاہتا ہوں کہ میری بیوی میرے لئے اسباب زینت استعمال کرے تو بیوی بھی چاہتی ہے کہ میں اس کے لئے زینت کا سامان مثلاً خضاب سیاہ وغیرہ استعمال کروں۔

(۴) ۳۰ شعبان کو جسے یوم الشک کہا جاتا ہے نفلی روزہ رکھنا جبکہ نیت میں تردد نہ ہو کہ اگر یہ دن شعبان کا ہوا تو روزہ نفلی اور اگر رمضان المبارک کی یکم ہوئی تو روزہ فرض ہوگا۔ تو روزہ رکھنا جائز اور باعث ثواب ہے۔

(۵) ممالک اور علاقوں کے مطالع یعنی چاند نظر آنے کے مقامات تو مختلف ضرور ہیں مگر یہ اختلاف معتبر نہیں ہے۔ اور اگر کسی ایک مقام پر بالخصوص ایک ملک کے اندر چاند نظر آجائے تو جہاں کہیں بھی اس کی اطلاع پہنچے گی بشرطیکہ شرعی طور پر اطمینان ہو جائے تو روزہ یا عید سمجھی جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

آپ کی قابلیّت اور معاصر علماء کا اعتراف

جن دنوں حضرت شرقپور شریف کے جامعہ میں تدریس فرمارہے تھے۔ حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث لائلپوری رحمتہ اللہ علیہ شرقپور شریف میں حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے تشریف لائے تو حضرت سے ملاقات کے دوران فرمایا کہ ان دنوں تفسیر روح المعانی خریدی ہے اور بڑے شوق سے مطالعہ جو کرنے لگا تو دیکھا وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا الآیہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں کہ قبلۃُ جسدِكَ بیتُ اللّٰہ و قبلۃُ روحِكَ انا۔ و قبلتی انت یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب آپ کے جسم کا قبلہ تو بیت اللہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ میں خود ہوں اور میرے قبلہ آپ ہیں (انتہی)

کئی دنوں سے سوچ رہا ہوں مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے قبلہ کے کیا معنے ہیں۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کے قبلہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ تو اس پر حضرت والد صاحب نے معاً فرمایا کہ مولانا قبلہ کہتے ہیں جہت توجہ کو تو علامہ آلوسی کے کلام کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جہت توجہ ہیں اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کی توجہ کے خصوصی مرکز آپ ہی ہیں۔ مولانا سردار احمد صاحب نے حضرت کی زبان سے یہ تحقیق و توجیہ جو سنی تو بے ساختہ صدائے تحسین بلند فرمائی اور ماشاء اللہ، ماشاء اللہ کہا۔

(۲) جن دنوں حضرت شرقپور شریف میں صدر مدرس تھے مولانا محمد عمر صاحب اچھروی جب شرقپور شریف حاضری دیتے تو حضرت کے درس میں بیٹھا کرتے تھے۔

(۳) مفسر شہیر محدث کبیر مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے فرمایا۔ حضرت قاضی صاحب بہت بلند پایہ عالم ہیں مگر جتنے بڑے عالم ہیں اتنے ہی سادہ طبیعت رکھتے ہیں۔

(۴) علامہ احمد سعید صاحب کاظمی (ملتان) نے حضرت کی تصنیف "مواہب الرحمٰن" دیکھ کر بہت تعریف کی اور پھر فرمایا کہ ایک آدھ رات اس کتاب کو دیکھنے سے کام نہیں بنتا اگر تین چار ماہ اس کا مطالعہ کیا جائے تو پھر کوئی رائے قائم کروں۔ مولانا کاظمی صاحب حضرت کی تحقیق و تدقیق کے مداح تھے۔

(۵) محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے حضرت کی تصنیف "مواہب الرحمٰن" دیکھ کر بہت تعریف و تحسین فرمائی تھی

(۶) حضرت کی تصنیف "انوار الاتقیاء" جو چھپی تو حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث لائلپوری علیہ الرحمۃ نے مطالعہ کے بعد اس کو سراہتے ہوئے ایک سو نسخے کتاب مذکور کے اپنے مکتبہ کے لئے منگوائے تھے

(۷) مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی موصوف نے ایک مرتبہ جامعہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور میں مجھ (مؤلف ابوالفتح) سے دوران گفتگو فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب بے مثل فاضل تھے وہ مولوی غلام خان یا دوسرے وہابیہ کی تکفیر ثابت کر سکتے تھے مگر مجھ ایسا آدمی تو یہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایک دفعہ مو شرقپور شریف

تحصیل کھاریاں ضلع گجرات ایک اجتماع کے موقعہ پر میں حضرت قاضی صاحب کو چھیڑ بیٹھا، چھیڑ تو بیٹھا، مگر پھر میری جان نہ چھوٹے۔ آپ تو علم کے سمندر تھے سمندر۔

(۸) سید گلزار حسین شاہ صاحب گجراتی حال ڈسٹرکٹ خطیب اوقاف ضلع سیالکوٹ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں مشہور منطقی فاضل مولانا محمد دین صاحب بدھوالوں سے جامعہ نعیمیہ سرگودھا میں حمد اللہ پڑھ رہا تھا۔ مولانا موصوف فرمانے لگے کہ اگر حضرت قاضی صاحب کھلابٹ ہزاروی نہ پیدا ہوتے تو سرحد اور پنجاب کے لوگ بے دین ہوتے۔ آپ نے لوگوں کی کافی اصلاح فرمائی اور کم از کم منطق و فلسفہ کا کوئی قائم کرنے والا بھی نہ ہوتا۔ آپ منطق و فلسفہ کے امام تھے۔

مؤلف: چونکہ مولانا محمد دین صاحب موصوف خود منطقی تھے اس لئے وہ حضرت کے علم کا اندازہ صرف علم منطق ہی میں لگا سکتے تھے۔ ورنہ آپ تو ہر فن میں امام تھے۔

(۹) مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت قاضی صاحب علم کا سمندر اور بحر بیکراں ہیں۔

(۱۰) حضرت میاں صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حاجی فضل الٰہی صاحب نے شرقپور شریف میں مؤلف کتاب سے ایک ملاقات کے دوران فرمایا۔ کہ جب سے حضرت قاضی صاحب شرقپور تشریف لائے ہیں عقائد میں مسائل اختلافیہ پر گفتگو کے لئے ہمیں باہر سے کسی عالم کے منگوانے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اور حضرت سے تحقیقات سننے کے بعد اب دوسرے علماء کی بات سننے سے مزہ ہی نہیں آتا۔ ورنہ آپ کی تشریف آوری سے قبل تو ہر ماہ ہم باہر سے کسی نہ کسی عالم کو دعوت دیا کرتے تھے۔ کبھی مولانا سردار احمد صاحب محدث لائلپوری کو اور کبھی مولانا محمد عمر صاحب اچھروی اور کبھی کسی اور کو بغرض تقریر اور وہابیہ

کی تردید کے لئے بلایا کرتے تھے۔ مگر اب تو شرقپور شریف کے دیوبندی عالم ملک حسن علی حضرت قاضی صاحب کے مقابلے میں چوں بھی نہیں کر سکتے اور حضرت ان کو مقابلہ کے لئے للکار رہے ہیں۔ مگر وہ منہ چھپائے پھرتے ہیں۔ اور آپ کی تشریف آوری سے قبل شیر بنے بیٹھے تھے اور اب تو گیدڑ ہیں۔ ماشاء اللہ حضور قاضی صاحب صرف ایک مدرس ہی نہیں بلکہ بیک وقت بہترین مدرس، قابلِ قدر محدث۔ قابلِ فخر مناظر۔ قابلِ صد افتخار مفتی، قابلِ صد احترام صوفی اور قابلِ رشک متکلم، لائقِ تحسین فقیہہ، قابلِ آفریں مفسر، اور قابلِ صد اعتماد منطقی ہیں۔

(۱۰) جن دنوں حضور راولپنڈی مدرسہ احسن المدارس میں بحیثیت شیخ الحدیث کام کر رہے تھے تو مولوی محمد اسحٰق صاحب ایبٹ آبادی اور جناب عزیز احمد صاحب مرحوم اور سابق مہتمم مدرسہ رحمانیہ ہری پور آپ سے پاس آئے۔ دورانِ گفتگو مولوی اسحٰق صاحب نے کہا کہ حضرت قاضی صاحب یہ آپ کی شخصیت اور علمی کمال ہے کہ مولوی غلام اللہ خان آپ کی موجودگی میں مقابلے سے معذور ہے۔ ورنہ مولوی عارف اللہ بے چارے کی کیا حیثیت ہے۔

(۱۱) مولانا عارف اللہ صاحب قادری نے فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب بلند پایہ عالم اور بہترین مناظر ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے صوفی اور درویش ہیں۔

(۱۲) ملک اور بیرونِ ملک کے بڑے بڑے علماء آپ کے علمی مقام کو پہچانتے اور بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے وقت کے مشہور مقرر مولانا ظہور احمد صاحب بگوی نے آپ کو بھیرہ خوشاب ضلع سرگودھا سے خط بھیجا جس میں یہ عرض کیا کہ حضور۔ یہاں پر ہماری یہ مسجد شاہی مسجد کہلاتی ہے۔ اور یہ شاہجہان بادشاہ کی بنائی ہوئی ہے۔ اور ہمارا یہ مدرسہ دراصل اس وقت سے قائم ہے۔ شاہجہان کے وقت یہاں پر علامہ سیالکوٹی تدریس فرماتے تھے۔ اور شاہجہان ان کو ہر ششماہی پر زرِ خالص (سونے) سے تولا کرتا اور جس قدر سونا وزن میں ان کے برابر ہوتا وہ انہیں دے دیا کرتا تھا۔

مؤلف:۔ اس کے بعد مولانا ظہور احمد صاحب نے نہایت عاجزانہ اور دلکش لہجہ میں لکھا۔ کہ اور اب تو شاہجہان نہیں رہا۔ اور آپ تو اب بھی علامہ سیالکوٹی اور اس قابل ہیں۔ کہ سونے سے تولے جائیں۔ مگر ہم میں شاہجہان والی طاقت نہیں کہ آپ کو باوجود اس قابل ہونے کے سونے سے تول سکیں۔ بہرحال آپ اگر پسند فرمائیں تو میرے مدرسہ میں تدریس کے لئے تشریف لائیں۔

(۱۳) افغانستان، قندھار، کوئٹہ، ننگرہار۔ چترال۔ ننگرہار۔ اگرور۔ ٹیکسی لائی۔ صوبہ سرحد۔ پنجاب وغیرہا کے علماء آپ کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کی علمیت و علو مرتبت کے قائل اور معتقد تھے۔

حضور قاضی صاحب کا مجاہدہ اور زہد و تقویٰ

(۱) حضور قاضی صاحب جہاں بہت بڑے عالم اور مناظر اور فقیہہ و عظیم مفتی تھے وہاں آپ بڑے زاہد اور متقی و متورع بھی تھے۔ میری (مؤلف ابوالفتح غلام محمود) کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل قطب الوقت، سردارِ اصحابِ مجاہدہ، نیر تاباں، سالارِ اصحابِ تجرید، سرخیلِ اربابِ تفرید۔ حضرت سائیں شاہ خاموش (حضور سائیں چپ صاحب) صاحب کے ارشادِ عالی پر حضور قاضی صاحب نے بہت سخت چلہ کیا جو میری پیدائش کے بعد بھی جاری رہا۔ یہ چلہ تین سال تک رہا۔ جس میں آپ زیادہ تر نمک استعمال کرتے تھے روٹی تو بہت ہی کم استعمال کرتے تھے۔ دوسری چیزوں سے بھی پرہیز رہا۔ البتہ چھاچھ (لسی) میں نمک ڈال کر کبھی کبھی پی لیا کرتے تھے۔ اس (چلہ کے) دوران بھی آپ نے طلباء کو پڑھانا ترک نہیں فرمایا تھا۔ عادت مبارکہ یہ تھی کہ چہرے پر نقاب رہتا۔ اور پھر چہرہ مبارک طالبِ علم سے دائیں بائیں سمت رکھ کر کتاب کی تقریر و تعلیم فرما دیا کرتے تھے۔ اور خصوصاً بے ریش طلباء کو نہ دیکھنے کا سلسلہ تو کافی عرصہ جاری رہا۔ اس چلہ کے دوران آپ کا قیام گھر سے باہر کتابوں والی کوٹھڑی (خاندانی لائبریری والے کمرے) میں تھا۔ ان دنوں

آپ کا سخت مجاہدہ اور تنہائی رہی۔

(۲) تمام عمر حضور قاضی صاحب کی یہ عادت مبارکہ رہی ہے۔ کہ ہر روز نماز عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک آپ کسی سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ چاہے کوئی کتنا قریبی، اہل خاندان، اہل و عیال اور گھر والوں میں سے ہو۔ یا چاہے کتنی ہی کوئی ضروری اور اہم بات ہو۔ یا چاہے کوئی باہر سے مہمان آیا ہو۔ یا کوئی بہت بڑا آدمی آیا ہو اور پھر چاہے فوری طور پر لوٹنا چاہتا ہو۔ غرضیکہ کسی بھی صورت میں حضور قاضی صاحب عصر کے بعد اور مغرب سے قبل کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ اور اگر بالفرض کوئی ضروری بات بتانی ہوتی یا کسی دریافت و سوال کا جواب دینا ہوتا۔ تو لکھ کر دے دیا کرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ تازیست (عمر بھر) قائم رہا۔

(۳) قبلہ عالم، سالارِ اصحابِ مجاہدہ، سردار اربابِ مشاہدہ، حضور سائیں چپ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ مبارک۔ حضرت قاضی صاحب کے گاؤں کھلابٹ سے دو تین میل کے فاصلہ پر پہاڑی پر واقع ہے۔ اور راستہ میں دریا بھی عبور کرنا پڑتا ہے۔ مگر حضور قاضی صاحب دن کے علاوہ رات میں بھی وہاں جانے کی غرض سے نکل کھڑے ہوتے تھے۔

حضور قاضی صاحب کا اندھیری راتوں میں کبھی دریاؤں اور جنگلوں میں یوں پھرتے رہنا مجاہدہ اور تجرید و تفرید ہی کی ایک قسم تھی۔

(۴) رات کو طلباء کے اسباق والی کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔ اور پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد سحری کو اٹھ بیٹھتے تھے۔ اور سحری کے وقت کلمہ شریف کا ذکر طریقہ قادریہ کی تعلیم کے مطابق فرمایا کرتے تھے۔ اور پھر اللّٰہ کا ذکر کرتے اور اس کے ساتھ اَنْتَ الْهَادِیْ اَنْتَ الْحَقُّ لَیْسَ الْهَادِیْ اِلَّا هُوْ، کا دل سوز ذکر کرتے۔ آپ کے یہ اذکار سحری۔ نصف شب، مغرب کے بعد۔ اور دوسرے اوقات میں بھی ہوتے تھے۔ نصف شب کے بعد کتابوں کا مطالعہ بھی

فرمایا کرتے تھے۔ پھر بقیہ سحری کے وقت تعلیم اسباق کتب بھی فرمایا کرتے تھے۔ اور نماز فجر سے نماز ظہر تک تعلیم اسباق کے لئے تو یوں بیٹھتے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا۔ آپ کی یہ محنت اور مجاہدہ بھی کچھ کم نہ تھا۔

(۵) تمام عمر نہایت سادہ غذا استعمال فرمائی۔ بلکہ پہلے دور میں تو بعض اوقات پانی میں روٹی بھگو کر یا کہ روٹی کا نوالہ منہ میں رکھ کر پانی کے گھونٹ کے ساتھ اُسے حلق سے نیچے اتار لیتے تھے۔

(۶) زندگی کے اکثر حصے میں طلباء کو چالیس چالیس اسباق نہایت محنت اور جانفشانی سے انتہائی تحقیق و تدقیق کے ساتھ محض خالصۃً للّٰہ تعالیٰ، وفی سبیل اللہ بلا معاوضہ پڑھاتے رہے ہیں۔

(۷) وعظ و تقریر۔ فتویٰ و قضا کا معاوضہ طلب نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہی کوئی کسی قسم کا لالچ رکھتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی خود کچھ دینا چاہتے تو نہیں لیتے تھے۔ ایک دفعہ موضع جوڑاپنڈ کے ایک آدمی نے آپ سے جبکہ آپ اپنی آبائی زمین بینس نامی میں تشریف رکھتے تھے۔ مسئلہ دریافت کیا اور آپ سے جواب لینے کے بعد اس نے آپ کو تین روپے پیش کئے۔ آپ اس پر بہت ناراض ہوئے اور روپے واپس کر دیئے اس نے عرض کیا کہ حضور میں ہر جمعہ جوڑاپنڈ سے آکر (جو کھلابٹ سے ۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) آپ کی اقتداء میں پڑھتا ہوں اس لئے میں ویسے بھی آپکا معتقد ہوں اور کوئی معاوضہ کسی مسئلے کا نہیں دے رہا ویسے ہی خدمت کر رہا ہوں مگر حضرت نے روپے نہ لئے۔ اور جب واپس آئے تو آپ کی طبیعت پر اس بات کی وجہ سے ناراضگی کے آثار تھے۔ اور اظہار ناراضگی بھی فرما رہے تھے۔ آپ کی یہ وہ خصوصیت تھی جو موجودہ دور میں تو علماء کے اندر چراغ لے کر ڈھونڈو تو نہ ملے گی۔

موضع بانڈی منیم علاقہ خانپور ضلع ہزارہ کے نزاع کے شرعی فیصلہ کے لئے جس کا ذکر عنوان (مناظرہ) کے تحت آچکا ہے۔ جب مولانا محمد اسحٰق صاحب مانسہروی

وغیرہ میں آپ ہی کو تحکیم تفویض کی تھی۔ اور پھر وہ لوگ شرعی فیصلہ کی غرض سے آپ کے آباؤں گاؤں کھلابٹ آتے رہے تھے۔ اسی شرعی فیصلہ کے ایام میں ان لوگوں نے مجھ فقیر ابوالفتح سے کہا کہ آپ کی مسجد کا چہرہ اور مینار پلستر کئے ہوئے نہیں ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو کچھ روپیہ غالباً آٹھ صد روپے اس غرض سے دیدیتے ہیں میں نے جواب دیا کہ میں حضور والد صاحب کی مرضی کے بغیر نہیں لے سکتا۔ انہوں نے کہا اچھا والد صاحب سے پوچھ لینا میں نے حضور سے جو عرض کیا تو فرمانے لگے کہ ان سے کہہ دینا کہ شرعی فیصلہ ہو جانے کے بعد دیکھا جائے گا۔ پھر جب ان لوگوں نے دیکھا کہ یہ روپیہ نہیں لیتے تو خوانین و سربر آوردہ لوگوں کی سفارش لانے لگے۔ مگر حضرت صاحب نے ان لوگوں کو بھی کھری کھری سنائیں جس سے وہ مایوس ہو گئے۔ پھر لگے اپنے مدعا پر شہادتیں اور گواہیاں پیش کرنے مگر حضرت نے داڑھی مونڈوانے اور مٹھی بھر سے کم داڑھی رکھنے والوں یعنی کتروانے والوں کی گواہی قبول نہ فرمائی۔

آپ کی غیورانہ طبیعت

(۱) آپ کی طبیعت میں غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اگر یوں کہہ دیا جائے کہ آپ مجسمۂ غیرت تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ امیر و دولت مند لوگوں سے پرہیز اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کو تو آپ سخت معیوب سمجھتے تھے۔

کھلابٹ کے خان محمد زمان کے ساتھ حضور قاضی صاحب کے اچھے مراسم تھے۔ ایک مرتبہ ہم گھر والوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور، خان محمد زمان کے پاس متعدد گائیں ہیں جو اس وقت دودھ دے رہی ہیں اور کئی عام آدمی اس سے دودھ لینے کی غرض سے کچھ دنوں کے لئے گائے مانگ کر لے جاتے ہیں، تو آپ بھی اگر اس سے کہہ دیں تو یقیناً دے دے گا۔ اور یوں چند دنوں

کے لئے دودھ کا اچھا انتظام ہو جائے گا۔ پہلے تو آپ کچھ خاموش ہو گئے جس سے ہمیں کچھ امید سی بندھی۔ مگر پھر حسب طبیعت صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا مولوی (ابوالفتح غلام محمود) مجھ سے یہ کام نہیں ہوگا۔

(۲) نماز جنازہ کے بعد یا کسی دوسرے موقعہ پر اگر کوئی برسر مجلس کچھ روپے لا کر آپ کے سامنے رکھتا جو کہ آپ کا علاقہ میں طریقہ مروجہ کے مطابق حق ہوتا تھا تو آپ ناراض ہوتے تھے۔ ہاں اگر پوشیدہ طور پر کسی وقت کوئی کچھ خدمت کر دیتا تو قبول بھی فرما لیا کرتے تھے۔

(۳) اپنے گھر کی مستورات اگر کہیں بیرونی دیوار کے اندرونی طرف قریب دیوار ہو کر کھڑی ہوتیں یا کہ کوئی مستورات ڈیوڑھی میں جس کے باہر باقاعدہ دروازہ لگا ہوا تھا، جاتی تو ناراض ہوا کرتے تھے۔

آپ کی کرامات

یوں تو آپ کی زندگی مبارکہ کا قریب سے اور بغور مطالعہ کرنے والے آدمی کو آپ عجیب و غریب کمالات اور حالات کی وجہ سے آپ سراپا کرامت ہی نظر آتے تھے مگر ذیل میں چند ایک خصوصی واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ہری پور کی دیوانی عدالت کے سینئر سول جج (منصف صاحب) نے حضور کے پاس ایک مقدمہ بغرض فیصلہ شرعی بھیجا۔ جس میں چھ سو روپے کا تنازعہ تھا۔ موضع کھبل کے بعض پٹھان مدعی اور موضع چھاؤ (تربیلہ) کا ایک بوڑھا مدعا علیہ تھا۔ مدعی کا اس پر دعویٰ یہ تھا کہ اس نے مجھ سے چھ سو روپے لئے ہیں اور اب ادا نہیں کرتا۔ اور مدعا علیہ روپے لینے سے انکاری تھا۔ اور مدعی کے پاس اثباتِ دعویٰ کے لئے کوئی گواہ نہ تھا۔ اب اس مقدمہ میں مستند منصف

نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ میں آپ کے پاس یہ مقدمہ شریعت محمدی کی حقانیت دیکھنے اور پرکھنے بھیج رہا ہوں۔ سو آپ مدعیٰ علیہ سے حلف (قسم) لے لیں اور فیصلہ کر دیں۔ اور اگر میرے کہنے کے مطابق آپ نے فیصلہ کر دیا اور فیصلہ بھی ایسا کہ جس کو عقل مانے اور قابل قبول ہو تو میں شریعتِ محمدی کی حقانیت کا اعتراف کر لوں گا۔

اب آپ کے پاس جو مقدمہ پیش ہوا۔ تو ہر فریق کی طرف سے پٹھانوں کے گروہ در گروہ چلے آ رہے تھے۔

مگر آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا مانگی کہ اے مالک الملک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے طفیل مجھے مدعیٰ علیہ سے حلف لئے بغیر قابل قبول تصفیہ کرانے کی توفیق عطا فرما۔ اب بظاہر معاملہ تو بہت مشکل تھا کیونکہ شرع محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کے اندر تنازعات کے فیصلہ کے لئے دو ہی باتوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ البینۃُ للمدّعی والیمینُ علیٰ من انکر، الحدیث، یعنی مدعی گواہ پیش کرے ورنہ مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جائے اب ادھر یہ اشکال تھا اور اُدھر سفارشات کی بھرمار ہو رہی تھی۔ اور بوڑھے مدعیٰ علیہ کے لڑکے اور اس کے حمایتی پٹھان بوڑھے کو رقم کا اعتراف و اقرار نہیں کرنے دیتے تھے۔ مگر حضرت نے دورانِ مقدمہ اس بوڑھے کے سامنے بظاہر ایسی دل ہلا دینے والی تقریر اور بباطن ایسی توجہ فرمائی کہ وہ بوڑھا چلا اٹھا کہ حضور مجھے قبر اور قیامت کے حساب سے ڈر لگتا ہے۔ اور میں اس وقت قبر اور عذاب کے فرشتوں کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں، میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے یہ چھ سو روپے مدعی کو ادا کرنے ہیں۔ اب مدعیٰ علیہ کے اس اعتراف سے اس کے لڑکوں اور حمایتوں کے چہرے تو زرد ہو گئے۔ مگر حضرت نے الحمد للہ کہا۔ اور فیصلہ لکھ کر ہندو منصف کو بھیجا۔ تو منصف نے یہ فیصلہ دیکھ کر کہا کہ ہاں میں مان گیا شریعت محمدی حق ہے۔ اور یہ حضرت قاضی صاحب کی

کرامت ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

تربیلہ کے علاقہ میں اب بھی لوگ اس واقعہ کو یاد کر کے حضور قاضی صاحب کے فیصلۂ حق کی داد دیتے ہیں۔

(۲) حضور قاضی صاحب اکثر و بیشتر راتوں رات حضرت سائیں چپ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے جایا کرتے تھے۔ جو کہ کھلابٹ سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر جلوہ نما ہے۔ اور راہ میں ایک دریا بھی پڑتا ہے جس کو عبور کر کے ہی وہاں مزار پر پہنچ جا سکتا ہے۔ ہاں تو حضور قاضی صاحب ایک رات حسبِ معمول وہاں تن تنہا تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ دریائے دوڑ کو عبور کر کے نالہ "سوکہ" میں جو پہنچے تو آپ کو ایک خوفناک بھیڑیا نظر آیا۔ مگر آپ کے قدم بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے ہی بڑھتے گئے۔ اب کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بھیڑیا۔ اور خوفناک درندہ جو آپ کی طرف منہ کر کے ادھر ہی چلا آ رہا تھا۔ اب واپس دوسری جانب کو جا رہا ہے۔ یہ واقعی حضرت کی کرامت تھی کہ ایک خوفناک درندہ کو بھگا دیا۔

(۳) شروع شروع میں خاکسار تحریک چلی تھی۔ تو علماء عرب، مصر و ہندوستان نے خاکسار لیڈر عنایت اللہ المشرقی کے عقائد کفریہ مثلاً یہ کہ اس نے اپنی کتاب "تذکرہ عربی" میں لکھا تھا کہ "ما بُنی الاسلام علیٰ خمسٍ بل علیٰ عشرٍ (انتہیٰ) یعنی اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ...... (جیسے کہ حدیث صحیح کے اندر وارد ہے) نہیں ہے بلکہ دس چیزوں پر ہے" وغیرہ وغیرہ" اور یوں اسلام میں صدیوں بعد کمی و بیشی کا دروازہ کھولا تھا) کے پیش نظر اس کی تکفیر پر بالاتفاق مہریں ثبت کی تھیں۔ حضرت نے بھی زمانہ تدریس میں گجرات اور پھر صوبہ سرحد کے اندر اس تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور ان کے خلاف فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ ایک دن بوقت عصر حضرت جو اپنے گھر سے نکل سڑک کی طرف جانا چاہتے تھے تو سامنے سے کھلابٹ کا فیض محمد خان آ گیا اور حضرت سے کہنے لگا کہ میرے بریان والے

پیر صاحب نے خاکسار تحریک میں شمولیت کا اعلان کر دیا ہے۔ اس لئے آج کے بعد آپ خاکساروں کو کافر نہ کہیں، آپ نے فرمایا، میں تیرے پیر کا پیر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو کار ہوں۔ جب ان لوگوں کے عقائد اسلام سے متصادم ہیں تو میں مزوران کو کافر کہوں گا۔ اب وہ حضرت سے یہ کلمۂ حق سن کر مشتعل ہو گیا اور چاقو نکال کر آپ پر حملہ آور ہوا۔ حضرت وہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ اب اس نے ایک وار کیا جو خطا گیا۔ دوسرا وار کیا وہ بھی خطا ہو گیا۔ تیسری دفعہ آپ اور اس کے درمیان قدرتی طور پر چند قدموں کا فاصلہ ہو گیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ اگر میں چاہتا تو اس کو لاٹھی سے پیٹ بھی سکتا تھا جو کہ میرے ہاتھ میں تھی۔ اور اگر چاہتا تو مدد کے لئے بوستان وغیرہ پڑوسیوں کو پکار بھی سکتا تھا۔ اور کم سے کم یہ کہ واپس ہو کر گھر کے اندر داخل ہو سکتا تھا۔ جو کہ بالکل قریب ہی تو تھا۔ مگر یہ سب کچھ ترک کر کے محض اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ہی وہیں کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ حملہ آور خود پیچھے ہٹ گیا۔ حقیقت میں یہ بھی حضرت کی کرامت تھی۔

(۴) کھلابٹ کے دوست محمد خان نے جو اپنے وقت میں کھلابٹ کا رئیس اعظم تھا۔ ایک دفعہ حضرت کی جناب میں گستاخی کی۔ مگر آپ خاموش ہو گئے۔ اور زبان سے کچھ نہ کہا۔ خان مذکور چلا گیا۔ اب آپ کی خدمت میں آپ کا ایک سمجھدار محرم راز طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور اس بے وقوف نے گستاخی کی ہے۔ اب آپ عصر کے وقت حسب معمول خود دعائے حزب البحر کا وظیفہ فرمائیں گے۔ تو اس خبیث کا کوئی خیال نہ کریں اور یہ بات ہی دل سے نکال دیں۔ تاکہ اس پر کوئی برا اثر نہ پڑے۔ حضرت نے فرمایا۔ میں نے پہلے ہی یہ معاملہ خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ اور بد دعا کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اب اسی روز عصر کے وقت دوست محمد خان مذکور گھوڑے پر سوار ہو کر حسب عادت گھر سے اپنے باغ کی طرف جو جانے لگا

تو اس بالکل معمولی سے فاصلہ کو طے کرتے ہوئے اس کے گھوڑے کا پاؤں اچانک ایک گڑھے میں پڑ گیا۔ جس کی وجہ سے خان مذکور گھوڑے پر سے گر گیا اور اس کی ران ٹوٹ گئی۔

پھر لگا حضرت سے معافی مانگنے تو فرمایا۔ معاف ہی معاف ہے۔ ہم مسکینوں کا کیا ہے۔ اور میں نے تیرے بارے کوئی بد دعا تھوڑی ہی کی تھی۔ اور خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔

(۵) ایک دفعہ حزب البحر شریف پڑھتے ہوئے آپ نے ایک دیوار پر جو پڑوسیوں نے ناجائز طور پر تعمیر کر لی تھی۔ نظر رکھ دی۔ اب وہاں کیا دیر تھی۔ دھڑام سے وہ دیوار بغیر کسی بارش وغیرہ کے نیچے آ پڑی۔ اور پھر ان لوگوں کے بار بار تعمیر کے باوجود مسلسل گرتی رہی۔

(۶) کھلابٹ کی بستی اور اس علاقہ کے متکبر و سرکش لوگوں میں آپ کا رہنا اور یوں حق گوئی کرنا اور بڑے بڑے جابر خوانین پر بوجہ بد عقیدگی فتویٰ کفر صادر کرنا۔ اور شرع شریعت کے خلاف کسی کی پرواہ نہ کرنا۔ اور یوں عزم و استقلال سے زندگی بسر کرنا ہی کرامت سے کچھ کم نہ تھا۔

(۷) آپ کی دعا و برکت سے کئی بے اولاد با اولاد ہو گئے۔ اور کئی بیمار تندرست اور کئی پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں رفع ہو گئیں۔ اور طلب باراں کے لئے تو آپ کی دعا اکسیر محض سمجھی جاتی تھی۔

(۹) مناظروں میں بڑے بڑے علماء و فضلاء مقررین و لیکچرار اور شعلہ بیان لوگوں کو باوجود اپنی بظاہر جسمانی کمزوری کے شکست فاش دینا بھی آپ کی کرامت ہی تو تھا۔

(۱۰) باڑی منیم کے مقدمۂ طلاق جس کا ذکر مناظرات اور پھر مجاہدۂ وزیدہ کے عنوان کے تحت اس کتاب میں ہو چکا ہے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ حضرت داڑھی کترانے والوں کی شہادت قبول نہیں فرماتے تو ایک

پیشی پر لمبی داڑھی والے لوگ بطور گواہ لے آئے۔ اب حضرت (جو اپنی فراست باطنی کی وجہ سے اصل حقیقت پر مطلع تھے) ان لوگوں میں سے لمبی داڑھی والے ایک مولوی صاحب کو جو نگاہ خاص ڈالی تو مولوی صاحب کہنے لگے۔ حضور سچ بتاؤں تو یہ لوگ مجھے کچھ روپے دے کر لائے ہیں درحقیقت مجھے اس معاملہ کا کچھ علم نہیں ہے۔ تو یہ آپ کی کرامت ہی تھی۔ اور یوں سیکڑوں واقعات ملتے ہیں جن میں آپ کی توجہ سے اصل حقیقت کا آشکار ہو گئی تھی۔

(۱) ایک دفعہ حضرت اپنے والد ماجد (ہمارے دادا جی) رحمتہ اللہ علیہ، کی قبر انور کے پاس مسجد کے اندر درخت بوہڑ کے نیچے تشریف فرما تھے۔ اچانک کچھ طلباء اُدھر چلے گئے اب کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت کے پاؤں مبارک پر سفید وسیاہ دھبوں والا ایک سانپ بیٹھا ہے اور حضرت اس کو بہت پیار سے دیکھ رہے ہیں۔ طلباء نے جو یہ منظر دیکھا تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہ سمجھ کر کہ وہ سانپ ہمارے استاد محترم کو کہیں تکلیف نہ دے۔ شور مچا دیا تو اب ان کے شور کی وجہ سے وہ سانپ نہ معلوم کہاں چلا گیا۔

(۲) موضع ڈڈیال تحصیل مانسہرہ کا ملیار (رائیں) عبدالرحمٰن جس کا دادا حضرت کے جدامجد کے پاس کنوئیں پر کام کرتا رہا تھا۔ حضرت کے پاس کنوئیں والی زمین پر سبزیاں کاشت کرنے کا کام کرنے لگا۔ ان دنوں گوبھی، آلو، کھیرے، ککڑیاں وغیرہا عام طور پر اگائی جاتی تھیں۔ اور فروٹ میں لوکاٹ، زرچہ، آڑو وغیرہ بھی تھے۔ اور وہاں کے لوگ تو عموماً حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے تھے۔ اب اس رائیں کو نقصان کا اندیشہ رہنے لگا۔ اور حضرت کی خدمت میں حفاظت کے لئے عرض کیا۔ اب اکثر وبیشتر کئی موقعوں پر باہر سے آنے والوں نے ایک بہت بڑا سانپ سبزیوں کے راستے میں پڑا پایا تو چلا کر بھاگنے لگے۔

حضرت قاضی صاحب بحیثیت طبیب ومعالج

حضور قاضی صاحب روحانی طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ جسمانی طبیب بھی تھے آپ نے باقاعدہ طور پر طب یونانی پڑھی تھی اور پھر مطب بھی کیا تھا۔ آپ کے علاج سے کئی لاعلاج مریض مثلاً کھلابٹ کے ماسٹر خدابخش صاحب جو ذیابیطس کے مریض تھے اور پشاور سے سول سرجن ڈاکٹر نے ان کو لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ حضرت کے علاج سے ٹھیک ہو گئے تھے۔ اور یونہی حضرت مولانا حافظ محمد فاضل صاحب سجادہ نشین چک شریف میرپور آزاد کشمیر چنبل کے مریض تھے اور آپ کے علاج ہی سے ٹھیک ہوئے تھے۔ اور یونہی بادے ملاّ۔ جریان کے موذی مرض میں مبتلا ہو کر قوت مردمی تک کھو بیٹھا تھا۔ آپ نے اس کو ایک طلا دیا اس لیپ سے کچھ پھنسیاں جسم پر نمودار ہوئیں اور چند دنوں میں وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ نبض کی شناخت اور تشخیص مرض میں آپ ماہر تھے۔

آپ کالا پیسہ، سفید پیسہ، فولاد، عقیق۔ مرجان کے کشتہ جات تیار کر لیا کرتے تھے۔

ہمیشہ آپ کے پاس تعویذ لینے والوں اور جسمانی علاج کرانے والوں کا بھی ہجوم رہتا تھا۔ اور آپ فی سبیل اللہ ان کا علاج کیا کرتے تھے۔

اپیل

زکوٰۃ، فطرانہ، قربانی کی کھالیں و دیگر صدقات و عطیات کے صحیح مستحق دارالعلوم جامعہ اشاعت الاسلام عربیہ غوثیہ نیا محلہ جہلم کے غریب، مسکین نادار، یتیم، مسافر و پردیسی دینی طلباء کرام ہیں۔

میرے اسلامی بھائیو! ہمارا یہ مدرسہ اپنے پس منظر کے لحاظ سے ایک واقعی اور حقیقی مرکزی مدرسہ ہے اور ایسا چشمۂ فیض ہے جس سے سینکڑوں طلباء فارغ التحصیل ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

دراصل یہ وہی حضور قاضی صاحب کا مدرسہ ہے۔ جو اب عرصہ سے جہلم میں قائم ہے۔ جس میں اب حفظ قرآن پاک۔ قرأت و تجوید، و درس نظامی کی جملہ کتب کی تعلیم مفت فی سبیل اللہ دی جاتی ہے۔ مستند و تجربہ کار حافظ اور قاری و فارغ التحصیل قابل مدرس دینی تعلیم کے کام پر تعینات ہیں۔

طلباء کی خوراک۔ لباس۔ بسترہ، چارپائی کا کفیل مدرسہ ہی ہے۔ یہ درس گاہ ایک معیاری اور بلند پایہ درسگاہ ہے۔

اب تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ہر موقعہ پر اس کی امداد فرما کر اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

ہر قسم کی امدادی رقوم بھیجنے کا پتہ

صاحبزادہ قاضی غلام محمود مہتمم مدرسہ جامعہ اشاعت الاسلام عربیہ غوثیہ نیا محلہ جہلم (مغربی پاکستان)